غازیؒ یا قاتل



- کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟
- مرتد کے قتل پر تعزیت و افسوس کا شرعی حکم
- جاوید احمد غامدی کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ
- توہینِ رسالت کی سزا قرآن و سنت اور بائبل کی روشنی میں

مصنف: عمیر محمود صدیقی

زاویہ پبلشرز
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۔ لاہور

غازی یا قاتل؟

- کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟
- مرتد کے قتل پر تعزیت و افسوس کا شرعی حکم
- جاوید احمد غامدی کا نظریۂ ارتداد اور اس کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ
- توہینِ رسالت کی سزا قرآن و سنت اور بائبل کی روشنی میں

مصنف: عمیر محمود صدیقی

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ - لاہور
Ph: 042-37248657- 37112954
Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466
Email:zaviapublishers@gmail.com

2012ء

باراول.........................1100

ہدیہ.............................280

زیرِ اہتمام...............نجابت علی تارڑ

«لیگل ایڈوائزرز»

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

انتساب

حضرت عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ

کے نام جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تقل الاعمی ولکنه البصیر

فہرست

چوتھا باب: توہین رسالت کی سزا قرآن وسنت اور بائبل کی روشنی میں

تقریظ

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ

مرکزی ناظم اعلیٰ، جماعت اہلسنت پاکستان

علامہ عمیر محمود صدیقی سے میری علمی ملاقات فتویٰ نویسی میں احتیاط اور مسلمانوں کی تکفیر میں عجلت گریزی کے حوالے سے ہوئی۔ علمی، ادبی اور تحقیقی صحراؤں میں قدم زنی یقیناً آبلہ پائی کا سبب بنتی ہے اور اختلافی زاویے انسان کو دوستی دشمنی کے ماحول سے دو چار کر دیتے ہیں لیکن حوصلہ مند انسان سچائی کی تلاش میں قنوطیت کا شکار نہیں ہوتے۔ صدق اور اخلاص انہیں اندھے کنویں میں بھی علمی حیات کی سوغات عطا کرتے رہتے ہیں۔

ایک ملاقات میں عمیر محمود صدیقی نے جب اپنے رشحاتِ قلم کے شہکار اور تحقیقی معرکوں کے شفاف عجالے زیارت کے لیے عطا کیے تو عمیر محمود صدیقی کے قلم میں ایک عظیم دانشور کی اُمنگ اور طاقت محسوس ہوئی۔ انہوں نے بہت کچھ کیا اور وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح محسوس ہوا کہ ان کے فکری امام حضور ﷺ کی ذات کے بعد خلفائے راشدین ہیں اور ان کی محبتوں کی آماجگاہ گھرانہ رسول ہے وہ عملی قسم کے ممتاز مذہبی ادیب ہیں۔ ان کی تحریریں پڑھ کر دین و مذہب سے ان کا قلبی لگاؤ آتش چنار کی طرح بھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے اسلام کے قانونی، تاریخی اور روحانی پہلوؤں پر ان کی نظر گہری ہے۔ ان کی نگارشات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات سے انہیں عشق ہے وہ کسی گستاخ رسول کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

اسلام کی صحیح تصویر کو جس طرح آج مسخ کیا جا رہا ہے اور سلمان رشدی سے سلمان تاثیر تک جس طرح بدتمیز قلمکاروں اور سیاست کاروں نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے ان کے تعاقب کے لیے عمیر محمود صدیقی جیسے محب رسول قلمکار کا وجود

غنیمت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سلمان رشدی کی طرح سلمان تاثیر کا انداز مذہب کے بارے میں سوقیانہ رہا ان کا شر انگیز لہجہ اور بے ہودہ تحریریں ان کے لیے پیغام اجل بن گئیں۔ ممتاز حسین قادری اب ایک شخص نہیں ایک فکر کی جھلک بن گیا۔ حضور ﷺ کی گستاخی کے لیے ضروری نہیں ناموس رسول کا دشمن صرف ایسے شخص ہی کو قرار دیا جائے جو بے باکیوں کا دیوان تخلیق کرے ماضی میں حضور ﷺ کے کپڑوں کو میلا کہنے والے کو بھی گستاخ قرار دیا گیا۔ آج بھی یہی اسلوب باعث اعزاز ہے۔ اہانت رسول کے مسئلہ کو چھوٹا نہ جانا جائے اور اسلام کا نازک احساس جو حضور ﷺ کو ماننے والوں کو ورثہ میں ملا اسکی تحفظ مسلمانوں کا مذہبی اور ملی فریضہ سمجھا جائے۔

علامہ عمیر محمود صدیقی سے ہماری محبت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی گستاخ رسول کو رعایتی نمبر دینے والوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔ لوگ عمیر محمود صدیقی سے صرف اس لیے ناراض ہو رہے ہیں کہ انہوں نے سلمان تاثیر کو گستاخ رسول جانا ہے۔ یہ کام تو جماعت اہلسنت پاکستان سب سے پہلے کر چکی ہے۔ جماعت اہلسنت پاکستان کا ہر کارکن ادھر ہی کھڑا ہے جہاں عمیر محمود صدیقی اپنی سوچوں اور افکار عالیہ کے خزانے کے ساتھ کھڑے ہیں۔

علامہ عمیر محمود صدیقی گھبرائیے نہ مریض اور بیمار سوچوں کے مالک علما مجھے روپوش ہوتے نظر آرہے ہیں اور ممتاز حسین قادری اور غازی علم دین شہید کی فکر رکھنے والے میں دیکھ رہا ہوں دنیا میں بھی غیر معمولی عزتوں اور آخرت میں بھی عظیم اعزازات سے نوازے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا مخلص اور وفادار نوکر ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔

سید ریاض حسین شاہ
مرکزی ناظم اعلیٰ
جماعت اہلسنت پاکستان
سنی سیکرٹریٹ کالا شاہ کاکو لاہور

تقریظ

مفتی محمد خان قادری
بانی وسربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور

زیر نظر کتاب ان چار مقالات کا مجموعہ ہے:

۱۔ جاوید احمد غامدی کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ
۲۔ توہین رسالت کی سزا قرآن وسنت اور بائبل کی روشنی میں
۳۔ هل يقتل المسلم بالمرتد؟ کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟
۴۔ مرتد کے قتل پر تعزیت وافسوس کا شرعی حکم

یہ علامہ عمیر محمود صدیقی مدظلہ کی محنت اور کاوش کا ثمرہ ہے جو انہوں نے معروضی حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی اور کاوش کو قبول فرمائے۔ اس کے مقدمہ سے بندہ پر کچھ چیزیں آشکار ہوئیں ان کے حوالے سے چند گزارشات کر رہا ہوں:

۱۔ سلمان تاثیر کے قتل کے بعد بندہ کی ایک بھی ایسے عالم سے ملاقات نہیں ہوئی جس نے اس کی تکفیر نہ کی ہو۔ تحفظ ناموس رسالت محاذ، تحریک ناموس رسالت، تحریک حرمت رسول، مجلس ملی شرعی جیسے پلیٹ فارموں پر متعدد اجلاسوں میں شرکت کا موقع ملا جن میں ملک کے جید اور مسلمہ علماء نے اس مسئلہ پر کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ان

اجلاسوں میں متفقہ طور پر سلمان تاثیر کو مرتد، کافر اور گستاخ رسول ہی قرار دیا گیا۔ زیادہ سے زیادہ بعض اہل علم کی طرف سے ان احناف کا موقف سامنے لایا گیا جو گستاخ رسول کی توبہ کی قبولیت مانتے ہیں لیکن ان علماء نے بھی دیگر اہل علم کی اس لیے تائید کی کہ سلمان تاثیر نے موقع ملنے کے باوجود توبہ اور رجوع نہیں کیا تھا۔

۲۔ اس کتاب کے مقدمہ میں میرے لیے یہ انکشاف کا درجہ رکھتا ہے کہ کچھ اہل علم ایسے بھی ہیں جو سلمان تاثیر کی تکفیر تک نہیں کرتے اور اسے مسلمان ہی قرار دیتے ہیں۔ کاش ایسے علماء کے دلائل بھی سامنے آجاتے تاکہ اہل علم ان سے استفادہ کرتے۔

۳۔ مولانا محمد الیاس قادری عطاری امیر دعوت اسلامی کا یوٹیوب پر پہلا بیان درست نہیں تھا جس سے نہایت غلط اثر پیدا ہو رہا تھا۔ ان سے اہل علم نے بات کی، بندہ نے بھی انہیں توجہ دلانے کے لیے خط لکھا جس پر انہوں نے دوبارہ گفتگو کی اور اپنے سابقہ موقف پر نظر ثانی کی لہٰذا اب ان کے دوسرے بیان ہی کو ان کا اصل موقف سمجھا جائے جس سے گستاخ رسول کو جہنم واصل کرنے والے کی بریت ثابت ہوتی ہے۔

۴۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا ہے کہ سلمان تاثیر نے اگر گستاخی کی بھی تھی تو غازی ممتاز حسین قادری کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اسے قتل کرتے لہٰذا قانون کی نظر میں غازی صاحب قاتل ہیں اور انہیں موت کی سزا ملنی چاہیے۔ انہیں بھی اپنے اس موقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے کیونکہ کتاب وسنت میں ایسے ہی واقعات پر رسول اللہ ﷺ کے فیصلے موجود ہیں کہ جب تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس شخص نے گستاخ رسول کو قتل کیا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے قصاص لازم کیا

نہ دیت، بلکہ ایسے لوگوں کو اپنا مددگار قرار دیا ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہایت ہی معروف ہے۔ جس پر وحی الٰہی نازل ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدام کو صائب قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں اس کے مخالف کوئی دلائل موجود ہوں تو ان کو ضرور سامنے لائیں۔ جب گستاخ رسول کے بارے میں کتاب وسنت میں استثنیٰ موجود ہے تو ہمیں بھی دل وجان کے ساتھ اسی کو قبول کر لینا چاہیے۔

۵۔ بندہ نے اس سلسلہ میں ایک فتویٰ بھی مرتب کیا ہے۔ جس میں تمام طبقات کے دینی علماء کے دستخط موجود ہے کہ سلمان تاثیر توہین شریعت اور توہین رسالت کی وجہ سے مرتد ہو چکا تھا اور قانونی چارہ جوئی کے باوجود حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا کیونکہ اسے دستوری استثنیٰ حاصل تھا تو غازی ملک ممتاز حسین قادری نے امت کی طرف سے فریضہ کو پورا کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔ اسی فتویٰ کا حوالہ اس کتاب کے مقدمہ میں موجود ہے۔

۶۔ کچھ لوگ احناف کے اس موقف کو آشکار کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک گستاخ رسول کی توبہ قبول ہے اس سلسلہ میں بندہ کی گزارش یہ ہے کہ ایسے لوگ احناف کے موقف کو دوبارہ سمجھنے کی کوشش کریں جسے متاخرین احناف نے واضح کر دیا ہے کہ گستاخ رسول مرتد خاص ہے جس طرح دیگر خاص مرتدین کی توبہ حق آدمی متعلق ہو جانے پر قبول نہیں کی جاسکتی اسی طرح گستاخی رسول سے بھی حق آدمی متعلق ہو جاتا ہے لہٰذا شاتم اور گستاخ کی توبہ بھی دیگر خاص مرتدین کی طرح قبول نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ سزا سے بچ سکے گا۔ جامعہ اسلامیہ لاہور کے ناظم اعلیٰ محترم علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری نے اس مسئلہ پر بڑی عرق ریزی کے ساتھ تحقیق کی ہے اور متعدد متاخرین احناف

کے فتاویٰ جات جمع کیے ہیں جن سے جمہور احناف کا مؤقف واضح ہو جاتا ہے
کہ وہ گستاخ کی توبہ کی قبولیت کو نہیں مانتے اور اسے زندیق قرار دے کر
حداً قتل کرنے کا حکم لگاتے ہیں ان کی یہ تحقیق ماہنامہ سوئے حجاز اور روزنامہ
جنگ لاہور کے اقرأ ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے اب اسے ایک الگ
کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت ملا علی قاری نے شرح شفاء میں اگرچہ مالکی علماء سے سخت اختلاف
کیا لیکن اس کے بعد انہوں نے شم العوارض فی ذم الروافض کتاب لکھی تو
اس میں انہوں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو مالکیوں نے گستاخ رسول کے حوالے
سے بیان کی ہیں کہ وہ زندیق ہے اس کی گستاخی سے حق آدمی متعلق ہے اس کی توبہ قبول
نہیں کی جائے گی۔ اور اسے بطور حد قتل کیا جائے۔ انہوں نے اس کتاب میں یہ تمام
باتیں تسلیم کی ہیں بلکہ وہ حنفی موقف بیان ہی نہیں کیا جس کا ذکر گستاخ کی توبہ کی قبولیت
کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

حکم من سب الانبیاء علیهم الصلاة
والسلام و اما سب الانبیاء فانه یقتل به حداً
ولا تقبل توبته اصلاً، سواء بعد القدرة علیه او
الشهادة او تائباً من قبل نفسه کالزندیق فانه
قدوجب فلا یسقط بالتوبة کسائر حقوق
الادمیین فان حد القذف لایزول بالتوبة
بخلاف ما انا سب الله ثم تاب لانه حق الله تعالیٰ
و الباری منزه عن جمیع المعایب وبخلاف
الارتداد لانه یتفرد به المرتد لا حق فیه لغیره

من الادمیین و هذا مذهب ابی بکرو المشهور
من مذهب مالك و اصحابه قال الخطابی: لا اعلم
احداً من المسلمین اختلف فی وجوب (قتله) ان
کان مسلماً وقال ابن سحنون المالکی : اجمع
العلماء علی ان شاتمه کافر و حکمه القتل کذا
فی "الذخیرة" و قد او ضحت المسألة فی "شرح
الشفاء" و حاشاء ان یکون الشبحان فی مرتبة
المصطفی الأن من سب النبی السلخ من الذین
بخلاف غیره فانه یکون من المتبدعین کما
لا یخفی علی اهل علم الیقین۔

(شم العوارض فی ذم الروافض: ۱۷۴ تا ۱۷۷)

ترجمہ: ”اس کے بعد حضرت ملا علی قاری نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی
گستاخی پر حکم بیان کرتے ہوئے لکھا حضرات انبیاء کے گستاخ کو
بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی
خواہ گرفتاری کے بعد ہو یا شہادت پر اس کا ثبوت ہو یا جو اپنی
طرف سے توبہ کر لے اس کا حکم زندیق کی طرح ہے کیونکہ اس کا
قتل کرنا لازم ہے اور اس کی توبہ سے قتل ساقط نہیں ہوتا جیسے دیگر
لوگوں کے حقوق کا معاملہ ہے کیونکہ حد قذف توبہ سے زائل نہیں
ہوتی بخلاف اس صورت کے جب کسی نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی
پھر توبہ کر لی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور باری تعالیٰ ان تمام
عیوب سے پاک ہے اور بخلاف مرتد ہونے والے کے کیونکہ

اس نے صرف تنہا ارتداد کیا اور اسی میں کسی اور شخص کا حق متعلق نہیں ۔ یہ مذہب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مشہور مذہب ہے امام خطابی لکھتے ہیں کہ میں مسلمانوں میں سے کسی ایک کو نہیں جانتا جو گستاخ کے لزوم قتل کے بارے میں اختلاف کرتا ہوا گر گستاخ اسلام کا دعویدار ہو۔ شیخ ابن سحنون مالکی فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے جیسے کہ الذخیرہ میں ہے۔ میں نے یہ شرح شفاء میں واضح کیا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ذات شیخین، مرتبہ مصطفی ﷺ میں ہوں کیونکہ جو نبی ﷺ کی گستاخی کرتا ہے وہ دین سے نکل جاتا ہے بخلاف دوسرے کی گستاخی کے۔ کیونکہ یہ بدعتی ہو گا جیسا کہ اہل علم یقین پر مخفی نہیں۔"

۷۔ بعض اہل علم کے ذہن میں شوافع کے بارے میں یہ بات آئی ہے کہ وہ گستاخ رسول کی توبہ کی قبولیت کے قائل ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ السیف المسلول علی من سب الرسول کے مصنف امام سبکی شافعی ہیں اور وہ قبولیت توبہ کے قائل ہیں۔ اس بارے میں بندہ کی گزارش یہ ہے کہ شوافع میں بڑی بڑی مقتدر شخصیات ہیں جنہوں نے امام سبکی سے اس مسئلہ پر اختلاف کیا اور مختار اسی کو قرار دیا ہے کہ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہیں ہے اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔

امام جلال الدین سیوطی شوافع میں جو مقام رکھتے ہیں وہ ہر ذی شعور پر واضح ہے انہوں نے اپنی خود نوشت التحدث بنعمۃ اللہ میں اپنے مختار فتاویٰ جات کا

ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ گستاخ رسول کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔ آیئے انہی کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

و أن فضلات النبی ﷺ طاھرۃً.

حضور ﷺ کا بول و براز پاکیزہ ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

و أن ساب النبی ﷺ او غیرہ من الانبیاء یقتل حتما جداً، ولو تاب لم یسقط عنه القتل کسائر الحدود.

ترجمہ: "جو حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کی گستاخی کرے اسی قطعی طور پر قتل کیا جائے گا اگر وہ توبہ کر لے تو دیگر حدود کی طرح حد قتل ساقط نہیں ہو گی۔" (التحدث بنعمۃ اللہ: ۱۶۴)

آخر میں بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ ہمیں زد اور ہٹ دھرمی سے نکل کر کتاب و سنت کے دلائل کے سامنے دل و سر جھکانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم ان ہی کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔ (آمین)

تقریظ

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
ناظم اعلیٰ، کاروانِ اسلام پاکستان

قانون تحفظ ناموس رسالت جب سے اس ملک میں نافذ العمل ہوا ہے مختلف حیلے بہانوں سے وقتاً فوقتاً اسے غیر مؤثر بنانے یا سرے سے کالعدم قرار دلوانے کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں۔ کبھی اس قانون کو انسانی حقوق اور اظہار رائے کی آزادی اور کبھی پریس کی آزادی کے ساتھ متصادم قرار دیا جاتا ہے۔ کبھی اسے اقلیتوں کے حقوق کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور کبھی اس قانون کے تحت ایف آئی آر درج کروانے کے طریق کار اور اس کی تفتیش و تحقیق کے تمام مراحل کے حوالے سے Procedural Laws میں تبدیلیاں لانے کی بات کی جاتی ہے لیکن ہر مرتبہ ان ناپاک سازشوں کے سامنے غیور اہل اسلام پوری قوت کے ساتھ مزاحم ہو جاتے ہیں جن کے تیور دیکھ کر اس قانون کے خلاف سازش کرنے والے دبک جاتے ہیں اور اپنی بلوں میں گھس جاتے ہیں۔

زمانہ قریب میں اس قانون کے خلاف ایک انتہائی منظم سازش کی گئی اور اس کے خاتمے کے لیے وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور شہباز بھٹی اور گورنر سلمان تاثیر جیسے لوگوں کو چنا گیا ان کی ہمنوائی کے لیے بعض ایسے چہروں کا انتخاب بھی کیا گیا جو ایک عرصہ سے دین کے نام پر دینی لبادہ اوڑھ کر دین ہی کی جڑیں کاٹنے میں مشغول ہیں جبکہ میڈیا سے چند کالی بھیڑوں کا مل جانا تو کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ چنانچہ اس ننگ

دین قافلے کے سرخیل سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی ایک ملزمہ آسیہ مسیح کے ساتھ جس انداز میں موالات کی اور جس طرح اس نے اس ملعونہ کو رہائی دلانے کے لیے قانون توہین رسالت کی ہرزہ سرائی کی اس سے پوری قوم کی دل آزاری ہوئی اور تمام اہل اسلام کے جذبات بے حد مجروح ہوئے۔ ملک کی مذہبی قیادت نے سلمان تاثیر کو اس فعل شنیع سے روکا لیکن وہ باز نہ آیا اس کے خلاف قانونی کارروائی کے لیے بھی باضابطہ کوششیں کی گئیں لیکن اسے حاصل دستوری استثنیٰ کی وجہ سے اس کے خلاف ایف آئی آر درج نہ ہو سکی۔ دوسری طرف وہ پچھتانے اور توبہ کرنے کی بجائے اپنے اس قبیح رویے پر ڈٹا رہا حتیٰ کہ غازی ممتاز حسین قادری نے اسے جہنم واصل کیا اور حضور ﷺ کے ان عشاق کی تاریخ میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا جن کی جرأت اور اخلاص کو دیکھ کر حضور ختمی مرتبت ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے فرمایا تھا کہ ان کا یہ اقدام دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غیبی مدد ہے۔ غازی ممتاز حسین قادری کے اس جری اقدام نے جہاں جمیع اہل اسلام بلا امتیاز مسلک و مشرب کے سینے ٹھنڈے کر دیئے وہاں ان بدنصیبوں اور بدبختوں کو شدید حیرت میں بھی ڈال دیا جن کو آزادی اظہار رائے کے ایسے دورے پڑتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی ناموس پر ہاتھ ڈالنے والوں کو بھی قصوروار نہیں سمجھتے بلکہ ان کی اعلانیہ اور درپردہ حمایت کو اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں پاکستان کے تمام دینی طبقات نے بہرحال غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام کو نہ صرف سراہا بلکہ سلمان تاثیر کے واصل جہنم ہونے پر خوشی اور اطمینان کا اظہار بھی کیا۔ مقتدر جماعت سے متعلق ہونے کے باوجود سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی بھی عالم دین آمادہ نہ ہو سکا حتیٰ کہ گورنر ہاؤس کی مسجد کے امام پر شدید دباؤ ڈالا گیا لیکن انہوں نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ مذہبی طبقہ میں سے سلمان تاثیر کے قتل پر صرف جاوید احمد غامدی نے اپنے آقاؤں کا حق نمک

ادا کرتے ہوئے پیچ وتاب کھائے اور غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اسے اپنے فاسد خیالات کے اظہار کے لیے ٹی وی چینلز پر بے محابہ مواقع فراہم کیے گئے جبکہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت اس کے سامنے ایسے لوگوں کو کھڑا کیا گیا جو حلیے سے تو عالم محسوس ہوتے تھے مگر عملاً وہ علم سے کوسوں دور تھے اس سازش کا اصل مقصد یہ تھا کہ میڈیا کے ذریعے عوام کو جاوید غامدی کی مکروہ فکر کا اسیر بنا دیا جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کر دیا جائے اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ جاوید غامدی کا گورنر سلمان تاثیر کو مظلوم اور غازی ممتاز حسین قادری کو ظالم قرار دینا ہی اسلام کی صحیح تعبیر ہے جاوید غامدی کی اسی مکروہ فکر کے تسلسل میں اس کے ایک شاگرد حافظ عمار خان ناصر نے ایک کتابچہ "توہین رسالت کا مسئلہ، چند اہم سوالات کا جائزہ" بھی تحریر کر ڈالا۔ جس میں بہت سارے علمی مغالطے پیدا کرنے کی دانستہ کوشش کی گئی اور اس کام کے لیے دروغ گوئی اور کتمان حق سے کام لیا گیا دیدہ دلیری کے ساتھ اس میں یہاں تک لکھ دیا گیا کہ دستیاب علمی ذخیرہ کے مطابق گستاخ رسول کی سزا کو حد قرار دینے کا موقف ابن تیمیہ سے پہلے کسی صاحب علم نے اختیار نہیں کیا۔ جمہور فقہا کی طرف یہ بات بھی منسوب کی گئی کہ وہ گستاخ رسول کو دی جانے والی سزا کو حد نہیں بلکہ تعزیر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح گستاخ رسول کی توبہ کی قبولیت کے حوالے سے احناف کے موقف کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا اللہ کی توفیق سے اس عاجز نے اس کے تمام مفسد اور باطل افکار کا رد لکھ دیا ہے۔

اس نازک موڑ پر کئی اہل علم نے تقریر اور تحریر کے میدان میں اپنے جوہر دکھائے اور شب و روز قانون تحفظ ناموس رسالت اور غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام پر کی جانے والی علمی و فکری یورشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہی سعادت مند اور غیور علماء میں سے ایک حضرت علامہ عمیر محمود صدیقی زید مجدہ بھی ہیں جنہوں نے کراچی میں بیٹھ کر اس محاذ کو سنبھالا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ ان کا سامنا بڑے بڑے کج کلاہوں

سے ہے۔ انہوں نے ایک طرف جاوید احمد غامدی کے نظریہء ارتداد کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا تو دوسری طرف دلائل قاہرہ سے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ان خیالات کا محاکمہ کیا جو نہ تو ان کے سابقہ موقف کے موافق تھے اور نہ ہی قوم کے مذہبی جذبات اور اجتماعی ضمیر کی ترجمانی کرتے تھے۔ انہوں نے ایک انتہائی علمی اور وقیع رسالے میں ثابت کیا کہ کسی مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ ان کے اس مسکت جواب پر ادارہ منہاج القرآن کی طرف سے ان کی پذیرائی بھی ہوئی کہ انہوں نے اختلاف رائے کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی رائے کو احسن انداز میں پیش کیا ہے لیکن اس علمی تحریر کا کوئی جواب نہ دیا گیا ہے اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اپنے اس متنازعہ بیان کے حوالے سے کوئی وضاحت سامنے آئی ہے۔

اسی طرح انہوں نے حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی طرف سے سلمان تاثیر کے اہل خانہ سے تعزیت اور تاسف کرنے کا بھی بروقت نوٹس لیا۔ اور مفتی صاحب موصوف کے تقاضہ پر مرتد کے قتل پر اس کے ورثا سے تعزیت اور تاسف کرنے کا شرعی حکم بھی لکھ ڈالا جو کہ کتاب وسنت اور فقہاء و مجتہدین کرام کی گراں قدر آراء سے مزین ہے لیکن مفتی صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ وہ سلمان تاثیر کو مرتد نہیں مانتے۔ ہماری دانست میں مفتی صاحب موصوف کو بھی ان دلائل پر غور کرنا چاہیے کیونکہ وہ گاہے گاہے غازی ممتاز حسین قادری کے حق میں نکالی جانے والی ریلیوں اور جلسوں میں بھی شریک ہوتے ہیں اگر وہ سلمان تاثیر کو مرتد نہیں سمجھتے تو ان کے نزدیک غازی ممتاز حسین قادری ایک قاتل قرار پائے گا جس نے قتل ناحق کا ارتکاب کیا پھر ان کا غازی موصوف کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنا چہ معنی دارد؟

دراصل بعض حضرات کا المیہ یہ ہے کہ وہ اہل مغرب کے تیور دیکھ کر شرعی احکام کی تعبیر کرتے ہیں جب سونے کو زنگ لگ جائے تو پیتل اور لوہے کا کیا حال ہو

گا؟ ایسے پرفتن دور میں حضرت علامہ عمیر محمود صدیقی صاحب زید مجدہ جیسے علماء حق کا وجود غنیمت ہے جنہوں نے شریعت اسلامیہ کے احکام پر تعصب زمانہ کی گرد نہیں پڑنے دی۔

انہوں نے اپنے اس موضوع پر اپنے تمام وقیع مقالات کو زیر نظر کتاب کی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ اللہ رب العزت ان کی اس سعی مشکور کو اپنی جناب میں قبول فرمائے اور ان کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔ آمین

تقریظ

حضرت علامہ مفتی سید عظمت حسین شاہ گیلانی، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

صلی اللہ علی حبیبه سیدنا محمد و اله وسلم

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

معروف محقق نوجوان مذہبی سکالر حضرت علامہ عمیر محمود صدیقی دامت فیوضہ القدسیہ کے مختلف الانواع مقالات و مضامین باصرہ نواز ہوئے، بحمدہ تعالیٰ دل باغ باغ ہوگیا، موصوف اپنے موضوع سے متعلق کسی پہلو کو تشنہ تحقیق نہیں رہنے دیتے معلوم ہوتا ہے کہ دوران تحقیق آپ امہات الکتب تک رسائی حاصل کرنے کے بعد پوری دقت نظر اور ذوق جستجو کے ساتھ موافق ومخالف دلائل کا جائزہ لیتے ہیں، اصول وضوابط کی روشنی میں شرح صدر کے بعد نتیجہ فکر کو زیب قرطاس کرتے ہیں اور سلف صالحین کا یہی طرز عمل رہا ہے اسی میں برکت ہے اسی میں اپنا اور امت مسلمہ کا فائدہ ہے وگرنہ عصر حاضر میں ایسے مصنفین بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں جو کتاب لکھ لینے اور شائع کروا دینے کے بعد تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور امت کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ زیر نظر رسائل میں صدیقی صاحب نے رد دلائل کے انبار لگا دیئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے نکتہ نظر سے اختلاف رکھنے والوں کے تمام شکوک وشبہات کا براہین قاطعہ اور دلائل قاہرہ سے ازالہ فرما دیا۔ ان شاء اللہ یہ تحریریں بہت سے افراد

کے لیے ذریعۂ ہدایت ثابت ہوں گی اور اہل ذوق وجستجو کے لیے ان سے تحقیق کی نئی راہیں کھلیں گی۔

مخالفین کو بھی چاہیے کہ ٹھنڈے دماغ کے ساتھ ان دلائل پہ غور کرتے ہوئے اپنے نظریات سے رجوع کا اعلان فرمادیں کیونکہ ان بھاری بھرکم شخصیات کے انفرادی نظریات وآراء کی وجہ سے عوام الناس مزید الجھنوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ناموس رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جیسے اہم مسئلہ کے بارے میں شکوک شبہات ڈالے جارہے ہیں۔

نسال الله تعالیٰ ان یرینا الحق حقا و یرزقنا اتباعه و الباطل باطلا و یرزقنا الاجتناب منه بحرمة حبیبه الذی ما توسل به ذو حاجة الیه الا اوصله الی مقصوده و صلی الله علی سیدنا محمد و اٰله و صحبه و بارك وسلم۔

عظمت حسین شاہ گیلانی

۹ ستمبر ۲۰۱۲ اتوار

راولپنڈی

مقدمہ

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جس نے ہمیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا اور بے شمار درود وسلام خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر جن کی محبت اصل ایمان ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے دلوں کو تقویٰ کے لیے منتخب فرمائے اور ایمان کو ہمارے لیے محبوب اور کفر کو مکروہ بنائے۔ آمین!

پاکستان میں دشمنان اسلام جہاں اس مملکت خداداد کو غیر مستحکم کرنے کے بعد خانہ جنگی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں وہاں ان کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف اس کو اسلام کی روح اور عشق محمدی ﷺ سے محروم کرنا ہے کیونکہ وہ اس راز کو بخوبی جانتے ہیں کہ اگرچہ اس قوم کو معاشی، سیاسی اور دفاعی اعتبار سے غیر مستحکم کر دیا جائے لیکن اس وقت تک اس پر قابو پانا ناممکن ہوگا جب تک ان کے دلوں سے رسول عربی ہاشمی امی قرشی محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو نہ نکال دیا جائے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے عشق ومحبت کی آگ سرد ہو جائے۔ تاہم ہر اعتبار سے کمزور یہ مسلمان اپنے نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سنتے ہیں تو اپنے عمل کے ناقص ہونے کے باوجود اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

پاکستان میں دو قوانین ایسے ہیں جو مغربی اقوام کے دلوں و دماغ کو پریشان کیے ہوئے ہیں۔ ایک قانون توہین رسالت اور دوسرا قادیانیوں سے متعلق قانون۔ "USCIRF۲۰۰۹" کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے اقلیتی امور کے وفاقی وزیر جناب شہباز بھٹی نے اس بات کا علی الاعلان وعدہ کیا کہ موجودہ حکومت

قانون توہین رسالت پر نظر ثانی ضرور کرے گی۔ دوسری طرف یورپی پارلیمنٹ میں ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں کہا گیا کہ پاکستان میں ناموس رسالت قانون اقلیتوں کے قتل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرارداد میں پاسپورٹ میں مذہبی تفصیلات کی اشاعت پر بھی سخت تنقید کی گئی۔ کانفرنس میں شریک پاکستان کے وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور شہباز بھٹی نے غیر ملکی رساں ایجنسی کو بتایا کہ صورتحال کی بہتری کے لیے کوششیں جاری ہیں اور اس سلسلے میں اہم اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے توہین رسالت قوانین میں ترمیم کا وعدہ کیا ہے اور ان قوانین کو اس طرح تبدیل کیا جائے گا کہ ان کی مدد سے کسی کو نقصان نہ پہنچایا جاسکے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اس پر کام کر رہے ہیں اور سال رواں کے آخر تک توہین رسالت قانون میں ترمیم کر دی جائے گی۔ (روزنامہ جنگ، ۲۱ مئی ۲۰۱۰ء، صفحہ ۳)

اپنے ایک انٹرویو میں شہباز بھٹی صاحب نے یہ بھی کہا کہ متشدد جماعتیں پاکستان میں اپنے متشددانہ نظریات کو مسلط کرنا چاہتی ہیں۔ جو بھی ان کے خلاف کھڑا ہوتا ہے وہ ان کو دھمکاتے ہیں۔ میں جب یہ مہم شرعی قوانین کے خلاف توہین رسالت قانون کو ختم کرنے کے لیے چلا رہا ہوں اور مظلوم مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کے حق میں بات کر رہا ہوں تو یہ طالبان مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔

شیری رحمٰن کے خیال میں مثالی صورت تو یہی تھی کہ اس قانون کو منسوخ کر دیا جاتا تاہم انہوں نے اس قانون میں ترمیم کے لیے اس سلسلے میں ایک بل پیش کیا جس کے مندرجات میں سے اہم ترین نکات یہ تھے کہ

- اس قانون میں سے سزائے موت کو ختم کر دیا جائے۔
- بدنیتی پر مبنی ارادے کو ثابت کرنے کا تصور بحال کیا جائے۔
- توہین رسالت سے متعلق تمام Cases کی سماعت ہائی کورٹ میں کی جائے۔

- جھوٹے مقدمات درج کرانے والے کو سزا دی جائے۔

(Blasphemy law needs rectification: Sherry,Saher Baloch,Friday, December 17, 2010. http://www.thenews.com.pk,Retrieved on 20/05/2012)

اسی دوران آسیہ مسیح نامی ایک مسیحی خاتون کو توہین رسالت کے جرم میں ۲۰۱۰۔۱۱۔۸ کو تقریباً تاریخ وقوعہ کے ۱۷ ماہ بعد تعزیرات پاکستان ۲۹۵۔سی کے تحت سزائے موت سنادی۔ ۲۹۵۔سی کا متن یہ ہے:

> **295-C Use of derogatory remarks, etc., in respect of the Holy Prophet:**
> Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine.(PPC)

یاد رہے کہ پاکستان میں آج تک کسی توہین رسالت کے مرتکب کو اس دفعہ کے تحت قانونی طور پر سزا نہیں دی گئی۔ اس فیصلے کے آتے ہی حکومتی سرگرمیاں مزید تیز ہو گئیں جس کا مقصد اس قانون میں ایسی ترمیم کرنا تھا جس کی وجہ سے یہ قانون

مجرموں کے لیے بے اثر، بے ضرر اور ناقابل عمل ہو کر رہ جائے۔ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف نجی ٹی وی چینلز پر مختلف ٹاک شوز میں توہین رسالت پر دی جانے والی اسلامی سزا کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ کوئی اسے غیر انسانی اور ظالمانہ کہتا، کوئی اسے پرانے زمانے اور جاہلیت کی رسوم سے تعبیر کرتا۔ گورنر پنجاب تو اتنا آگے بڑھے کہ اس کو ظالمانہ، غیر انسانی اور کالا قانون قرار دیتے ہوئے اس قانون کو ہر صورت ختم کرنے کا اور توہین رسالت کے جرم میں سزا سننے والی مجرمہ کو ہر صورت آزاد کروانے کا عزم مصمم کا اظہار کرتے رہے۔ علماء کرام نے اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے کئی بار گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلامی تعلیمات وسنت اور قوانین کا مذاق اڑانے اور ان کی توہین کرنے سے روکنے کی کوشش کی مگر ان کے دل کا مرض بڑھتا گیا اور وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے گئے۔ اسی دوران حکومتی سطح پر کی جانے والی کوششیں بھی مزید تیز ہوتی گئیں۔ اس وقت پاکستان کے کئی نامور صحافیوں نے بھی گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے ردیا قانون توہین رسالت کی حمایت میں مضامین لکھے جن میں واضح انداز میں اس کی وضاحت کی گئی کہ توہین رسالت کرنے والے مجرم کو سزائے موت دینا اسلامی تعلیمات وقوانین کے مطابق ہے البتہ ہر ذی شعور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اس قانون میں مزید اضافے کیے جائیں تا کہ اس کے تحت کیے جانے والے جھوٹ مقدمات میں بہتان لگانے والوں کو کڑی اور سخت سزا دے کر نشان عبرت بنا دیا جائے۔ شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر اگر اپنی رائے میں آسیہ کو بے گناہ سمجھتے تھے تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس سزا کے خلاف عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کرتے مگر انہوں نے اسلامی قانون کا مذاق اڑاتے ہوئے آسیہ بی بی کو صدر سے معافی دلوانے اور اس قانون میں ''تبدیلی'' لانے پر ہی اصرار کیا۔ اس حوالے سے پاکستان کے نامور صحافی حامد میر نے اپنے کالم میں لکھا:

''افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر نے جو کچھ

بھی کیا اس میں اصل مقصد آسیہ بی بی کو بچانا نہیں بلکہ ۲۹۵-سی کو اڑانا نظر آتا ہے۔ ۲۹۵-سی کے تحت توہین رسالت کی سزا موت پر نا صرف بریلوی، دیوبندی، اہل تشیع اور اہل حدیث کے جید فقہاء اور علماء کا اتفاق ہے بلکہ یہ قانون پاکستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور شدہ ہے۔ ۲ جون ۱۹۹۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی سے یہ قرارداد منظور ہوئی کہ توہین رسالت کی سزا موت ہونی چاہیے اس سے قبل وفاقی شرعی عدالت حکومت کو حکم دے چکی تھی کہ توہین رسالت کی سزا عمر قید کے بجائے موت مقرر کی جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قانون جنرل ضیاء الحق کے دور میں لایا گیا۔ اس لیے اس قانون کو ختم کر دیا جائے۔ یہ بڑی عجیب منطق ہے جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کا رکن یوسف رضا گیلانی پیپلز پارٹی کی حکومت کا وزیر اعظم بن جائے تو قبول لیکن وہی جنرل ضیاء توہین رسالت کا قانون لائے تو قبول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت ﷺ کی تشکیل کے لیے آئینی تحریک قیام پاکستان سے کئی سال قبل مولانا محمد علی جوہر نے شروع کی تھی۔ جب لاہور ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ نے ایک قابل مذمت کتاب ''رنگیلا رسول'' کے ناشر راج پال کو محض یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اس کی کتاب مروجہ قانون کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی کے زمرے میں نہیں آتی۔ مولانا محمد علی جوہر نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قصور جج کا نہیں قانون کا ہے اور یوں توہین رسالت ﷺ کے لیے قانون سازی کا مطالبہ ۱۹۲۷ء میں شروع ہوا۔ دو سال کے بعد ۱۹۲۹ء میں ایک مسلمان نوجوان غازی علم دین نے راج پال کو لاہور

میں قتل کر دیا۔ غازی علم دین کو سزائے موت دی گئی تو علامہ اقبال نے ان کی رہائی کے لئے قائد اعظم کو وکالت پر آمادہ کیا۔ غازی علم دین کی پھانسی کے بعد علامہ اقبال نے ان کے جنازے میں شہید کو خراج تحسین پیش کیا۔ یاد رہے کہ غازی علم دین شہید کے جنازے میں میت کے لیے چارپائی کا بندوبست سلمان تاثیر کے والد ایم۔ ڈی تاثیر نے کیا تھا۔ اگر برصغیر میں توہین رسالت کا قانون موجود ہوتا تو غازی علم دین کی طرف سے راج پال کو قتل نہ کیا جاتا۔ توہین رسالت ﷺ سے فساد پھیلتا ہے۔ توہین رسالت ﷺ کے قانون پر صحیح عمل درآمد سے فساد کے تمام راستے مسدود کیے جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی اس قانون کو بدلنے کی کوشش کرے گا تو وہ پاکستان میں فساد پھیلانے کا باعث بنے گا۔ لہٰذا آسیہ بی بی کے نام پر اس قانون کو ٹارگیٹ نہ کیا جائے۔ آسیہ بی بی اگر واقعی بے گناہ ہے تو اس کی رہائی کے لیے اعلیٰ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ اس سلسلے میں میڈیا کو بہت ذمہ دارانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے اور جس کسی نے بھی زیادتی کی اس کو بے نقاب کرنا چاہیے۔"

(روزنامہ جنگ کراچی، جمعرات مؤرخہ ۲۵ نومبر ۲۰۱۰ء)

گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے جب مسلسل اسلامی قانون کی توہین کو جاری رکھا تو علماء نے بار بار تنبیہ کے بعد ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ جن میں مولانا غلام حسین قادری، مفتی نعیم اختر قادری، علامہ مفتی آصف رضا قادری، مفتی محمد علی قادری جلالی، مفتی محمد خان قادری اور دیگر شامل ہیں۔ (روزنامہ ایکسپریس کراچی جمعرات مؤرخہ ۲۵ نومبر ۲۰۱۰ء) مگر بجائے اس کے کہ سلمان تاثیر اپنے فعل قبیح سے باز آتے وہ سرکشی و

طغیان میں بڑھتے گئے اور ان فتوؤں کو جوتے کی نوک پر رکھنے کے بھی قابل نہ سمجھا۔

۴ جنوری ۲۰۱۱ء بروز منگل اسلام آباد میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے نا صرف پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا کو ہلا دیا اور وہ یہ کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو ان کے محافظ ملک ممتاز حسین قادری نے ۲۷ گولیاں مار کر قتل کر دیا۔ ممتاز قادری سے جب یہ پوچھا کہ تم نے یہ اقدام کیوں کیا۔ تو اس نے نہایت ہی پرسکون انداز سے بتایا:

"یہ گستاخ رسول ﷺ تھا۔ گستاخ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔
بس سرکار ﷺ اپنی غلامی میں قبول کرلیں۔"

ممتاز قادری نے بتایا کہ اس کے دل میں سلمان تاثیر کو قتل کرنے کا خیال جناب مفتی حنیف قریشی صاحب کی تقریر سن کر آیا جو اسلام آباد اور راولپنڈی کے مشہور و معروف خطیب ہیں اور ممتاز قادری کی حمایت میں مفتی حنیف پیش پیش رہے ہیں۔

قارئین اس بات سے اندازہ لگائیں کہ آسیہ مسیح کو عدالت نے ۲۰۱۰-۱۱-۸ میں سزائے موت سنائی۔ تقریباً ۱ ماہ ۲۶ دن تک پورے ملک میں اسلامی قانون کا حکومتی افراد اور جدت پسند لوگ استثناء، مذہبی آزادی، آزادی اظہار اور انسانی حقوق کی چادر اوڑھ کر مذاق اڑاتے رہے۔ جس کے بعد گورنر پنجاب کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ شاید اگر میڈیا میں اسلام کا مذاق نہ اڑایا جاتا، گورنر پنجاب اپنی زبان کو لگام دیتے یا حکومت وقت اس پر ان کو عہدے سے برطرف کر دیتی یا عدالت خود اس کا نوٹس لیتی تو یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔ سلمان تاثیر کے قتل سے قبل راقم نے ایک مختصر کتابچہ "توہین رسالت کی سزا قرآن و سنت اور بائبل کی روشنی میں، مسلمانوں اور مسیحی بھائیوں کے لیے تحفہ"، لکھا جسے اسلامی روحانی مشن نے آٹھ ہزار کی تعداد میں طبع کروا کر پورے پاکستان میں بالخصوص پاکستان کی اہم شخصیات کو بھیجا۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ رسالہ گورنر پنجاب کے پاس بھی پہنچایا گیا۔ اسی رسالے کو پڑھنے کے بعد ہمیں آئی جی

اسلام آباد جناب سید کلیم امام صاحب نے شکریہ کا خط بھی ارسال فرمایا۔ اس رسالہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے ذہن سے شکوک وشبہات دور کیے جائیں اور بالخصوص مسیحی بھائیوں کو یہ بتایا جائے کہ اسلام کے مطابق کسی بھی نبی کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے اور بائبل کے مطابق بھی توہین کی سزا موت ہے۔ کم ازکم آپ کو یہ اعتراض کرنا زیب نہیں دیتا۔ اس رسالے کی سافٹ کاپی ہزاروں کی تعداد میں ای میل کی گئی جن میں بڑی تعداد میں مسیحی برادری سے تعلق رکھنے والے بھائی بھی تھے، جس کے نتیجے میں کتاب پر درج ہمارا ای میل ایڈریس ہیک کر دیا گیا۔ ممتاز قادری کے اس اقدام نے پوری فضا کو یکسر تبدیل کر دیا۔ وہ لوگ جو توہین رسالت کے قانون کو بے اثر بنانے کے لیے بل پیش کر رہے تھے خود کو عاشق رسول ﷺ قرار دینے لگے۔ محافظوں کو تبدیل کر دیا گیا اور حکومت کی طرف سے برملا اس کا اظہار کیا گیا کہ توہین رسالت کے قانون کو تبدیل نہیں کیا جا رہا۔

سلمان تاثیر کے قتل پر جدیدیت پسند طبقے کے علاوہ مسیحی برادری اور قادیانیوں نے انتہائی افسوس کا اظہار کیا، تعزیت کی اور ان کے لیے اپنے عبادت خانوں میں دعائی رسومات ادا کیں۔ علماء نے تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا اور ان تمام تر افراد سے قطع تعلقی کا اعلان کر دیا جو سلمان تاثیر سے کسی بھی صورت میں مودت، محبت یا اخوت کا اظہار کریں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کے بعد سوائے چند ایک علماء کے دیگر مقتدر اور مشہور ومعروف حضرات نے ٹی وی چینلز پر بیان دینے یا اب پیدا ہونے نئے سوالات کا جواب دینے سے گریز کرنا شروع کر دیا۔ جو انتہائی لائق تعجب ہے۔ سلمان تاثیر کے قتل سے قبل جو سوالات زیر بحث تھے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کیا توہین رسالت کی سزا موت ہی ہے؟

۲۔ کیا توہین رسالت پر ذمی کو بھی سزائے موت دی جائے گی؟

۳۔ کیا شاتم رسول ﷺ کی توبہ قبول ہے؟

۴۔ کیا صدر وقت کسی گستاخ رسول ﷺ کی سزا کو معاف کرنے کا حق رکھتا ہے؟

۵۔ کیا احناف کے نزدیک بھی توہین رسالت کرنے پر ذمی سزائے موت کا مستحق ہے؟

۶۔ کیا توہین رسالت قانون میں تبدیلی ہونی چاہیئے؟

۷۔ کیا توہین رسالت قانون انسان کا بنایا ہوا ہے؟

۸۔ کیا توہین رسالت پر دی جانے والی سزا ظالمانہ اور انسانی حقوق کے خلاف ہے؟

دینی حلقوں میں ممتاز قادری کے اقدام کو سراہا گیا اس کو ''غازی'' کا لقب دے کر اسے اپنا ہیرو قرار دیا گیا۔ تنظیم المدارس کے صدر انتہائی محترم ومکرم جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب مدظلہ نے سلمان تاثیر کے واقعہ قتل کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے متاثرہ خاندان سے تعزیت کی اور اس کے ساتھ سلمان تاثیر کے خیالات کی مخالفت کرتے ہوئے مجموعی طور پر اس واقعے پر اہل اسلام کے جذبات کی بھرپور ترجمانی کی۔ آپ کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے جناب حامد میر صاحب نے اپنے کالم میں تحریر فرمایا:

> ''پھر کیا ہوا کہ پانچ سو سے زائد مذہبی علماء نے قاتل کی حمایت میں ایک بیان جاری کر دیا اور اس میں کہا کہ کسی مسلمان کو مرحوم گورنر کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ناموس رسالت قانون کے تحت سزا پانے والی عیسائی خاتون کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بیان طالبان مخالف بریلوی علماء کی

جانب سے آیا کہ جو طالبان کے ہاتھوں ۲۰۰۹ء میں خود اپنے رہنما مفتی سرفراز نعیمی اور دیگر کو گنوا چکے ہیں۔ لاہور کے تمام مذہبی اسکالرز نے سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا اور ان میں گورنر ہاؤس لاہور کی مسجد کے پیش امام بھی شامل تھے۔ بریلوی علماء نے خاص طور پر انتہائی موقف اپنایا۔ دوسری جانب چند انگریزی اخباروں نے ناموس رسالت قانون کو تاثیر کے قتل کی بڑی وجہ گردانا۔ میں بھی اپنے طور پر ایک انتہائی موقف لیے بیٹھا تھا۔ ایک مقبول ٹی وی شو کے میزبان کے لیے یہ بہت مشکل صورتحال تھی۔

میں نے ایک اور خطرہ مول لیا جنازے کے دن میں نے ایک اور اہم اسلامی اسکالر مفتی منیب الرحمٰن کا انٹرویو کیا اور انہوں نے تاثیر کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا۔ تعلق ان کا بھی بریلوی طبقہ فکر سے ہے لیکن وہ پہلے اسلامی اسکالر ہیں جنہوں نے پانچ برس قبل پہلی مرتبہ طالبان کے خودکش حملوں کے بم دھماکوں کی کھل کر مخالفت کی تھی اور وہ بھی میرے ہی شو میں کی تھی۔ مفتی منیب نے ناموس رسالت قانون پر تاثیر کے خیالات کی مخالفت بھی کی لیکن انہوں نے تاثیر کے قتل کی حمایت بھی نہیں کی۔ مفتی منیب کے بیان کے بعد مجھے کچھ سکون ہوا۔ بالآخر اسلامی اسکالرز میں سے کوئی تو تھا جو کھلے عام اس قتل کے خلاف نکل کر سامنے آیا۔" (روزنامہ جنگ، ۱۱ جنوری، ۲۰۱۱ء)

جناب محترم حامد سعید کاظمی صاحب نے اسمبلی میں سلمان تاثیر صاحب کے لیے دعائے خیر کروائی جبکہ حکومت کے تحت ہر مسلک کے علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی تاکہ توہین رسالت کے واقعات کا بھرپور تجزیہ کیا جاسکے۔ نیشنل کرائسس مینجمنٹ

سیل میں ایک میٹنگ کا اہتمام کیا گیا جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں شرکت کرنے والے علماء میں جناب حاجی حنیف طیب، علامہ عباس کمیلی، مولانا اسعد تھانوی، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، مرزا یوسف حسین شاہ، شاہد غوری، مولانا ابرار رحمانی، حافظ محمد سلفی اور قاری عثمان بھی شریک تھے۔ اس میٹنگ میں مختلف فیصلے کیے گئے جن میں سے ایک فیصلہ یہ بھی تھا:

"It was also decided that neither any individual nor any group would take the law into their hands, and if anybody was found doing this so, he would be dealt with accordingly." (The News: Jan 16, 2011, page 8)

یاد رہے کہ ممتاز قادری کی حمایت کرنے کی پاداش میں جناب محترم علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب پر امریکہ میں ہمیشہ کے لیے پابندی بھی لگا دی گئی ہے۔

سلمان تاثیر کے قتل کے بعد چند نئے سوالات زیر بحث آئے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ کیا سلمان تاثیر گستاخ رسول و مرتد تھے؟
۲۔ سلمان تاثیر کے قتل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
۳۔ کیا گستاخ رسول کو حکومت یا عدالت کے حکم کے بغیر کوئی شخص قتل کر سکتا ہے؟
۴۔ کیا ممتاز قادری کا سلمان تاثیر کو قتل کرنا شرعاً جائز تھا؟
۵۔ ممتاز قادری کو سزائے موت دی جاسکتی ہے؟

سلمان تاثیر کے قتل کے بعد عوام و خواص ذہنی انتشار کا شکار ہو گئے کیونکہ اکابر علماء نے سلمان تاثیر کے قتل کے بعد مذکورہ بالا سوالات کے جوابات دینے سے گریز کیا۔ سلمان تاثیر کے قتل کے شرعی حکم کے تعین کے لیے محترم و مکرم مفتی منیب

الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اہل سنت و جماعت کے مستند، جید اور ثقہ مفتیان عظام کا ایک خصوصی اجلاس بروز ہفتہ ۲۲ جنوری ۲۰۱۱ء صبح دس بجے دارالعلوم نعیمیہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس میں راقم کو بھی دعوت نامہ مفتی صاحب کے دستخط کے ساتھ بھیجا گیا۔ مقررہ وقت پر جب راقم دارالعلوم نعیمیہ حاضر ہوا تو یہ جان کر انتہائی افسوس ہوا کہ اس قومی مسئلے پر ہونے والی انتہائی اہم ترین میٹنگ کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔ بہر حال راقم نے حضرت قبلہ مفتی صاحب کی خدمت سامیہ میں چند صفحات پر مشتمل ایک تخریج شدہ سوالنامہ پیش کیا تا کہ موضوع پر وضاحت کے ساتھ بات ہو سکے۔ مفتی صاحب نے اس سوالنامہ کو حاصل کرنے کے بعد اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ ملتوی ہونے والی میٹنگ تاحال التوا کا شکار ہے تاہم مفتی صاحب اور ان کے احباب کے ساتھ مختلف اوقات میں بات چیت سے ہم پر یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت قبلہ مفتی صاحب سلمان تاثیر کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں۔

اس کے کچھ ہی عرصے بعد منہاج القرآن انٹرنیشنل کے سرپرست اعلیٰ محترم ومکرم جناب حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب مدظلہ العالی کی جانب سے ایک بیان سامنے آیا جس میں انہوں نے کہا ”گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے جو کچھ کہا وہ ان کے نزدیک اہانت رسول ﷺ کی تعریف میں نہیں آتا اور کسی فرد کو اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ قانون ہاتھ میں لے اور کسی کو قتل کر دے۔ جس کسی نے ان کو قتل کیا وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے۔ اگر سلمان تاثیر نے کوئی ایسا جملہ بولا بھی ہو جو گستاخی رسول ﷺ پر منتج ہوتا ہو اور یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کسی فرد کو قانون ہاتھ میں لے کر قتل کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اگر وہ ایسا کرے تو وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے۔“ اس بیان کے فوراً بعد ان کو مختلف مقررین اور علماء کی جانب سے دعوت مبارزت دی جانے لگی اور بعض حضرات نے حسب عادت ان کو خارج از

اسلام قرار دے دیا۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس کے جواب میں تقریباً بیس گھنٹوں پر مشتمل کئی نشستوں میں اپنی بات کی وضاحت میں خطبات ارشاد فرمائے تاہم ان کے مبارزین نے ان کی وضاحت کو کسی طور پر قبول نہ کیا اور تکفیر پر ہی مصر رہے۔

جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے زیر اہتمام کراچی کی سطح پر ہم نے اہل سنت و جماعت کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی تا کہ اس واقعہ سے متعلق سوالات اور ان کی رائے معلوم کی جا سکے۔ اس سلسلے میں بروز ہفتہ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۱ء صبح ساڑھے نو بجے ایک علمی مکالمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں ہم نے تین ممتاز علماء جناب حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل نورانی، رئیس دار الافتاء انوار القرآن، گلشن اقبال، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وسیم، مدرس دار التخصص، دارالعلوم نعیمیہ اور حضرت علامہ مفتی محمد مکرم قادری، ناظم منہاج علماء کونسل کراچی کو دعوت دی۔ ان معزز مہمانان گرامی کے علاوہ کراچی کے دیگر علماء نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی جبکہ میزبانی کے فرائض راقم نے ادا کیے۔ اس نشست میں جو سوالات علماء کے سامنے رکھے گئے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ سلمان تاثیر کے جملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲۔ کیا اس بات کا امکان ہے کہ علماء کسی بات کے کفر ہونے میں اختلاف رکھتے ہوں اور شخص معین کے مرتد ہونے میں مجتہدین کا اختلاف ہو؟

۳۔ کیا کلام مجمل اور مشکل پر تکفیر نہ کرنے والے علماء کو توہین رسالت کرنے والوں کا حامی کہا جائے گا؟

۴۔ اگر کسی آدمی کے کفر و ارتداد میں اختلاف ہے تو کیا اس کو قتل کیا جا سکتا ہے؟

۵۔ مرتد کو قتل کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟

۶۔ اگر کسی آدمی کے مرتد ہونے پر اتفاق ہو اور اس کو کوئی غیر امام بلا اذن امام

قتل کردے تو اس کی سزا کیا ہے؟

۷۔ اگر کسی آدمی کے مرتد ہونے میں اختلاف ہو اور اس کو کوئی شخص قتل کردے تو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اس قاتل کی سزا کیا ہے؟

۸۔ تکفیر کرنے کا حق کس کو ہے؟

۹۔ کیا حاکم کے ایسے شرعی فیصلے کی توہین جو قرآن وسنت کی واضح نصوص پر مبنی غیر اجتہادی ہو اور مجمع علیہ ہو، شریعت کی توہین ہے؟ جیسے زنا پر سو کوڑوں کی سزا یا رجم وغیرہ

۱۰۔ اگر کوئی توہین رسالت کی سزا کی مشروعیت کا انکار کردے یا مرتد کی سزا کا انکار کردے تو ایسے شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس انکار کے بعد اس سزا کی توہین کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۱۱۔ اگر ایسے شخص کو علماء اتمام حجت کرتے ہوئے بتادیں کہ یہ سزا اسلامی سزا ہے اس کے باوجود اس کا اس سزا کی توہین کرنے کا اور اپنی بات پر قائم رہنے کا کیا حکم ہے؟

۱۲۔ مرتد کی تعزیت کرنا کیسا ہے؟

کئی گھنٹوں پر مشتمل اس نشست کا خلاصہ سلمان تاثیر کے قتل کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ نکلا کہ تینوں مہمانان گرامی کا سلمان تاثیر کی تکفیر نہ کرنے پر اتفاق تھا جبکہ مفتی اسماعیل نورانی اور مفتی وسیم اس بات کے قائل تھے سلمان تاثیر کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی البتہ وہ فساد فی الارض کے مرتکب تھے اس لیے ممتاز قادری کو سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ انتہائی حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اس مکالمے میں شرکت کے لیے ہم آخری وقت تک کوشش کرتے رہے کہ ممتاز قادری کی حمایت کرنے والے افراد میں سے کوئی شخص آکر اپنے دلائل پیش کرے مگر ہمیں اس میں کامیابی نہ ہوسکی۔

اسی عرصے میں اس ناچیز نے **هل يقتل المسلم بالمرتد؟** کے نام سے ایک رسالہ محترم ومکرم حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی رائے کے بر خلاف تحریر کیا جس میں ان کے موقف سے علمی بنیادوں پر نفس مسئلہ میں ادب کے ساتھ اختلاف کیا جسے بالخصوص منہاج القرآن کی طرف سے تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ایک خط ہمیں لاہور سے موصول ہوا جس میں ڈاکٹر صاحب سے اختلاف کے ہمارے انداز کو پسند کیا جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اختلاف کرنا ہمارا علمی حق سمجھا تاہم نفس مسئلہ میں ڈاکٹر صاحب کا صحیح یا غلط ہونا اپنی جگہ باقی ہے۔ اس رسالے کے مقدمے میں ہم نے علماء سے یہ گزارش کی ملک تباہی اور بربادی سے دوچار ہے۔ اس مسئلے کو طول دینے کے بجائے اس سے متعلقہ مسائل کے بارے میں جلد از جلد قوم کو حق سے آگاہ کیا جائے نیز ہم نے یہ بھی تحریر کیا "یہاں ہم تنظیم المدارس کے صدر محترم ومکرم مفتی منیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بھی یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ نے ایک ٹی وی چینل میں گورنر پنجاب کے قتل کے بارے میں فرمایا: "یہ واقعہ افسوس ناک ہے اور متاثرہ خاندان کے ساتھ میں تعزیت کرتا ہوں"۔ اگر آپ کے نزدیک شخص مذکور مسلمان تھا تو آپ کو دعائے مغفرت کرانی چاہیے اور اگر آپ مذکورہ شخص کے ارتداد کے قائل ہیں تو مرتد کی تعزیت کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ آپ کی تعزیت کے بعد سے مسئلہ مزید پیچیدہ ہوگیا ہے برائے مہربانی اس افتراق وانتشار کی فضا میں اپنے موقف کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے قوم کو اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمائیں کیونکہ آپ قوم کے مقتداء عالم دین ہیں اور آپ کی بات کو اہمیت دی جاتی ہے تاکہ یہ مسئلہ بڑھنے کے بجائے اپنے اختتام کو پہنچے"۔

حضرت قبلہ مفتی صاحب مدظلہ نے راقم کو مرتد کی تعزیت کے عدم جواز پر دلائل واضح کرنے کا حکم فرمایا۔ اللہ رب العزت کی دی ہوئی توفیق سے راقم نے ایک رسالہ "کیا مرتد کے قتل کیے جانے پر اس کی تعزیت اور تاسف کا اظہار کرنا جائز ہے؟" تحریر کیا

جو اہل سنت و جماعت کے مختلف رسائل و جرائد کی زینت بنا۔ ہمارے مذکورہ بالا دونوں رسائل کی نشر و اشاعت کے بعد کسی کم ہمت گمنام صاحب نے راقم کو ''زمرۂ کافرین'' میں شمار کرتے ہوئے ہماری اصول تکفیر کی کتاب ''حرمت تکفیر مسلم'' اور ان رسائل کے حوالے سے چند ایسی باتیں ہماری طرف منسوب کیں جو ہم نے کسی مقام پر تحریر نہیں کیں۔

ممتاز قادری کو عدالت کی طرف سے دو بار سزائے موت اور دو لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔ یہ فیصلہ پرویز علی شاہ نے ہفتے کے دن یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو سنایا۔ ممتاز قادری نے اپنی موت کے حکم نامے کو مسکراہٹ کے ساتھ حاصل کیا اور کہا ''الحمد للہ رب العالمین''۔ ممتاز قادری کو سات روز میں اس فیصلے کے خلاف اپیل کا حق تھا جسے بعض اکابر علماء کے مشورے پر قبول کر لیا گیا اور تاحال یہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ سلمان تاثیر کے قتل کی شرعی حیثیت پر محقق العصر استاذ العلماء مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ نے ایک مبسوط تفصیلی فتویٰ جنوری ۲۰۱۲ء میں تحریر فرمایا جس میں سلمان تاثیر کو توہین رسالت اور استخفاف شریعت کا مرتکب قرار دیتے ہوئے مرتد قرار دیا گیا اور بتایا گیا کہ شرعاً ممتاز قادری کی سزا مرتد کے قتل پر موت نہیں ہو سکتی۔ اس فتویٰ کی تصدیق جناب حضرت علامہ مفتی خادم حسین رضوی، حضرت علامہ غلام محمد سیالوی، حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی، حضرت علامہ مفتی رفیق الحسنی، حضرت علامہ راغب حسین نعیمی، حضرت علامہ محمد رمضان سیالوی کے علاوہ پاکستان کے دیگر کئی ایک علماء نے بھی کی جس میں دیگر مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی شاہد عبید، امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، مفتی ابو عمار زاہد الراشدی اور جامعہ منصورہ کے شیخ القرآن والحدیث مولانا عبد المالک بھی شامل ہیں۔ ممتاز قادری کی تائید میں ایک فتویٰ یمن سے بھی جاری کیا گیا ہے۔ یہ فتویٰ کئی ایک علماء کے سامنے پیش کیا گیا مگر تعجب کی بات یہ

ہے کہ وہ حضرات جو عمل تکفیر میں سرعت سے کام لیتے ہیں اور اس کام میں کافی شہرت بھی رکھتے ہیں اس کی تائید میں پس و پیش سے کام لے رہے ہیں۔ ملک کے مشائخ اور علماء نے ممتاز حسین قادری کی بھرپور حمایت کی ہے۔ جن میں حضرت پیر سید حسین الدین شاہ صاحب، حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب، حضرت پیر سید عبد القادر جیلانی صاحب، حضرت پیر نقیب الرحمٰن صاحب، حضرت پیر اعجاز الدین سہروردی صاحب، حضرت پیر سید امین الحسنات صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں علماء اور مشائخ جنہوں نے ممتاز قادری کی حمایت کی، ان کی تفصیل مفتی حنیف قریشی صاحب کی کتاب ''محافظ ناموس رسالت، غازی ممتاز حسین قادری'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت پیر سید امین الحسنات صاحب مدظلہ نے برمنگھم میں علماء و مشائخ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''آج اگر قائد اعظم اور علامہ اقبال زندہ ہوتے تو غازی علم الدین شہید کی طرح ممتاز قادری کا کیس خود لڑتے۔۔۔۔۔ ہم کل بھی ممتاز قادری کی پشت پر تھے اور آج بھی ان کے ساتھ ہیں۔ ممتاز قادری اور ان کے خاندان کے لیے ہماری صلاحیتیں اور وسائل وقف ہیں۔'' (کاروان قمر، دسمبر ۲۰۱۱ء، ص: ۶۹۔۷۰)

حال ہی میں دعوت اسلامی کے امیر محترم و مکرم جناب پیر طریقت حضرت مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی کی جانب سے بھی ایک بیان سامنے آیا جسے یوٹیوب پر دیکھا جا سکتا ہے:

> ''ہم اپنے ہاتھ میں قانون نہیں لیتے۔ قانون ہاتھ میں لینا ہمارا کام نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے واقعی چوری کی ہے تو اسے پکڑ لو مگر ہم ایک انگلی بھی اس کو مار نہیں سکتے۔ آپ اس کو پکڑ کر تھانے میں بند کروا دیں۔

اسی طرح کوئی کیسا ہی جرم کرے چاہے مثلاً وہ سرکار کی گستاخی ہی کر لے،معاذ اللہ،اس کو بھی خود قتل کر دینا شریعت میں اس کی اجازت تھوڑی ہے۔ بہار شریعت پڑھیں آپ اور فتاویٰ رضویہ پڑھیں۔قاضی اسلام پہلے اس کو قید کرے گا، پھر اس پر اسلام پیش کرے گا،توبہ کے لیے اس کو سمجھایا جائے گا۔علماء اس کو سمجھائیں گے۔توبہ کے لیے سمجھائیں گے۔اگر یہ نہیں مانتا اور واقعی گستاخ رسول ہے،اول تو ہو گستاخ رسول۔اب ادھر تو بات بات پر گستاخ رسول بول دیتے ہیں۔ جس کی جو سمجھ میں آتا ہے گستاخ رسول ہے۔میرے پاس تو آتے ہیں کہ ہمارا تو سارا گاؤں ہی گستاخ رسول ہے۔ارے اللہ کے بندے سو سال کی بڑھیا بھی گستاخ رسول اور دودھ پیتا بچہ بھی گستاخ رسول۔کیا بول رہے ہو بھئی کچھ تو ہوش کرو یار۔تمہارے گاؤں میں کوئی چھوٹا بچہ بھی تو ہوگا،کوئی بڈھا بھی تو ہوگا بے چارہ۔جو نمازیں پڑھتا ہوگا۔اللہ اللہ کرتا ہوگا۔اس کو بھی گستاخ رسول بنا دیا۔تو یہ جاہلوں کی بولیاں ہیں جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔تو اگر ہو کوئی واقعی گستاخی رسول تو ہمیں اجازت نہیں کہ ہم اس پر مار دھاڑ کر دیں۔ہم قانون کے حوالے کر دیں۔اگر آپ نے قانون ہاتھ میں لیا تو قانون آپ کو پکڑ لے گا۔اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔"

اپنے ایک اور بیان میں آپ نے فرمایا:

"جو چاہے نمازی ہو،تہجد گزار ہو اور کیسا ہی پرہیز گار ہو،اگر وہ واقعی سرکار نامدار ﷺ کی گستاخی کی تو اب وہ مرتد ہوگیا اسلام سے خارج ہوگیا اور وہ واجب القتل ہوگیا۔قاضی کو چاہیے حاکم کو چاہیے کہ اس کو

وہ قتل کر دے۔حاکم اسلام کا کام ہے کہ اس کو سزا دے اور قتل کر دے۔جیسے اب ہمارا ملک ہے۔الحمد للہ۔جیسا کہ اسلام کا قانون گستاخ رسول کے لیے ہے یہاں بھی یہی قانون ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔تو اگر کوئی گستاخ رسول پکڑا جائے اور اس نے واقعی گستاخی کی تو ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس کو حکومت کے حوالے کریں اور قانون کو چاہیے کہ اس گستاخ رسول کو کیفر کردار تک پہنچائے۔اب اگر ایسے میں کوئی محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر،عشق رسول ﷺ سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھ میں قانون لے لیتا ہے اور کسی گستاخ رسول کو قتل کیفر کردار تک پہنچا دیتا ہے اور مار دیتا ہے تب بھی حکم شرعی یہی ہے اس کے لیے وہ سزا ہی نہیں ہے جیسے کہ کوئی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کو مطلب سزا دی جاتی ہے،قصاص لیا جاتا ہے۔ایسے سزا نہیں،گستاخ رسول کو کوئی عام مسلمان بھی مار دے اور اپنے ہاتھ میں قانون لے لے اس کو مار دے تو اس پر شریعت اسلامیہ میں اس طرح کی سزائیں نہیں ہیں کہ مطلب جو عام آدمی کے قاتل پر ہے۔کیونکہ اس نے مسلمان کو نہیں مارا بلکہ گستاخ رسول کو مارا ہے۔البتہ چاہیے یہی تھا کہ اپنے ہاتھ میں قانون نہ لیا جاتا۔قانون نافذ کرنے والوں کے ذریعے اس کو سزا دی جاتی۔کیونکہ اپنے ہاتھ میں قانون لینے سے بہر حال مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔جس کو ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے۔"

ہم نے سابقہ اوراق میں قارئین کے سامنے مسئلہ قانون توہین رسالت اور سلمان تاثیر کے قتل کے حوالے سے چند ایک باتیں پیش کی ہیں جن کا براہ راست تعلق

ہمارے تجربے، مشاہدے یا معلومات سے ہے۔ اس پورے واقعے کا بغور تجزیہ کرنے کے بعد ہم نے کچھ نتائج حاصل کیے جن کو ہم قارئین کے سامنے بھی پیش کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ علماء کو چاہیے کہ وہ پاکستان میں قومی سطح پر فوری طور پر اہل علم وحلم، امانت دار، اہل نظر، تجربہ کار اور سنجیدہ حضرات پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیں جو ہر پیش آمدہ مسئلہ میں قوم کو اسلامی ہدایت فراہم کرسکیں تاکہ غیر سنجیدہ افراد کو جرات نہ ہو سکے کہ وہ کسی قومی مسئلے پر اپنی تقاریر اور فتاویٰ سے انتشار پیدا کریں۔

۲۔ علماء کو چاہیے کہ پاکستان میں اہل اسلام کے مابین تکفیر کے سلسلے کو بند کریں اور تکفیر اہل اسلام پر توجہ دیں اور اگر کبھی احقاق حق اور ابطال باطل کا موقع ہو تو سنجیدگی کے ساتھ قوم کو تذبذب اور انتشار میں مبتلا کرنے کے بجائے فوری طور پر اس کا حل پیش کریں۔

۳۔ فتویٰ کسی مفتی کی رائے ہوتا ہے۔ اس پر ایمان لانے کا مکلف کسی دوسرے کو نہیں بنایا جاسکتا۔

۴۔ اہل علم حضرات کا کسی کی رائے سے اختلاف کرنا ان کا علمی حق ہے۔ علمی بنیادوں پر کیے گئے اختلاف کو تحمل وتامل کے ساتھ سننا چاہیئے اور جہاں حق نظر آئے اسے فوری طور پر قبول کر لینا چاہیئے۔ یہی ''ادب الحق'' ہے۔

۵۔ بعض مشہور و معروف اکابر علماء سینکڑوں علماء کی رائے کے خلاف سلمان تاثیر کی تکفیر کے قائل نہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر علماء کو چاہیے کہ ''من شك فی کفرہ و عذابه کفر'' کی بیان کردہ اپنی تشریح پر غور کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمام اہل پاکستان ہی اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائیں۔

۶۔ پاکستان کے قانون توہین رسالت اور حدود آرڈیننس وغیرہ کا شریعت کی روشنی میں از سر نو جائزہ لیا جائے تاکہ ان قوانین کو مکمل طور پر شرعی بنایا جاسکے۔

۷۔ ضابطۂ قانون و ادب القاضی کا بھی بھرپور تجزیہ کیا جائے اور اس کے سقم اور انتظامی خرابیوں کو دور کیا جائے تاکہ کسی مظلوم کو سزا نہ مل سکے اور کوئی ظالم بچ نہ سکے۔ توہین رسالت کے تمام واقعات کو خصوصی شرعی عدالتوں میں سنا جائے تاکہ شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہی کسی مسئلے کا فیصلہ کیا جاسکے۔ غیر شرعی عدالتوں میں شرعی حکم کا نفاذ کما حقہ ممکن نہیں ہوگا۔

پیش نظر کتاب میں راقم کے درج ذیل چار رسائل کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے:

۱۔ جاوید احمد غامدی کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ

۲۔ توہین رسالت کی سزا قرآن وسنت اور بائبل کی روشنی میں

۳۔ هل يقتل المسلم بالمرتد؟ کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟

۴۔ مرتد کے قتل پر تعزیت وافسوس کا شرعی حکم

راقم یہاں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ یہ تمام مضامین اس ناچیز نے اپنے استاذ محترم شامیٔ دوراں حضرت مفتی سید شاہ حسین گردیزی اطال اللہ عمرہ کی زیر نگرانی تحریر کیے ہیں۔ اس ناچیز کو ۲۰۰۴ء میں جامعہ علیمیہ سے فراغت کے بعد سے تاحال آپ کی خدمت میں بحیثیت ایک ادنیٰ طالب علم زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف رہا ہے۔ یہ آپ ہی کی حکیمانہ اور مشفقانہ توجہ کا نتیجہ ہے کہ انتہائی اہم اور دقیق مسائل پر قلم اٹھانا اس فقیر کے لیے ممکن ہوا۔ اللہ رب العزت آپ کو اپنی شان کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

ہم امید کرتے ہیں کہ اہل علم حضرات تحمل و تامل سے ان کا مطالعہ کرتے ہوئے ان سے ضرور محظوظ ہوں گے۔ آخر میں عاجز جناب حضرت علامہ مفتی سید عظمت شاہ گیلانی صاحب کا انتہائی شکر گزار ہے جنہوں نے ان تمام رسائل کو ایک کتاب کی صورت میں طبع کروانے میں معاونت فرمائی۔ آپ بھی ممتاز قادری کی بھرپور حمایت

کرنے والوں میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری تمام کاوشوں کو اپنی اور اپنے حبیب مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی رضا کے حصول کا سبب بنائے۔ آمین

عمیر محمود صدیقی
جامعہ علیمیہ اسلامیہ
۳ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
۲۴ مئی ۲۰۱۲ء
btm1432@gmail.com

پہلا باب:

هل يقتل المسلم بالمرتد؟

مقدمہ

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جس نے ہمیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا اور بے شمار درود وسلام حضور نبی کریم ﷺ پر جن کے لیے اس کائنات کو تخلیق کیا گیا اللہ رب العزت ہمارے قلوب کو رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق سے منور فرمائے۔ امین!

کچھ عرصہ قبل سے پاکستان کے علمی اور غیر علمی حلقوں میں قانون توہین رسالت زیر بحث ہے۔ اس میں مزید شدت اس وقت آئی ہے جب شہنشاہ خطابت، تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قائد حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب مدظلہ العالی نے ایک نجی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے جو کچھ کہا وہ ان کے نزدیک اہانت رسول ﷺ کی تعریف میں نہیں آتا اور کسی فرد کو اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ قانون ہاتھ میں لے اور کسی کو قتل کردے۔ جس کسی نے ان کو قتل کیا وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے۔ اگر سلمان تاثیر نے کوئی ایسا جملہ بولا بھی ہو جو گستاخی رسول ﷺ پر منتج ہوتا ہو اور یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کسی فرد کو قانون ہاتھ میں لے کر قتل کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اگر وہ ایسا کرے تو وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کے چند دن بعد ہی عدالت نے ممتاز قادری کو سزائے موت سنادی۔ دیگر علماء کی طرف سے آپ کو شدید رد

عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نازک مسئلے میں جہاں اہل علم اپنے قلم کی جولانی اور زبان کی روانی سے ناموس رسالت کا تحفظ کر رہے ہیں وہاں کچھ غیر اہل علم حضرات بھی اپنی جذباتی، غیر مدلل اور خطیبانہ گفتگو کے ساتھ اس بحث میں شامل ہو گئے اور اپنی عادت کے مطابق تکثیر اہل اسلام کے بجائے تکفیر اہل اسلام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جب ان کی ''عالمانہ'' تحقیق کے مطابق کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے تو پھر وہ ان کے نزدیک اتنا ''قطعی'' کافر ہو جاتا ہے کہ جو شخص اس کافر سے ملاقات کرے یا اس کی بات سنے یا اس کو دیکھے یا لین دین کرے یا اس کو کافر نہ مانے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ عمل تکفیر کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں شاید چند افراد کے علاوہ دنیا میں کوئی شخص مسلمان باقی نہیں بچتا اور انی مکاثر بکم الامم کی بشارت پر عمل ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ وہ افراد جن کا علم اور عمل انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسئلہ اکفار میں کسی مسئلہ کو بیان کریں انہیں فقہاء کرام فتویٰ نہ لکھنے کی سخت نصیحت فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱) آپ سلمان تاثیر کے کفر اور ارتداد کے قائل نہیں ہیں۔

۲) آپ کے نزدیک اس شخص کو قتل کرنے والا قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے جو اپنی انفرادی حیثیت میں امام، قاضی یا سلطان کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص کو قتل کر دیتا ہے جس کے ارتداد میں فقہاء کا اختلاف ہو یا تمام فقہاء اس کے مرتد ہونے پر متفق ہوں۔ غرض یہ کہ بہر صورت اسے قانون ہاتھ میں لینے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اگرچہ مقتول کے مرتد ہونے پر اتفاق ہو۔

ڈاکٹر صاحب کا رویہ انتہائی لائق ستائش ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں ان کی جو بھی رائے تھی چاہے کوئی اس سے اتفاق کرے یا اختلاف، اس کا برملا اظہار کیا اور پھر اپنے موقف کی وضاحت میں پہلی نشست میں پانچ گھنٹوں پر مشتمل ایک طویل خطاب

کیا۔ اس خطاب میں انہوں نے تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے اپنی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ

وہ کون سے کلمات ہیں جن سے کوئی مسلمان نعوذ باللہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

وہ کون سے کلمات ہیں جو توہین رسالت کی تعریف میں آتے ہیں۔

تکفیر میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔

فقہاء کے کتنے طبقات ہیں اور کس کو تکفیر کرنے کا حق حاصل ہے۔

فقہاء کا کسی کلام کے توہین رسالت قرار پانے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

کسی کلام کے مجمل، مشکل یا محتمل ہونے کی وجہ سے کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔

اس خطاب کے اختتام میں چند انتہائی اہم حوالہ جات ڈاکٹر صاحب نے پیش فرمائے جن میں حضرت قاضی عیاض مالکیؒ کی کتاب ''الشفاء'' کی یہ عبارت بھی تھی:

ان یاتی من الکلام بمجمل یلفظ من القول بمشکل یمکن حمله علی النبی ﷺ و علی غیره او یتردد فی المراد به من سلامته من المکروه او شره فههنا متردد النظر و حیرة العبر و مظنة اختلاف المجتهدین و وقفة استبراء المقلدین۔

(الشفاء، ج:۲، ص:۲۲۳)

اہل علم حضرات کا اہل حلم ہونا ضروری ہے تاکہ وہ دوسرے کی بات کو تحمل اور تامل کے سنیں اور اگر کسی بات سے اختلاف ہو تو دلائل کی بنیاد پر اختلاف کریں۔ کسی شخص کا تحقیق کے بعد ایک رائے کو اختیار کرنے کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ وہ اس رائے پر

ایمان لانے کا دوسروں کو اس پر مکلف بنا دے کہ جو اس سے متفق نہ ہو وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہو جائے گا. جب دلائل کے ساتھ سنجیدہ تحقیق کی طرف بڑھا جاتا ہے تو علم کے بحر ذخار سے بہت سے موتی ہاتھ آتے ہیں اور پھر اہل علم اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہم اس حوالے سے حضرت ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی خدمت سامیہ میں عرض گزار ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض فقہاء کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو سکتا ہے اس کا زیادہ امکان بالخصوص اس وقت ہوتا ہے جب شخص معین کے مرتد ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے آپ کی رائے کے مطابق توہین رسالت نہیں کی تو اس اختلاف کی گنجائش ہے تاہم دیگر علماء کا آپ کے برخلاف رائے رکھنا بھی ان کا حق ہے۔ یہاں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر کسی شخص معین کے بارے میں بعض علما کی رائے یہ ہو کہ اس شخص نے اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب نہیں کیا تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اس پر گستاخ رسول ﷺ کا حامی ہونے کا الزام لگا دیا جائے۔

ہماری رائے میں ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ اگر کوئی ایسا جملہ بولے جو گستاخی رسول ﷺ پر منتج ہو اور یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کسی فرد کو قانون ہاتھ میں لے کر قتل کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اگر وہ ایسا کرے تو وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے، درست نہیں ہے۔ پیش نظر رسالے میں ہم نے اس مسئلے پر دلائل کے ساتھ اپنی بات کو واضح کیا ہے۔ کسی شخص کا اگر مرتد ہونا یا اہانت رسول ﷺ کا مرتکب ہونا ثابت ہو جائے اور علما اس کے ارتداد پر متفق ہوں تو اس کو قتل کرنا یقیناً امام وقت، قاضی یا سلطان کا کام ہے۔ کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ قانون ہاتھ میں لیتے ہوئے اس شخص کو قتل کر دے تاہم اگر کسی فرد نے امام پر سبقت کرتے ہوئے امام کی اجازت کے بغیر اس کو قتل کر دیا تو اسلامی قانون کے مطابق ایسے شخص کی سزا

موت نہیں دی جا سکتی۔ ڈاکٹر صاحب کے طویل خطاب اور بیانات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ شخص مذکور کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں اور کیونکہ اس شخص کے کلام کے مجمل، مشکل اور محتمل ہونے اور اس کے کفر میں علما کے اختلاف ہونے کی وجہ سے اس شخص کو مرتد قرار دے کر قتل نہیں کرنا چاہیے تھا اسی لیے شخص مذکور کا قتل کیا جانا ناحق ہے۔ ہماری اس سلسلے میں علماء سے یہ گزارش ہے کہ اگر کسی شخص کے کفر و ارتداد میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس شبہ کی وجہ سے اسے قتل کرنے والے شخص کو قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے آپ کسی شخص مذکور کی تکفیر کے قائل ہیں یا نہیں دونوں صورتوں میں اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اسے قتل کرنے والے شخص کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ گزشتہ صفحات میں قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب کے اختتام میں پیش کیا ہم ڈاکٹر صاحب کی توجہ شفاء شریف کی اس سے اگلی عبارت کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں جس میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ان یاتی من الکلام بمجمل یلفظ من القول بمشکل یمکن حمله علی النبی ﷺ و علی غیره او یتردد فی المراد به من سلامته من المکروه او شره فههنا متردد النظر و حیرة العبر و مظنة اختلاف المجتهدین و وقفة استبراء المقلدین لیهلك من هلك عن بینة و یحی من حی عن بینة فمنهم من غلب حرمة النبی ﷺ و حمی حمی عرضه فجسر علی القتل و منهم من عظم حرمة الدم و درأ الحد بالشبهة لاحتمال القول و قتل المؤمن من الموبقات۔ (الشفاء، ج:۲،ص:۲۲۳)

قاضی عیاض کے مطابق اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو مجمل یا مشکل ہو اور اس کے معنی میں خفا پایا جاتا ہو اور اس کو ایک وقت میں نبی کریم ﷺ اور کسی اور پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کی مراد میں تردد و شک ہو تو اس مقام پر مجتہدین کا اختلاف ہوتا ہے اور ان مجتہدین کے مقلدین کو چاہیے کہ وہ توقف کریں یہاں تک کہ ان کے امام کی بات ان پر واضح ہو جائے۔ تا کہ جس کی تکفیر کا حکم دیا جائے اور قتل کیا جائے وہ دلیل کی بنیاد پر ہو اور اسی طرح سے جو زندہ رہے وہ بھی کسی ظاہر دلیل کی بنیاد پر ہو۔ پس اس مسئلے میں ان مجتہدین میں سے بعض وہ ہیں وہ جو حرمت نبی ﷺ کو غالب کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کرتے ہیں وہ ایسے شخص کے قتل کا اقدام کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو انسانی خون کی حرمت کی تعظیم کرتے ہیں وہ قتل کی جسارت نہیں کرتے اور حد کو شبہ اور قائل کے قول کے احتمال اور اس وجہ سے ساقط کرتے ہیں کہ مومن کا قتل مہلکات میں سے ہے۔

قاضی عیاض کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کلام محتمل، مجمل یا مشکل ہو اور کلام کو ایک وقت میں توہین رسالت اور اہانت رسول نہ ہونے پر محمول کیا سکتا ہو تو اس صورت میں بھی وہ مجتہدین جن پر حرمت نبی ﷺ غالب ہو وہ قتل کے قائل ہیں۔ پس مجتہدین کے مابین اس مسئلے میں اختلاف اور شبہ کی وجہ ایسے شخص کے قاتل کو قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ ہم یہاں ڈاکٹر صاحب کی کتاب تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں سے چند ایک اقتباسات نقل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

۱) کوئی ایسا لفظ جس سے آقادو جہاں ﷺ کی ادنی سی گستاخی و بے ادبی کا شائبہ متکلم یا سامع کے ذہن میں پیدا ہو، اس کا استعمال بھی حرام ہے۔

(تحفظ ناموس رسالت، ص:۹۵)

۲) غرضیکہ محض بطور وہم کے بھی جس میں تحقیر اور توہین کا پہلو پایا جائے تو ایسا لفظ شان رسالت مآب ﷺ میں بولنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس لفظ کے استعمال سے اہانت و توہین و تنقیص و تحقیر کی نیت بھی نہ رکھتا ہو۔

(تحفظ ناموس رسالت، ص:۹۷)

۳) تنقیص و تحقیر رسالت مآب ﷺ خواہ عمداً ہو خواہ سہواً قصداً ہو یا غیر ارادی طور پر اس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دینے سے دین و ایمان کی بقاء ہے۔

(تحفظ ناموس رسالت، ص:۹۸)

۴) یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ لفظ صحیح المعنی اور مفہوم تھا صرف ایک معنی و مفہوم اس کا ایسا تھا جس سے اہانت و توہین کا وہم و شائبہ پیدا ہو سکتا تھا اس لیے اللہ رب العزت نے مطلقاً ایسے لفظ کو حضور ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرنے کو حرام قرار دے دیا اس سے یہ بات متحقق ہو گئی کہ ایسا لفظ جو کسی طبقے کے ہاں صحیح اور درست معنی رکھتا ہو مگر دوسرے طبقے کے ہاں تنقیص و تحقیر اور تضحیک و اہانت کے معنی میں استعمال ہو تو اسے شان رسالت مآب ﷺ میں استعمال کرنا، نا صرف بے ادبی و گستاخی ہے بلکہ کلیتاً اس کا استعمال ہی حرام ہے اور اس کا ارتکاب کفر و گمراہی کا باعث ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت، ص:۱۰۲)

۵) وہ الفاظ جن کے استعمال سے گستاخی و اہانت کی ہلکی سی بو آئے ان کو شان رسالت مآب ﷺ میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت، ص:۱۰۳)

۶) بایں وجہ کوئی فرد بشر سرور کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرے اس فعل کا کسی بھی امتی یا اسلامی ریاست کو پتا چل جائے اور وہ بغیر قیام حد کے اس کو معاف کر دے تو یہ حسن خلق ہرگز نہ ہو گا بلکہ از روئے شرع یہ عمل بے حمیتی اور بے غیرتی متصور ہو گا۔ (تحفظ ناموس رسالت، ص:۱۹۸)

۷) آقادو جہاں ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اہانت و تنقیص کا مرتکب خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس کا خون رائیگاں جائے گا اس بے ادب و گستاخ کے قاتل پر قصاص و

دیت اور تعزیر کچھ بھی نہ ہوگا کیونکہ وہ حداً مارا جا رہا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے جو حد الٰہی کے قیام سے مارا گیا اس کے خون پر قصاص و دیت کچھ بھی لازم نہیں اس کا خون باطل اور رائیگاں جائے گا۔ (تحفظ ناموس رسالت، ص: ۲۴۲)

۸) غرضیکہ پہلے دونوں کیسوں (Cases) میں آقائے دو جہاں ﷺ نے بحیثیت سلامی ریاست کے حاکم وقت (Head of the States) کے کچھ افراد کو مامور کر کے اپنے گستاخوں کو قتل کروایا جبکہ آخری دو کیسوں میں صحابہ کرام نے گستاخان رسول ﷺ کو قتل کیا۔ معاملہ ہر کیس میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا آپ ﷺ نے مقتولوں کو گستاخی اور اہانت کے سبب ان کے خون باطل قرار دیئے۔ یعنی ان کے قتل پر کسی قسم کا قصاص و دیت نہ لی جائے گی۔ ان کا خون رائیگاں اور بے سود تصور کیا جائے گا۔

(تحفظ ناموس رسالت، ص: ۲۴۳)

ڈاکٹر صاحب کے حالیہ موقف اور کئی سال قبل لکھی جانے والی اس کتاب کی تحریر میں موجود تضاد کس طرح دور ہو سکتا ہے اس کا بہتر جواب ڈاکٹر صاحب ہی دے سکتے ہیں۔ مسئلہ اکفار اور توہین رسالت و ارتداد کے حوالے سے پیش نظر رسالے کے علاوہ مزید تفصیل کے لیے ہماری درج ذیل تین کتابوں کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا۔

۱۔ حرمت تکفیر مسلم
۲۔ جاوید احمد غامدی کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی تجزیہ
۳۔ توہین رسالت کی سزا قرآن و سنت اور بائبل کی روشنی میں

آخر میں ہم تمام علماء کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ پاکستان کو اس وقت داخلی اور خارجی جنگ کا سامنا ہے۔ قوم خارجی حملوں اور دشمنان اسلام و پاکستان کے خلاف متحد ہو گئی تھی لیکن عدالت کے اس فیصلے نے ہمارے اندر پھر افتراق پیدا کر دیا۔ قانون توہین

رسالت میں ترمیم کا مسئلہ آہستہ آہستہ سیاسی بنتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ سیاسی تکفیر کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ سیاسی بیان بازی اور باہمی تکفیر کے بجائے قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل کی وضاحت فوری طور پر ایک نشست میں کر کے قانونی طور پر شرعی عدالت میں اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ خارجی قوتوں کی کوشش یہ ہے کہ قوم کسی طور پر بھی ان کے خلاف متحد نہ ہو سکے اور باہمی جھگڑوں اور مسائل میں اس قدر الجھ کر رہ جائے کہ وہ دشمن کے اقدامات سے مکمل طور پر غافل ہو جائیں۔ ہمارے سامنے بغداد کے سقوط اور اندلس کی تباہی کی مثالیں موجود ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اسی طرح مسائل میں ایک دوسرے کی گردن زنی کرنے پر تلے ہوئے ہوں اور ہمارا حال بھی بغداد کی طرح ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اجتماعی غلطیاں کبھی معاف نہیں فرماتا۔ اس مسئلہ کو مزید طول دینے کے بجائے فوری طور پر اختتام تک پہنچائیں اور غیر اہل علم حضرات جذباتی بیانات سے پرہیز کریں تاکہ قوم مزید انتشار و افتراق سے بچ سکے۔ ہر بنیاد پر ہمارے اندر موجود افتراق کو ہوا دے کر خانہ جنگی کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ کی طرف سے وبائی امراض، سیلاب، طوفان، آندھیوں اور زلزلوں کے ذریعے مسلسل ہمیں تنبیہ کی جا رہی ہے۔ امت کو پیش آمدہ خطرات سے آگاہ کریں اور مسجد و منبر سے قوم کو توڑنے کے بجائے جوڑنے کی کوشش کریں۔ اللہ رب العزت اہل اسلام کو خواب غفلت سے بیدار فرمائے۔ امین۔ یہاں ہم تنظیم المدارس کے صدر محترم و مکرم مفتی منیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بھی یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ نے ایک ٹی وی چینل میں گورنر پنجاب کے قتل کے بارے میں فرمایا: ''یہ واقعہ افسوس ناک ہے اور متاثرہ خاندان کے ساتھ میں تعزیت کرتا ہوں۔'' اگر آپ کے نزدیک شخص مذکور مسلمان تھا تو آپ کو دعائے مغفرت کرانی چاہیے اور اگر آپ مذکورہ شخص کے ارتداد کے قائل ہیں تو مرتد کی تعزیت کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ آپ کی تعزیت کے بعد سے مسئلہ مزید پیچیدہ ہو گیا ہے برائے مہربانی اس

افتراق وانتشار کی فضا میں اپنے موقف کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے قوم کو اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمائیں کیونکہ آپ قوم کے مقتداء عالم دین ہیں اور آپ کی بات کو اہمیت دی جاتی ہے تاکہ یہ مسئلہ بڑھنے کے بجائے اپنے اختتام کو پہنچے۔

ہم نے علمی بنیادوں پر مسئلہ کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ اس تحریر کو تحمل وتامل کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس مسئلے کو مزید طول دینے اور سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے بجائے قوم کو حقائق سے آگاہ کرتے ہوئے دشمن کے خلاف بنیان مرصوص بنانے کی سعی کی جائے گی۔

عمیر محمود صدیقی
۱۹ اکتوبر ۲۰۱۱ء
btm1432@gmail.com

هل يقتل المسلم بالمرتد؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کی لاتعداد مخلوقات میں سے سب سے اعلیٰ واشرف انسان ہے۔ جب اللہ رب العزت نے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین پر اپنی امانت کو پیش فرمایا تو اپنی وسعت، صلابت اور پھیلاؤ کے باوجود انہوں نے اس امانت کے بارِ گراں کو اٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ ان میں اللہ کی صفات کا مظہر بننے اور خلافت کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت اور استعداد نہیں تھی۔ دریاؤں کی روانی، سمندروں میں طغیانی، چاند کی نورانیت، سورج کی حرارت، ہواؤں کا چلنا، پھولوں کی خوشبو، پرندوں کی چہچہاہٹ، کائنات کے رنگ، یہ سب کچھ انسان کے لیے بنایا گیا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ (البقرۃ ۲:۲۹)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا''۔

انسان کی جان، مال، نسب، عزت اور دین کی عصمت وحفاظت کے لیے اللہ رب العزت نے حدود وقصاص کے قوانین عطا فرمائے ہیں۔ قرآن حکیم نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے اور اسی طرح ایک انسانی جان بچانا تمام انسانیت کو زندہ کرنے کے مترادف ہے۔ اگر یہی انسان معاشرے میں بدامنی اور فساد پھیلانے کا باعث بنے اور دوسروں کی جان، مال، عزت وآبرو اس سے محفوظ نہ رہ سکیں تو اللہ کے قانون کے مطابق ایسا شخص سزا کا مستحق ہے۔ قصاص میں قتل کرنا، چوری پر ہاتھ کاٹنا، تہمت لگانے پر اسی کوڑے لگنا، زنا پر سو کوڑے یا رجم کی سزا کا ملنا یہ تمام اللہ رب العزت کی مقرر کردہ سزائیں ہیں۔ بظاہر ایک شخص کو قصاص میں قتل

کر کے اس کی جان کو تلف کر دیا جاتا ہے لیکن قرآن حکیم کے مطابق اس میں زندگی ہے اور جو اللہ کے عطا کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالم، فاسق اور اللہ سے اعراض کرنے والا ہے۔

ہر قانون ساز اسمبلی اپنے ملک میں امن و امان کو قائم کرنے کے لیے قانون سازی کرتی ہے اور باغیوں، دہشت گردوں اور مفسدوں کو عبرتناک سزا دیتی ہے تاکہ دیگر مجرمین کی حوصلہ شکنی ہو اور پھر کوئی اس جرم کا ارتکاب نہ کر سکے۔ جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کر لے یا ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کر دے یا شریعت کی توہین کرے تو ایسا شخص مرتد ہے اس کی سزا اسلامی قانون کے مطابق ''موت'' ہے۔ پیش نظر مضمون کا مقصد دو باتوں کی وضاحت کرنا ہے۔ پہلی بات یہ کہ شریعت اسلامیہ کی توہین، استخفاف واستہزا بھی توہین رسالت کی طرح کفر ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ ہم اس سوال کا جواب بھی تلاش کریں گے کہ کیا مرتد کے بدلے کسی مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے؟ اگر قارئین مرتد کی سزا اور اصول تکفیر کے حوالے سے دلائل واصول کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو فقہ اسلامی کے گزشتہ شماروں میں راقم کے تحریر کردہ مقالوں کا مطالعہ فرمائیں۔

ایمان وکفر

اللہ رب العزت کی عطا کردہ تمام نعمتوں میں سے سب سے عظیم نعمت ''ایمان'' ہے اور یہی اللہ رب العزت کے نزدیک دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کا راستہ اختیار کر لے اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد کر دیئے جاتے ہیں اور کفر ہی کی حالت میں مرنا اس کو ابدی عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی کامیابی اسی پر منحصر ہے اس لیے اہل ایمان

کے لیے ''نواقض ایمان'' کا جاننا فرض ہے۔

شیخ ابن نجیم ایمان اور کفر کی تعریف کے بارے میں فرماتے ہیں:

الایمان تصدیق سیدنا محمد ﷺ فی جمیع ما جاء به من الدین ضرورة الکفر تکذیب محمد ﷺ فی شی مما جاء به من الدین ضرورة.

(الأشباه والنظائر ج:۲/ص:۸۳)

ترجمہ: ''ایمان ہمارے سردار محمد ﷺ کی ہر اس چیز میں تصدیق کا نام ہے جس کو آپ ﷺ دین میں سے بطور ضروریات کے لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ کفر محمد رسول اللہ ﷺ کی ہر اس چیز میں سے کسی ایک چیز کی بھی تکذیب کا نام ہے جس کو آپ ﷺ ضروریات دین میں سے لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔''

جو شخص کسی بھی ایسے شرعی امر کا انکار کر دے جس کا ثبوت قطعی ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو یا شریعت کی توہین کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (تفصیل کے لیے فقہ اسلامی کے حرمت تکفیر مسلم نمبر کا مطالعہ فرمائیں) بعض حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنا ہی کفر ہے اور آپ ﷺ کی توہین کے زمرے میں آتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی توہین کفر نہیں۔ یاد رہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کو نعوذ باللہ گالی دینا قبیح ترین کفر ہے اسی طرح شریعت کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

شریعت کی توہین اور استہزاء کا حکم

ایمان کا محور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ جس کا قلب محبت رسول

ﷺ سے خالی ہو وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اللہ رب العزت نے صاف الفاظ میں فرما دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی توہین کرنے والا دنیا و آخرت میں برباد اور نامراد ہے۔ جو شخص اللہ کے کسی بھی نبی کی توہین کرتا ہے وہ دراصل اللہ ہی کی توہین کرتا ہے کیونکہ انبیاء کرام مرسلین ہیں اور ان کو مبعوث فرمانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے اسی طرح سے جو شخص شریعت کے کسی حکم کی توہین کرتا ہے یا اس کا مذاق اڑاتا ہے تو یہ بھی درحقیقت نبی کریم ﷺ کی ہی توہین ہے کیونکہ شریعت کی توہین دراصل شارع کی توہین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ (التوبہ ۹: ۶۲، ۶۳)

ترجمہ: "قسمیں اٹھاتے ہیں تمہارے سامنے اللہ کی تاکہ خوش کریں تمہیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایماندار ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تو اس کے لیے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں۔"

جب مسلمان رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنی بے سروسامانی کے باوجود غزوہ تبوک کے لئے تیاریاں کرنے لگے تو منافقین تمسخر اڑانے لگے۔ ایک منافق نے کہا: "میں نے ان لوگوں سے زیادہ جھوٹے اور بزدل لوگ نہیں دیکھے"۔ اس کی مراد رسول

اللہ ﷺ اور اہل ایمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو منافقین کی ان باتوں سے مطلع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا تم نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم تو صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ (التوبہ ۹: ۶۴، ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: "منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبردار کر دے جو ان (منافقوں) کے دلوں میں (مخفی) ہیں۔ فرما دیجئے: تم مذاق کرتے رہو، بیشک اللہ وہ (بات) ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب

بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔"

ان آیات کے بارے میں امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و دل ایضا علی ان الاستهزاء بآیات الله و بشیٔ من شرائع الدین کفر من فاعله.

(احکام القرآن: ج:۲/ص:۱۸۳)

ترجمہ: "اور اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اللہ کی آیات کے ساتھ اور شریعت میں سے کسی بھی چیز کے ساتھ استہزا اس کے فاعل کے ساتھ کفر ہے۔"

اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کا انکار کرنا گویا اللہ اور رسول کریم ﷺ کا ہی انکار کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی فرد کسی شرعی حکم کو خفیف جانتا ہے، اس کا مذاق اڑاتا ہے، اس کی توہین کرتا ہے یا اسے قابل قدر شے نہیں سمجھتا تو یہ بھی انکار ہی ہے بلکہ انکار کی ادنی صورت ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے سخت اجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ﴿۱۴۰﴾

(النساء ۴:۱۴۰)

ترجمہ: "اور بے شک (اللہ نے) تم پر کتاب میں یہ (حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق

اڑایا جا رہا ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔"

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے رسل علیہم السلام اور احکامات کا مذاق اڑانا، ان کا استخفاف کرنا، کفار اور منافقین کا طریقہ ہے۔ جو شخص اس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب اور رسوائی ہے۔

حضرت امام عمر نسفی فرماتے ہیں:

والاستهانة بها كفر والاستهزاء على الشريعة كفر. (العقائد النسفیۃ: ص:۱۶۸)

ترجمہ: "اور شریعت کی توہین کرنا کفر ہے اور شریعت کا مذاق اڑانا کفر ہے۔"

اس کی شرح میں سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لأن ذلك من امارات التكذيب.

(شرح العقائد النسفیۃ: ص:۱۶۸)

ترجمہ: "کیونکہ یہ تکذیب (جھٹلانے) کی علامات میں سے ہے۔"

حضرت امام دبوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الا أن يتركها استخفافا بها فيكفر أو يفسق لأن ذلك ينصرف الى واضعها. (تقویم الأدلۃ: ص:۷۹)

ترجمہ: "اگر کوئی سنت کو استخفافا ترک کر دیتا ہے تو وہ کافر ہو جائے یا فاسق ہو گا کیونکہ اس صورت میں یہ استخفاف اس کے وضع کرنے

والے یعنی نبی کریم ﷺ کا استخفاف ہوگا۔"

علامہ حصنی فرماتے ہیں:

(و یفسق تارکہ) لوجوب العمل (بلا عذر) اکراہ ولا استخفاف۔ (افاضۃ الأنوار:ص:۱۶۴)

ترجمہ: "یعنی امر شرعی کو بلا عذر ترک کرنے والا فاسق ہوگا کیونکہ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔لیکن اگر اسے مجبور کیا جائے تو اس صورت میں وہ فاسق بھی نہیں ہوگا البتہ اسے خفیف سمجھ کر ترک کرنے کی صورت میں وہ فرد کافر ہو جائے گا۔"

اس کی شرح میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(قولہ ولا استخفاف) والا فھو کافر۔

(نسمات الأسحار:ص:۱۶۴)

ترجمہ: "آپ کا استخفاف کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس نے استخفاف کے ساتھ اسے ترک کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔"

اس بارے میں ابن ملک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

احترز بہ عن الاکراہ الأن یکون تارکا علی وجہ الاستخفاف فحینئذ یکفر لأن الاستخفاف با لشرائع کفر۔ (شرح منار الأنوار:ص:۱۹۵)

ترجمہ: "آپ نے 'اکراہ' فرما کر اکراہ سے احتراز کیا ہے یعنی مجبوری کی حالت میں کرنے پر وہ فاسق بھی نہیں ہوگا۔لیکن اگر اس نے استخفاف کے طور پر فرض کو ترک کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ امر شرعی کا استخفاف کفر ہے۔"

حضرت امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لأن مناط التکفیر و ھو التکذیب أو الاستخفاف بالدین۔ (المسایرۃ:ص:۲۲۹)

ترجمہ: "کیونکہ کسی کو کافر قرار دینے کا مدار تکذیب پر ہے یا دین کا استخفاف کرنے پر ہے۔"

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الھازی أو المستھزئ اذا تکلم بکفر استخفافا و استھزاء و مزاحا یکون کفرا عند الکل و ان کان اعتقادہ خلاف ذٰلک۔

(الفتاوی الھندیۃ:ج:۲/ص:۲۷۶)

ترجمہ: "مذاق اڑانے یا مذاق اڑوانے والا جب زبان سے کلمہ کفریہ استخفاف یا استہزاء کے طور پر ادا کرے گا تو یہ تمام کے نزدیک کفر ہوگا۔اگرچہ اس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو۔"

شیخ ابن تیمیہ نقل فرماتے ہیں:

و کذلک نقل عن الشافعی أنہ سئل عمن ھزل بشئ من آیات اللہ تعالیٰ أنہ قال: ھو کافر و استدل بقول اللہ تعالیٰ: قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ (التوبۃ۹:۶۵،۶۶)(الصارم المسلول:ص:۳۵۳)

ترجمہ: "اور اسی طرح حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کی

کسی بھی نشانی کا مذاق اڑاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کافر ہے اور آپ نے اس آیت مقدسہ سے استدلال فرمایا: فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔"

فقہائے عظام کے بیان کردہ ان تمام اصولوں اور قواعد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرعی حکم کا استخفاف کرنا کفر ہے کیونکہ استہزاء، استحقار اور استخفاف انکار کی ادنیٰ صورتیں ہیں۔ لیکن اگر حکم شرعی کو سستی کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں:

و صلاته حاسرا أی كاشفا رأسه للتكاسل ولا بأس به للتذلل و أما للاهانة بها فكفر.

(درمختار: ج:۲/ص:۴۰۷۔۴۰۸)

ترجمہ: "کسی کا سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے تاہم اگر یہ عاجزی کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر نماز کی توہین کے لئے ہو تو کفر ہے۔"

یعنی اگر کوئی شخص سستی کے باعث ننگے سر نماز پڑھے تو اس میں کراہت ہے البتہ عاجزی کے لئے درست ہے لیکن اگر نماز کی اہانت کے لئے سر کو ننگا کرے گا تو یہ کفر ہو گا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

لو صلى رجل مكشوف الرأس و هو يجد عمامة ان كان للتذلل و التضرع لا بأس به و ان كان على وجه التهاون يكره۔ (فتاوی قاضی خان: ج:۱/ص:۶۶)

ترجمہ: "اگر کسی شخص نے ننگے سر نماز ادا کی جبکہ اس کے پاس عمامہ بھی تھا تو اگر یہ عاجزی و انکساری کے لئے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر یہ "تہاون" کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔"

یہاں فقہاء کی "تہاون" سے مراد سستی کی وجہ سے یا ٹوپی پہننے کو اہم امر نہ سمجھتے ہوئے ننگے سر نماز ادا کرنا ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

للتكاسل: أی لأجل الكسل، بأن استثقل تغطيته و لم يرها أمرا مهما فی الصلاة فتركها لذلك، و هذا معنى قولهم تهاونا بالصلاة و ليس معناه الاستخفاف بها و الاحتقار لأنه كفر۔

(ردالمحتار: ج:۲/ص:۴۰۷)

ترجمہ: "للتکاسل: کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص سستی کی وجہ سے سر کو نہ ڈھانکے جیسے اپنے سر کو ڈھانکنا بوجھ سمجھے اور نماز کے لئے اسے کوئی ضروری کام نہ سمجھتے ہوئے کر دے۔ یہاں تہاون سے یہی (سستی کے طور پر اس عمل کو ترک کرنا ہے) مراد ہے۔ اس کا مطلب نماز کی تحقیر اور اسے ہلکا جانتے ہوئے کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ کفر ہے۔"

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(من هزل بلفظ كفر ارتد و ان لم يعتقده للاستخفاف) أى تكلم به باختيار غير قاصد معناه و هذا لا ينافى ما مر من أن الايمان هو التصديق فقط أو مع الاقرار لأن التصديق و ان كان موجودا حقيقة لكنه زائل حكما لأن الشارع جعل بعض المعاصى أمارة على عدم وجوده كالهزل المذكور و كما لو سجد لصنم أو وضع مصحفا فى قاذورة فانه يكفر و ان كان مصدقا لان ذلك فى حكم التكذيب كما افاده فى شرح العقائد، و أشار الى ذلك بقوله: "للاستخفاف" فان فعل ذلك استخفافا و استهانة بالدين فهو أمارة عدم التصديق۔ (ردالمحتار:ج:۶/ص:۳۵۶)

ترجمہ: "(جس نے کلمہ کفر کے ساتھ مذاق کیا تو وہ استخفاف کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا اگر چہ وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو) یعنی جس نے کلمہ کفر اپنے اختیار سے اس کے معنی کا ارادہ نہ کرتے ہوئے کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے کہ ایمان محض اقرار کے ساتھ تصدیق کا نام ہے۔تصدیق اگر چہ حقیقتاً موجود ہو لیکن وہ حکماً زائل ہو جاتی ہے کیونکہ شارع نے بعض گناہوں کو عدم تصدیق کی علامت قرار دیا ہے۔جیسے مذکورہ مذاق اور بت کو سجدہ کرنا یا مصحف کو گندگی میں پھینک دینا، اگر کسی نے یہ کام کئے تو وہ کافر ہو جائے گا اگر چہ وہ

تصدیق کرنے والا ہو کیونکہ حکماً جھٹلانا ہی ہے۔جیسا کہ شرح عقائد میں ذکر ہے۔آپ نے اس طرف "للاستخفاف" کہہ کر اشارہ کیا ہے۔اگر اس نے یہ استخفاف کے لئے کیا اور دین کی توہین کے لئے کیا تو یہ تصدیق کے معدوم ہونے کی علامت ہے۔"

محیط برہانی میں ہے:

رجل قال مع اخر: كلما كان يأكل رسول ﷺ كان يلحس أصابعه الثلاث۔ فقال ذلك الرجل (نعوذ بالله): اين بى ادبى است۔ فهذا كفر..... رجل قال لاخر: احلق رأسك و قلم أظفارك فان هذا سنة رسول الله ﷺ فقال ذلك الرجل لا أفعل و ان كان سنة فهذا كفر لأنه قال ذلك على سبيل الانكار و الرد و كذا فى سائر السنن خصوصا فى سنة هى معروفة و ثبوتها بالتواتر كالسواك و غيره۔ (المحيط البرهاني: ج:۷/ص:۴۰۸)

ترجمہ: "ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد اپنی مبارک تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) "یہ بے ادبی ہے۔" یہ کفر ہے۔۔۔اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا اپنا سر منڈوا دو یا اپنے ناخن کاٹ لو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔اس پر دوسرے شخص نے کہا اگر چہ یہ سنت ہو میں یہ کام نہیں کروں گا۔ یہ کفر ہے کیونکہ اس نے اس یہ بات انکار اور رد کے طور پر کہی

ہے۔ یہی حکم تمام سنتوں کا ہے،خاص طور پر ان سنتوں کا جو معروف ہیں اور ان کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔"

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

ولو قال رجل لغيره :كان رسول ﷺ يحب كذا أن قال مثلا يحب القرع فقال ذلك الغير انا لا احبه فهذا كفر هكذا روى عن أبي يوسف نصا و حكى عن أبي يوسف أنه كان جالسا مع هارون الرشيد على المائدة فروى عن النبي ﷺ حديثا أنه كان يحب القرع فقال حاجب من حجابه:أما أنا فلا أحبه فقال أبو يوسف :يا امير المؤمنين انه كفر فان تاب و اسلم و الا فاضرب عنقه فتا ب و استغفر الله تعالىٰ حتى امن القتل ذكره في الظهيرية۔ (التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۲۷)

ترجمہ: "اور اگر کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہ شے پسند فرماتے تھے مثلاً اس نے کہا کہ آپ ﷺ کدو پسند فرماتے تھے تو اس دوسرے شخص نے کہا میں اسے پسند نہیں کرتا،تو یہ کفر ہے۔اسی طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ آپ ہارو ن رشید کے دسترخوان پر تشریف فرما تھے۔آپ نے نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث روایت کی کہ آپ ﷺ کو کدو کھانا پسند تھے۔بادشاہ کے ایک دربان نے کہا جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں تو اسے پسند نہیں کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا: اے امیر

المؤمنین اس نے کفر کیا ہے اگر یہ توبہ کر لے اور اسلام قبول کر لے تو بہتر ورنہ اس کی گردن مار دیجئے۔اس نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی یہاں تک کہ قتل سے محفوظ ہو گیا۔اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔"

حضرت قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اعلم وفقنا الله و اياك ان جميع من سب النبي ﷺ أو عابه أو الحق به نقصا في نفسه أو نسبه أو دينه أو خصلة من خصاله أو عرض به أو شبهه بشيء على طريق السب له أو الازراء عليه أو التصغير لشأنه أو الغض منه و العيب له فهو ساب له و الحكم فيه حكم لساب يقتل۔

(الشفا: ج:۲/ص:۲۱۴)

ترجمہ: "جان لو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق عطا فرمائے کہ جس کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس یا آپ ﷺ کے دین یا آپ ﷺ کی عادات مبارکہ میں سے کسی عادت کے ساتھ کسی نقص کو ملحق کیا یا اشارتاً آپ ﷺ کے لئے کوئی نا مناسب بات کہی یا آپ ﷺ کو کسی شے کے ساتھ (نعوذ باللہ) گالی کے طور پر تشبیہ دی یا آپ ﷺ پر عیب لگایا یا آپ ﷺ کے لئے اسم تصغیر (اہانت کے طور پر) استعمال کیا یا آپ ﷺ کی شان و قدر کو گھٹانے کی کوشش کی یا آپ ﷺ کی طرف کسی برائی کی نسبت کی تو وہ درحقیقت ان تمام صورتوں میں

آپ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا ہے۔ اور اس کا حکم شاتم کا ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا۔"

فقہائے کرام کی ان تمام عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس طرح شارع کی توہین واستہزا کفر ہے اسی طرح سے آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی امر کی توہین بھی کفر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ کسی شرعی حد یا سزا کو "اسود" قرار دے یا اسے سخت، ظالم اور غیر انسانی کہے اور اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ کسی ملک کے آئین کا حصہ ہو تو اسے ختم کرنے یا اس میں ایسی تبدیلی لانے کی کوشش کرے جس کی وجہ سے توہین رسالت کرنے والے کو تحفظ ملے یا سزائے موت نہ مل سکے تو یہ تمام تر باتیں توہین امر شارع کے زمرے میں آتی ہیں اور ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مذاق میں کفر کرنا

اگر کوئی شخص مذاق میں کفر کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اگر چہ اصلاً وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ صاحب منار فرماتے ہیں:

و الهزل بالردة كفر لا بما هزل به لكن بعين الهزل لكون الهزل استخفافا بالدين. (المنار: ص:۲۶۷)

ترجمہ: "اور ارتداد کے ساتھ مذاق کرنا کفر ہے، جس چیز کے ساتھ اس نے مذاق کیا ہے اس وجہ سے نہیں بلکہ عین مذاق کی وجہ سے، کیونکہ اس طرح کا مذاق دین کا استخفاف ہے۔"

اس کی شرح میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لأن الهازل راض باجراء كلمة الكفر على لسانه.

والرضا بذلك استخفاف بالدين وهو كفر بالنص. قال تعالى: لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ (التوبۃ ۹: ۶۵-۶۶) بالاجماع.

(نسمات الاسحار: ص: ۲۶۷)

ترجمہ: "کیونکہ مذاق کرنے والا کلمہ کفر کو زبان پر جاری کرنے میں راضی ہے اور اس کے ساتھ راضی ہونا دین کے ساتھ استخفاف ہے اور یہ بالاجماع قرآن کی نص سے کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف (سفر کاٹنے کے لئے) بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بے شک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو۔"

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں:

من هزل بلفظ كفر ارتد و ان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد.

(الدر المختار: ج ۶/ص: ۳۵۶)

ترجمہ: "جس نے کلمہ کفر کے ساتھ مذاق کیا اگر چہ وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ استخفاف دین کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا۔ یہ کفر عناد کی طرح ہے۔"

اس سے یہ واضح ہوا کہ کفر کے کلمات یا اعمال مذاق میں اپنے اختیار سے

کہنا یا کرنا بھی کفر ہیں کیونکہ یہ دین کا استخفاف کرنا ہے جو کہ دین کو جھٹلانے کی علامت ہے۔ پس ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟

ارتداد افتعال کے وزن پر ہے جسکا مادہ "رد" ہے۔ عربی زبان میں "الرد" کے معنی کسی چیز کے لوٹنے اور پھرنے کے ہیں۔ اسی سے الردۃ عن الاسلام اسلام سے پلٹنے یا رجوع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

وارتد فلان عن دینہ اذا کفر بعد اسلامہ۔

(لسان العرب: ج: ۳/ص: ۱۷۳)

"جب کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کفر کرتا ہے تو کہا جاتا ہے
ارتد عن دینہ یعنی وہ اپنے دین سے پھر گیا۔"

ارتد کا اسم فاعل مرتد ہے یہ دراصل "مرتدد" بروزن "مُفْتَعِلٌ" تھا جب ایک ہی جنس کے دو حروف اس میں مجتمع ہوئے تو ثقالت سے بچتے ہوئے دال اولی کا دال ثانیہ میں ادغام کر دیا گیا تو یہ مُرْتَدٌّ بن گیا۔ الردۃ اور ارتداد کے بارے میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

والارتداد و الرِّدۃ الرجوع فی الطریق الذی جاء منه لکن الردۃ تختص بالکفر والارتداد یستعمل فیه وفی غیرہ۔ (المفردات: ص: ۱۹۳)

ترجمہ: "ارتداد اور الردۃ سے مراد کسی کا اسی راستے کی طرف لوٹنا ہے جہاں سے وہ آیا ہے لیکن الردۃ کفر کے ساتھ خاص ہے اور ارتداد کفر اور

دیگر معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔"

مرتد

اصطلاح شریعت میں مرتد سے مراد وہ عاقل، بالغ، غیر مکرہ شخص ہے جو ایمان لانے کے بعد دین اسلام کو چھوڑ دے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، ختم نبوت اور نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا یا حضور ﷺ کی شان اقدس میں توہین کرنے والا یا امر شارع کا استخفاف واستہزا کرنے والا۔

ہم یہاں بہت سی ابحاث سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اس نکتے کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت یا استخفاف واستہزائے شریعت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے اور علمائے اسلام اس کے مرتد ہونے کا فیصلہ فرما دیں تو ایسے شخص کی سزا موت ہے۔ اس سزا کا نفاذ کرنا حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے دین کی حفاظت کرتے ہوئے ایسے شخص کو سزا دے تا کہ کوئی اور دریدہ وگندہ ذہن رسول اللہ ﷺ اور شریعت کی توہین کی جرأت نہ کر سکے۔ امام وقت، قاضی اور سلطان پر فرض ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے دین کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے اللہ کی حدود اور اسلامی سزا کو نافذ کریں۔ پاکستان کے علما کے مابین اس بارے میں ایک مسئلہ بہت زیادہ زیر بحث رہا ہے اور وہ یہ کہ اگر حکومت کے سزا دینے سے قبل کسی مرتد کو کوئی غیر حاکم بغیر اذن امام قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے قتل کر دے تو کیا اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا؟ یا اسی طرح سے اگر حاکم وقت کا اس مرتد کو سزا دینے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر کوئی مسلمان اس مرتد کو قتل کر دے تو کیا اس کو سزائے موت دی جائے گی؟ بعض علما نے تو یہاں تک کہا "اگر کوئی ایسا جملہ بولے جو گستاخی رسول ﷺ پر منتج ہو اور یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کسی

فرد کو قانون ہاتھ میں لے کر قتل کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اگر وہ ایسا کرے تو وہ قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے۔"

بلا لیت ولعل یہ بات درست ہے کہ مرتد کو سزا دینا حکومت کا کام ہے اور اور کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ خود قانون کو ہاتھ میں لے کر کسی مرتد کو قتل کرے تاہم ایک طالب علم کی حیثیت سے ہم دلائل کی بنیاد پر اس بات سے اختلاف کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے اور اس کو کوئی مسلمان قتل کر دے تو اس مسلمان کو اس مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص شارع یا امر شارع کا استخفاف و استہزا کرے اور یہ ثابت بھی ہو جائے تو اس کو قتل کرنے کی کسی فرد کو ہرگز اجازت نہیں تاہم اگر حکومت کے اقدام سے قبل ہی کوئی مسلمان اس مرتد کو قتل کر دے یا حکومت کا اس کو سزا دینے کا ارادہ نہ ہو اور کوئی مسلمان اس کو قتل کر دے تو اگرچہ اس مسلمان کو بحیثیت فرد قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تھا تاہم اس مسلمان کو اسلامی قانون کے مطابق مرتد کے بدلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مرتد مباح و حلال الدم ہوتا ہے اور ارتداد کی وجہ سے اس کے خون کی عصمت باطل ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی مسلمان اس کو قتل کر دے تو قصاصا اس کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مرتد کے احکام ایک عام کافر سے مختلف ہیں۔ ہمارے فقہا نے اسلامی قانون کی کتب میں مرتد کے احکام پر الگ ابواب باندھے ہیں۔ مثال کے طور پر اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر کوئی مسلمان نصرانیت اختیار کر کے مرتد ہو جائے تو اس کا ذبیحہ جائز نہیں اور نہ ہی مرتد ہو کر نصرانی ہونے والی عورت سے کوئی مسلمان نکاح کر سکتا ہے۔ اب ہم اس بات کی وضاحت میں دلائل پیش کریں گے اور فقہا کرام کی عبارات کی روشنی میں اس مسئلے کو بیان کریں گے۔

(۱) ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا عباد بن موسیٰ الختلی نا اسمعیل بن جعفر المدنی عن اسرائیل عن عثمان الشحام عن عکرمة قال نا ابن عباس ان اعمی کانت له ام ولد تشتم النبی ﷺ و تقع فیه فینهاها فلا تنتهی و یزجرها فلا تنزجر قال فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی ﷺ و تشتمه فاخذ المغول فوضعه فی بطنها و اتکأ علیها فقتلها فوقع بین رجلیها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما اصبح ذکر ذلك للنبی ﷺ فجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل ما فعل لی علیه حق الاقام فقام الاعمی یتخطی الناس و هو یتزلزل حتی قعد بین یدی النبی ﷺ فقال: یا رسول الله ﷺ انا صاحبها کانت تشتمك و تقع فیك فانهاها فلا تنتهی و ازجرها فلا تنزجر ولی منها ابنان مثل اللؤلؤتین و کانت بی رفیقة فلما کان البارحة جعلت تشتمك و تقع فیك فاخذت المغول فوضعته فی بطنها و اتکأت علیها حتی قتلتها فقال النبی ﷺ: الا اشهدوا ان دمها قد هدر۔

(سنن أبي داود: باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ، رقم الحديث: ۴۳۶۱)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک ام ولد تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دیتی تھی اور غیبت کرتی تھی۔ وہ صحابی اسے منع کرتے تھے لیکن وہ رکتی نہیں تھی۔ وہ اسے ڈانٹتے تھے لیکن وہ ڈرتی نہیں تھی۔ ایک دفعہ رات کو وہ آپ ﷺ کی (نعوذ باللہ) غیبت کرنے لگی اور گالیاں دینے لگی تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے پھاوڑا لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا، اس پر ٹیک لگایا اور اسے قتل کر دیا۔ ان کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ایک بچہ گرا اور وہ عورت خون میں لت پت ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا گیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے آئے۔ وہ لرز رہے تھے یہاں تک آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا آقا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دیتی تھی اور غیبت کیا کرتی تھی۔ میں اسے روکتا تھا اور ڈانٹتا تھا لیکن یہ نہ رکتی تھی اور نہ ہی ڈرتی تھی۔ میرے اس سے دو بچے بھی ہیں جو موتی کی طرح ہیں۔ یہ مجھے بہت محبوب تھی۔ گزشتہ رات اس نے (نعوذ باللہ) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیبت کی اور گالیاں دینا شروع کیا۔ میں نے پھاوڑا لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ٹیک لگایا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار گواہ بن جاؤ اس کا

خون باطل ہے۔''

آپ ﷺ نے اس توہین کرنے والی عورت کے خون کو باطل قرار دیا اور اس صحابی پر جنہوں اپنی انفرادی حیثیت میں اس کو قتل کیا قصاص، دیت یا تاوان واجب نہیں کیا۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے مبارک الفاظ ''الا اشهدوا ان دمها قد هدر'' انتہائی قابل غور ہیں۔ جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اگر کوئی فرد توہین رسالت پر کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس مرتد کا خون باطل ہوگا اور قاتل پر کوئی چیز نہ ہوگی۔

(۲) ایک صحابی کا ایک یہودیہ کو قتل کرنا

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شيبة و عبد الله بن الجراح عن جرير عن مغيرة عن الشعبي عن علي ان يهودية كانت تشتم النبي ﷺ و تقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فابطل رسول الله ﷺ دمها۔

(سنن أبي داود: باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ، رقم الحديث: ۴۳۶۲)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ پر (نعوذ باللہ) سب وشتم کرتی تھی اور آپ ﷺ کی (العیاذ باللہ) غیبت کرتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار دیا، نبی کریم ﷺ نے اس کا خون باطل (یعنی مباح) قرار دیا۔''

یہ حدیث اس بات پر واضح دال ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی انفرادی حیثیت میں توہین رسالت کرنے والی یہودی عورت کو گلا گھونٹ کر قتل کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے خون کو باطل قرار دے دیا۔ حدیث کے الفاظ فابطل

رسول اللہ ﷺ دمہا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس صحابی کا بطور فرد اس عورت قتل کرنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے خون کو باطل قرار دیا اور اور صحابی پر قصاص، دیت یا تاوان کو واجب نہیں کیا۔

(۳) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

بشر نامی شخص اور ایک یہودی کے درمیان کسی مسئلے پر تنازع ہوا۔ اس یہودی نے کہا کہ محمد (ﷺ) کے پاس چلو۔ بشر نے کہا بلکہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ جب یہودی نے زیادہ اصرار کیا تو وہ شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا اس یہودی کے ساتھ مجبوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ جب وہ دونوں وہاں سے نکلے تو بشر نے کہا کے میں راضی نہیں ہوتا، ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اس یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ وہ شخص پھر بھی راضی نہ ہوا۔ اس نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلو۔ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہودی نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے مگر یہ شخص راضی نہیں ہو رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا: کیا اسی طرح ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تم ذرا ایسے ہی رہو میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ آپ گھر میں داخل ہوئے تلوار اٹھائی پھر اس شخص کی گردن تن سے جدا کر دی جو خود کو مسلمان کہہ رہا تھا۔ پھر فرمایا: ھکذا اقضی علی من لم یرض بقضاء اللہ و رسولہ (ﷺ) جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو میں اس کا فیصلہ اس طرح کر دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا: انت الفاروق۔ اے عمر! تم فاروق ہو۔ اس واقعے پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے

یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (النساء،۴:۶۵)

ترجمہ: ''پس (اے حبیب! ﷺ) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرما دیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں''۔

اس تمام واقعے کو امام قرطبی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن: ج:۵/ص:۲۵۳-۲۵۴)

یہ واقعہ تفسیر بغوی، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر زاد المسیر، تفسیر اللباب، الدر المنثور، تفسیر خازن میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

فکل من اتھم رسول اللہ ﷺ فی الحکم فھو کافر.... و کل من لم یرض بحکم الحاکم و طعن فیہ و ردہ فھی ردۃ یستتاب۔ و اما ان طعن فی الحاکم نفسہ لا فی الحکم فلہ تعزیرہ و لہ ان یصفح عنہ۔ (الجامع لاحکام القرآن: ج:۵/ص:۲۵۶)

ترجمہ: ''پس جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کو حکم میں متہم کیا تو وہ کافر ہے.... اور ہر کوئی جو حاکم کے حکم پر راضی نہ ہو اور اس میں

طعنہ دے اور اس کو رد کر دے تو یہ ارتداد ہے اس سے توبہ طلب کی جائے گی اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ حاکم کی ذات کے بارے میں طعن کرے نہ کہ اس کے حکم میں تو اس کے لیے تعزیر ہے اور قاضی کو چاہیے کہ اس کو معاف کر دے۔"

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تائید اور قصاص یا دیت کو واجب نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل درست تھا۔ امام قرطبی نے حاکم کے شرعی حکم کی توہین اور حاکم کی توہین میں فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے حاکم کے شرعی حکم کی توہین کو ارتداد لکھا ہے کیونکہ حاکم و قاضی شریعت کے مطابق ہی فیصلہ کرتا ہے اس لیے اس کے فیصلے کی توہین جو قرآن و سنت پر مبنی ہے دراصل شریعت ہی کی توہین ہے۔ پس اسی طرح اگر کوئی قرآن و سنت کا متفق علیہ مشہور و معروف غیر اجتہادی مسئلہ کسی ملک کے قانون کا حصہ ہو اور کوئی شخص اس کا مذاق اڑائے یا اس کی توہین کرے تو وہ دراصل شریعت ہی کی توہین ہو گی۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عزم

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ فلاں راہب رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو سنتا تو ضرور قتل کر دیتا۔

شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

و علی هذا یحمل قول ابن عمر فی الراهب الذی قیل له:انه یسب النبی ﷺ فقال:لو سمعته لقتلته۔ (الصارم المسلول:ص:۱۹۷)

ترجمہ: "اور اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول محمول کیا جاتا ہے اس راہب کے بارے میں جس کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ وہ (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ کو گالی دیتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اس کو سنتا تو اسے ضرور قتل کر دیتا۔"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے توہین رسالت کرنے پر اس راہب کے بارے میں اپنے عزم کا اظہار کیا کہ اگر میں اس کو توہین کرتے سنتا تو ضرور اس کو قتل کر دیتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بطور فرد یہ ارشاد فرمانا اور اپنے عزم کا اظہار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی فرد توہین رسالت پر کسی کو قتل کر دے تو یہ خلاف شریعت نہیں ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کا موقف بھی یہی ہے۔

(۵) حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کا عمل

عصماء بنت مروان نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین کرتی تھی اور اسلام میں عیب تلاش کرتی تھی۔ ایک صحابی حضرت عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ نے اس اس عورت کو رات کے اندھیرے میں قتل کر دیا۔ جب انہوں نے فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کی تو نماز سے فارغ ہوتے ہی نبی کریم ﷺ نے عمیر بن عدی کی طرف نظر رحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أقتلت بنت مروان؟ کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا؟ آپ نے عرض کی جی ہاں، میرے والد آپ ﷺ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: هل علی فی ذلك شی یا رسول الله ﷺ؟ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس بارے میں مجھ پر کوئی چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لا ینتطح فیها عنزان۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے ارشاد فرمایا: اذا

احبتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ و رسولہ بالغیب فانظروا الی عمیر بن عدی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ایسے آدمی کی طرف دیکھو جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی ہے غیبی طور پر تو وہ عمیر بن عدی کی طرف دیکھ لے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نابینا کی طرف دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں خوش ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لا تقل الاعمی و لکنہ البصیر۔ اس کو نابینا مت کہو یہ تو بصیر ہے۔ (الصارم المسلول: ص: ۷۰)

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اذن کے بغیر اس عورت کو قتل کیا یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان توہین رسالت پر کسی کو اپنی ذاتی حیثیت میں بغیر اذن امام قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال کرنا اھل علی فی ذلك شی یا رسول اللہ ﷺ؟ اور آپ ﷺ کا یہ جواب دینا لا ینتطح فیھا عنزان اس کی واضح دلیل ہے۔ پس ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ توہین رسالت کرنے پر اگر کسی مسلمان نے کسی شخص کو بحیثیت فرد قتل کر دیا تو اس مقتول کا خون باطل ہوگا اور اس مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہی بات ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں اور صحابہ کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ اب ہم اسلامی قانون کی کتب سے حوالہ جات پیش کرتے ہوئے اس مسئلے کی مزید وضاحت کریں گے۔

(۶) شرح السیر الکبیر

شمس الائمہ امام سرخسی فرماتے ہیں:

ان الافضل لہ ان یرفعہ الی الامام لیکون ھو الذی یقتلہ لانہ فیہ معنی الحدو استیفاء الحدود

الی الامام۔

(شرح السیر الکبیر۔ باب المرتدین کیف یحکم فیھم)

ترجمہ: "اور افضل یہ ہے مسلمان کے لیے کہ مرتد کو امام کے پاس لے جائے تاکہ امام ہی وہ ہو جو اس کو قتل کرے کیونکہ اس میں حد کا معنی ہے اور حدود کا نافذ کرنا امام کے لیے ہے۔"

شمس الائمہ امام سرخسی کی اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ مرتد کو قتل کرنا امام وقت کا ہی کام ہے اور امام ہی کو چاہیے کہ وہ مرتد پر قتل کی سزا کو نافذ کرے تاہم یہ افضل ہے کہ مرتد کو کوئی مسلمان خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے قتل نہ کرے بلکہ اسے امام کے پاس لے جائے تاکہ امام اس کو قتل کرے۔ افضل ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی مسلمان نے خود اس کو قتل کر دیا تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(۷) المبسوط

امام سرخسی فرماتے ہیں:

و المرتد غیر مستحق للتخفیف..... و الجنایة علی المرتد ھدر لان اعتبار الجنایة علیہ لعصمة نفسہ و قد انعدمت العصمة بردتہ فکانت الجنایة علیہ ھدرا۔

(المبسوط: کتاب السیر۔ باب جنی المرتد جنایة)

ترجمہ: "اور مرتد تخفیف کا مستحق نہیں.....اور مرتد پر جنایت باطل ہے کیونکہ جنایت کا اعتبار جان کی عصمت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی عصمت اس کے ارتداد کی وجہ سے منعدم ہوگئی۔ پس اس پر

جنایت باطل ہوگی۔"

(۸) القدوری

امام قدوری فرماتے ہیں:

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه کره له ذلك ولا شی علی القاتل۔ (القدوری:ص:۲۶۲)

ترجمہ: "پس اگر اسے کسی قاتل نے قتل کر دیا اس پر اسلام پیش کرنے سے قبل تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے اور قاتل پر کوئی چیز نہیں۔"

(۹) الجوهرة النيرة

شیخ الاسلام ابو بکر حداد یمینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لان القتل مستحق علیه بکفره و الکفر مبیح الدم و العرض بعد بلوغ الدعوة غیر واجب۔

(الجوهرة النيرة: ج:۲/ص:۳۵۸)

ترجمہ: "کیونکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے قتل کا مستحق ہے اور کفر خون کو مباح کرنے والا ہے اور دعوت اسلام پہنچنے کے بعد اسلام کا پیش کیا جانا واجب نہیں ہے۔"

(۱۰) الهداية

شیخ الاسلام برحان الدین فرغانی مرغینانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه کره له ذلك و لا شی علی القاتل) و معنی الکراهية

ههنا ترك المستحب و انتفاء الضمان لان الکفر مبیح و العرض بعد بلوغ الدعوة غیر واجب۔ (الهداية: ج:۲/ص:۶۶۰)

ترجمہ: "(پس اگر اسے کسی قاتل نے قتل کر دیا اس پر اسلام پیش کرنے سے قبل تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے اور قاتل پر کوئی چیز نہیں) اور کراہیت کا معنی یہاں مستحب کو ترک کرنا ہے اور تاوان کی نفی ہے کیونکہ کفر مبیح ہے اور اسلام کا دعوت اسلام پہنچنے کے بعد پیش کیا جانا واجب نہیں۔"

(۱۱) فتح القدير

مجتہد امام ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه) او قطع عضوا منه (کره له ذلك و لا شی علی القاتل) و القاطع (لان الکفر مبیح) و کل جناية علی المرتد هدر (و معنی الکراهة ههنا ترك المستحب) فهی کراهة تنزیه و عند من یقول بوجوب العرض کراهة تحریم و فی شرح الطحاوی اذا فعل ذلك ای القتل او القطع بغیر اذن الامام ادب۔ (فتح القدير: ج:۵/ص:۳۱۰)

ترجمہ: "(پس اگر اسے کسی قاتل نے قتل کر دیا اسلام اس پر پیش کرنے سے قبل) یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا (یہ اس کے لیے مکروہ ہے اور

قاتل پر کوئی چیز نہیں)اور نہ ہی عضو کاٹنے والے پر (کیونکہ کفر مبیح ہے)اور مرتد پر ہر جنایت باطل ہے (اور کراہت کا معنی یہاں مستحب کا ترک کرنا ہے)وہ کراہت تنزیہی ہے اور جو اسلام کے پیش کیے جانے کو واجب قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے اور شرح طحاوی میں ہے جب وہ قتل کرے یا عضو کاٹ دے بغیر امام کی اجازت کے تو اسے تادیباً سزا دی جائے گی۔"

(۱۲)البنایة

حافظ علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام عليه كره له ذلك و لا شي على القاتل) لان القتل وجب عليه بالنصوص لمجرد الكفر فلم يجب الضمان على قاتله لوجود المبيح (و معنى الكراهية ههنا ترك المستحب) لان فى القتل تفويت العرض المستحب۔ (البنایۃ: ج:۹/ص:۳۸۲)

ترجمہ: "(پس اگر اسے کسی قاتل نے قتل کر دیا اس پر اسلام کے پیش کیے جانے سے قبل تو یہ مکروہ ہے اور قاتل پر کوئی چیز نہیں) کیونکہ قتل اس پر نصوص سے واجب ہے محض کفر کی وجہ سے پس مرتد کے قاتل پر تاوان نہیں ہوگا مباح کرنے والے امر کے وجود کی وجہ سے (اور کراہیت کا معنی یہاں مستحب کا ترک کرنا ہے) کیونکہ اس کو قتل کرنے میں اس پر اسلام پیش کرنا فوت ہوتا ہے جو

مستحب ہے۔"

مرتد کی سزا موت ہے اور امام وقت کو چاہیے کہ اس سزا کو نافذ کرے تاہم اگر کسی مسلمان نے اس کو مہلت دینے سے پہلے قتل کر دیا تو اس میں کراہت تنزیہی ہے کیونکہ علما کے مابین مرتد پر اسلام کو پیش کیے جانے کے حکم بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علما اس کے وجوب کے قائل ہیں جبکہ احناف اس کو مستحب قرار دیتے ہیں اس لیے کہ مرتد کو دعوت اسلام پہنچ چکی ہے۔ پس اگر مرتد کو کسی مسلمان نے مہلت سے پہلے ہی قتل کر دیا تو یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے اور اس قاتل پر قصاص نہیں۔ مرتد کا خون کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کی وجہ سے مباح اور حلال ہوتا ہے اس لیے اس کو قتل کرنے والے پر قصاص یا تاوان نہیں ہے۔ البتہ قانون کو ہاتھ میں لینے اور امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے امام اس قاتل کو اپنی صوابدید کے مطابق تادیباً سزا دے گا جو موت، تاوان یا دیت نہیں ہو سکتی۔

(۱۳)فتاویٰ قاضی خان

امام اوزجندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و ردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله قاتل بغير اذن امر القاضى عمدا او خطا او بغير امر السلطان او تلف عضوا من اعضائه لا شي عليه۔ (فتاوی قاضی خان: ج:۴/ص:۷۴۲)

ترجمہ: "اور آدمی کا ارتداد اس کی جان کی عصمت وحفاظت کو باطل کر دیتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کو کسی قاتل نے قاضی کی اجازت کے بغیر قتل کر دیا جان بوجھ کر یا غلطی سے یا سلطان کی اجازت کے

بغیر یا اس کے اعضاء میں سے کوئی عضو تلف کر دیا تو اس پر کوئی چیز نہیں۔"

امام قاضی خان علیہ الرحمۃ نے اس مسئلے کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ کے فتویٰ کے مطابق کیونکہ مرتد کا ارتداد اس کی جان کی عصمت و حرمت کو باطل کر دیتا ہے اس لیے اگر کسی شخص نے اس کو امام وقت، قاضی یا سلطان کی اجازت کے بغیر قتل کر دیا چاہے اس کا یہ عمل جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے بہر صورت اس قاتل پر قصاص، دیت یا تاوان نہ ہوگا۔

(۱۴) جامع الرموز

امام شمس الدین محمد خراسانی قہستانی فرماتے ہیں:

(و قتله) ای المرتد (قبل العرض) ای عرض الاسلام عليه (ترك ندب) كما مر (بلا ضمان) و دية على القاتل لان الارتداد يبيح القتل۔

(جامع الرموز: ج:۲/ص:۵۸۳)

ترجمہ: "(اور اس کو قتل کرنا) یعنی مرتد کو (پیش کرنے سے قبل) یعنی اس پر اسلام پیش کرنے سے قبل (مستحب کو ترک کرنا ہے) جیسا کہ گزر چکا ہے (بغیر تاوان کے) اور دیت کے کیونکہ ارتداد اس کے قتل کو مباح کر دیتا ہے۔"

(۱۵) النتف

شیخ الاسلام قاضی القضاۃ امام سغدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان ارتد الرجل عن الاسلام استتابه الامام

فان تاب و الا قتل و الافضل ان يستتيبه ثلاثة ايام يكرر عليه التوبة فان تاب قبل منه و ان ابا قتله بالاتفاق فان لم يستتبه و قتله او قتله رجل غير الامام فلا شي عليه في ذلك لانه حلال الدم۔ (النتف فی الفتاوی: ص: ۴۲۴)

ترجمہ: "پس اگر اسلام سے کوئی آدمی مرتد ہوگیا تو امام اس سے توبہ کو طلب کرے گا اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کیا جائے گا اور افضل یہ ہے کہ اس سے امام تین دن تک توبہ طلب کرے اور اس پر توبہ کو بار بار پیش کرے اگر وہ توبہ کر لے تو اس سے امام قبول کر لے اور اگر وہ انکار کر دے تو امام اس کو قتل کر دے بالاتفاق اور اگر اس سے توبہ کو طلب نہ کیا یا اس کو امام کے علاوہ کسی اور آدمی نے قتل کر دیا تو اس پر کوئی چیز نہیں اس میں کیونکہ اس کا خون حلال ہے۔"

(۱۶) الفتاویٰ الھندیۃ

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و ان قتله قاتل قبل عرض الاسلام او قطع عضوا منه كره ذلك كراهة تنزيه هكذا في فتح القدير۔ فلا ضمان عليه لكنه اذا فعل بغير اذن الامام ادب على ما صنع كذا في غاية البيان۔

(الفتاوی الھندیۃ: ج:۲/ص:۳۵۴)

ترجمہ: "اور اگر اسے کوئی قاتل قتل کر دے اسلام پیش کرنے سے قبل یا اس کا کوئی عضو کاٹ دے تو یہ مکروہ ہے۔ مکروہ تنزیہی اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔ اس پر کوئی تاوان نہیں لیکن جب وہ یہ کام امام کی اجازت کے بغیر کرے تو امام اس کو ادب سکھائے گا اس پر جو اس نے کیا ہے اسی طرح غایۃ البیان میں ہے۔"

فتاویٰ ہندیہ میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مرتد کو قتل کرنا امام وقت کا کام ہے لیکن اگر کوئی شخص امام کی اجازت کے بغیر ہی مہلت دینے سے قبل اس کو قتل کر دے تو امام اس قاتل کو امام پر سبقت لے جانے کی وجہ سے تادیباً سزا دے گا۔ اس قاتل پر قصاص یا تاوان نہ ہوگا۔

(۱۷) کنز الدقائق

امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و کرہ قتلہ قبلہ ولم یضمن قاتلہ۔ (کنز الدقائق: ص ۲۱۳)

ترجمہ: "اور مکروہ ہے اس کا قتل کیا جانا اور اس کے قاتل پر تاوان نہیں۔"

(۱۸) البحر الرائق

شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

ای قبل عرض الاسلام لان الاسلام مرجو قال فی الھدایۃ: و معنی الکراھۃ ھنا ترك المستحب اھ یعنی فھی کراھۃ تنزیہ و ھو مبنی علی القول باستحباب العرض و اما من قال

بوجوبہ فھی کراھۃ تحریم کما فی فتح القدیر۔ اطلقہ فشمل قتل الامام و غیرہ لکن ان قتلہ غیرہ او قطع عضوا منہ بغیر اذن الامام ادبہ الامام کما فی شرح الطحاوی۔ قولہ (لم یضمن قاتلہ لان الکفر مبیح للقتل) و کل جنایۃ علی المرتد فھی ھدر۔ (البحر الرائق: ج:۵/ص:۲۱۷)

ترجمہ: "اسلام کے پیش کیے جانے سے پہلے کیونکہ اس کے اسلام کی امید ہے۔ ہدایہ میں کہا: اور کراہیت کا معنی یہاں مستحب کو ترک کرنا ہے۔ یعنی وہ کراہت تنزیہی ہے اور وہ مبنی ہے اسلام پیش کرنے کے مستحب ہونے کے قول پر۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے جنہوں نے اس کو واجب کہا تو ان کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ اس کو مطلقا بیان کیا ہے۔ پس یہ شامل ہے امام اور غیر امام کے قتل کرنے کو لیکن اگر اس کو غیر امام نے قتل کیا یا اس کا کوئی عضو کاٹا امام کی اجازت کے بغیر تو امام اس کو تادیباً سزا دے گا۔ جیسا کہ شرح الطحاوی میں ہے۔ آپ کا یہ کہنا (اس کے قاتل پر تاوان نہیں ہوگا کیونکہ کفر قتل کو مباح کرنے والا ہے) اور مرتد پر ہر جنایت باطل ہے۔"

(۱۹) تبیین الحقائق

امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی فرماتے ہیں:

ای کرہ قتلہ وبل عرض الاسلام علیہ لان فی

قتله تفويت العرض المستحب و قال صاحب الهداية و معنى الكراهية هنا ترك المستحب قال رحمه الله:(لم يضمن قاتله)لان الكفر بوصف الحراب مبيح و العرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب فلم يضمن لذلك و لقوله عليه السلاة و السلام من بدل دينه فاقتلوه.

(تبیین الحقائق: ج: ۴/ص: ۱۷۳)

ترجمہ: ''اس کا قتل مکروہ ہے اور بلکہ اس پر اسلام پیش کیا جائے گا کیونکہ اس کے قتل میں اسلام پیش کیے جانے کا فوت ہونا ہے جو مستحب ہے۔صاحب ہدایہ نے کہا یہاں کراہیت کا معنی مستحب کو ترک کرنا ہے۔آپ نے فرمایا(اس کے قاتل پر تاوان نہیں) کیونکہ کفر حرابہ کے وصف کے ساتھ مباح کرنے والا ہے اور دعوت پہنچنے کے بعد اسلام کا پیش کیا جانا واجب نہیں۔پس اس وجہ سے اس پر تاوان نہیں ہوگا۔اور رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ جو اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کردو۔''

(۲۰)احکام القرآن

امام ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں:

و كذلك لو قتل مرتدا لم يجب القود و لو جرحه و هو مسلم ثم ارتد ثم مات من الجراحة سقط القود فاستوى فيه حكم الابتداء والبقاء.

(احکام القرآن: باب: قتل المؤمن بالکافر، ج:۱/ص:۱۷۴)

ترجمہ: ''اور اسی طرح اگر مؤمن نے مرتد کو قتل کر دیا تو قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر اس نے اس کو زخمی کیا اس حال میں کہ مسلمان ہو پھر مرتد ہو جائے پھر مرجائے اس زخم کی وجہ سے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔اس میں ابتداء اور بقا کا حکم برابر ہے۔''

آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

فقال ابوحنيفة و ابو يوسف و محمد و زفر: في الاصل لا يقتل المرتد حتى يستتاب و من قتل مرتدا قبل ان يستتاب فلا ضمان عليه.

(احکام القرآن: ج:۲/ص:۳۵۸)

ترجمہ: ''ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: اصل میں مرتد کو قتل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اس سے توبہ کو طلب کی جائے اور جس نے مرتد کو قتل کر دیا قبل اس کے کہ اس سے توبہ کو طلب کی جائے تو اس پر تاوان نہیں۔''

(۲۱)الفتاویٰ التاتارخانية

مولانا عالم دہلوی فرماتے ہیں:

و فى الكافي: و ان قتله قاتل قبل عرض الاسلام عليه كره. و معنى الكراهة ترك المستحب، و لا شي على القاتل. (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ج:۵/ص:۳۷۴)

ترجمہ: ''اور کافی میں ہے: اور اگر اسے قتل کر دیا کسی قاتل نے قبل اس

کے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے تو یہ مکروہ ہے اور کراہیت کا معنیٰ مستحب کو ترک کرنا ہے اور قاتل پر کوئی چیز نہیں۔"

(۲۲) در مختار

علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

(و كره قتله قبل العرض بلا ضمان) لان الكفر مبيح للدم۔ (الدر المختار: ج:۶/ص:۳۶۱)

ترجمہ: "(اور مکروہ ہے اس کو قتل کرنا اسلام پیش کرنے سے قبل بغیر تاوان کے) کیونکہ کفر مباح کرنے والا ہے خون کو۔"

(۲۳) ردالمحتار

قال فی المنح: واطلق فشمل الامام وغیرہ لکن ان قتله غیرہ او قطع عضوا منه بلا اذن الامام ادبه الامام۔ (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۶۱)

ترجمہ: "منح میں کہا: اور یہ مطلق ہے۔ پس یہ شامل ہے امام اور غیر امام کو لیکن اگر اس قتل کر دیا امام کے علاوہ کسی اور نے یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا امام کی اجازت کے بغیر تو امام اس کو تادیبا سزا دے گا۔"

مذکورہ بالا تمام احادیث اور فقہا کرام کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کسی شخص کا توہین رسالت یا استخفاف شریعت یا کسی اور وجہ سے مرتد ہونا ثابت ہو جائے اور کوئی مسلمان اس کو قتل کر دے تو اس قتل کرنے والے کو نہ تو قصاص میں

سزائے موت دی جائے گی اور نہ ہی اس پر دیت یا تاوان ہوگا۔ البتہ امام کو چاہیے کہ ایسے شخص کو امام پر سبقت لے جانے اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی وجہ سے تادیبا سزا دے۔ پس بعض علما کا یہ کہنا کہ "اگر چہ یہ ثابت بھی ہو جائے کہ کسی کی گفتگو توہین رسالت پر مبنی ہے تب بھی اس کو قتل کرنے والا قاتل ہے اور اس کی سزا موت ہے"، احادیث اور فقہائے اسلام کے مطابق درست نہیں۔

خلاصہ:

۱۔ توہین رسالت کرنا یا امر شارع ﷺ کا استخفاف، استہزا یا اس کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اگر کوئی مسلمان شریعت اسلامیہ میں سے کسی بھی امر کی توہین کرے اسے کالا، ظالمانہ، سخت یا غیر انسانی کہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح براہ راست توہین رسالت کرنا کفر ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی شریعت کی توہین کرنا بھی کفر ہے کیونکہ امر شارع کی توہین دراصل شارع کی ہی توہین ہے۔

۲۔ مرتد کا خون اپنے کفر کی وجہ سے حلال اور مباح ہو جاتا ہے۔ اس کی سزا قتل ہے۔

۳۔ مرتد کی سزا قتل کو نافذ کرنا امام وقت یا قاضی وسلطان پر فرض ہے۔

۴۔ کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ قانون ہاتھ میں لیتے ہوئے امام پر سبقت کرے اور مرتد کو قتل کر دے۔

۵۔ مرتد کو مہلت دینا مستحب ہے تا کہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

۶۔ اگر کسی کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے اور کوئی فرد اس کو قتل کر دے تو اس کا یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے۔ افضل یہی ہے کہ ایسے شخص کو امام کے پاس پیش کیا جائے تا کہ

امام ہی موت کی سزا کا نفاذ کرے۔

۷۔ مرتد کو قتل کرنے والے کو قصاص میں موت کی سزا نہیں دی جا سکتی کیونکہ مرتد کا خون حلال و مباح ہے۔ حلال و مباح خون بہانے کی سزا موت نہیں ہے اور نہ ہی ایسے شخص پر دیت و تاوان واجب ہوگا۔

۸۔ جو شخص امام پر سبقت کرتے ہوئے کسی مرتد کو قتل کر دے تو امام کو چاہیے کہ ایسے شخص کو تادیبا سزا دے۔ تاہم وہ سزا موت، دیت یا تاوان نہیں ہو سکتی۔

۹۔ اگر کوئی شخص کسی آدمی پر بہتان باندھے اور اسے ارتداد کے بہانے قتل کر دے تو قاضی کو چاہیے ایسے شخص کو ایک مسلمان پر ارتداد کا بہتان باندھ کر قتل کرنے کے جرم میں سزائے موت دے۔

۱۰۔ اگر کسی کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے اور اس کو کوئی مسلمان قتل کر دے جبکہ امام وقت خود فاسق معلن اور فاجر ہو اور مرتد کو خود سزا دینے کا کوئی ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو ایسے مسلمان کو تادیبا بھی سزا نہیں ملنی چاہیے۔

۱۱۔ ہم نے اختصار کے ساتھ اس مسئلے کی اصولی طور پر وضاحت کی ہے۔ اس حوالے سے جتنے اعتراضات انتظامی نوعیت کے کیے جاتے ہیں ان کے جواب میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ان کا سبب مجموعی طور پر نظام کا خراب ہونا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے اسلامی قانون کو ناقابل عمل قرار دینا درست نہیں۔ اس مضمون کے اختتام پر ہم اہل تحقیق اور اہل علم حضرات کے لیے یہ سوال چھوڑ رہے ہیں کہ مجتہدین کا کسی شخص کے کفر و ارتداد اور توہین رسول ﷺ کا مرتکب ہونے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص معین کے ارتداد میں مجتہد علماء کا اختلاف ہو، اور ایسے شخص کو کوئی مسلمان قتل کر دے تو

اس مسلمان کو مجتہدین کے اختلاف کی وجہ سے سزائے موت تو نہیں دی جا سکتی تو پھر کیا اس پر دیت واجب ہوگی یا اس پر تاوان دینا لازم آئے گا؟

عمیر محمود صدیقی

btm1432@gmail.com

۱۲ اکتوبر ۲۰۱۱ء

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ المفردات، الامام راغب اصفہانی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان

۳۔ احکام القرآن، امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

۴۔ الجامع لاحکام القراان، امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان

۵۔ سنن ابی داؤد، الامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ رحمانیۃ، لاہور، پاکستان

۶۔ تقویم الادلۃ، امام ابو زید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ دبوسی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان۔

۷۔ افاضۃ الانوار، علامہ علاؤ الدین حصنی، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان

۸۔ نسمات الاسحار، علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان

۹۔ شرح منار الانوار، امام عبد اللطیف ابن ملک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

۱۰۔ المنار، امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان

۱۱۔ شرح السیر الکبیر، الامام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیۃ للمجاھدین افغانستان، ۱۴۰۵ھ

۱۲ المبسوط، الامام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، المکتبۃ الغفاریہ کانسی روڈ کوئٹہ

۱۳۔ القدوری، الامام احمد بن محمد قدوری، المصباح ا، ردو بازار لاہور، پاکستان

۱۴۔ المحیط البرہانی، امام محمود بن احمد بن عمر برہان الدین مازہ، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان

۱۵۔ الاشباہ والنظائر، الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم۔

۱۶۔ الفتاویٰ قاضی خان، امام حسن بن منصور بن محمود اوزجندی، حافظ کتب خانہ مسجد روڈ کوئٹہ پاکستان

۱۷۔ الفتاویٰ الھندیۃ، علامہ شیخ نظام و جماعۃ من علماء الھند، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ پاکستان

۱۸۔ الدر المختار، علامہ حصکفی، مکتبہ امدادیہ، ملتان

۱۹۔ رد المحتار، علامہ ابن عابدین شامی، مکتبہ امدادیہ، ملتان

۲۰۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ، عالم بن علاء دہلوی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

۲۱۔ الجوھرۃ النیرۃ، شیخ الاسلام ابوبکر بن علی حدادیمنی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

۲۲۔ الھدایۃ، الامام ابو الحسین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، المصباح، بک لینڈ، اردو بازار، لاہور

۲۳۔ فتح القدیر، امام کمال الدین بن عبد الواحد بن ہمام، المکتبۃ الحقانیۃ محلہ جنگی پشاور پاکستان

۲۴۔ البنایۃ، علامہ بدر الدین عینی، مکتبہ حقانیہ ملتان، پاکستان

۲۵۔ جامع الرموز، شمس الدین محمد خراسانی قہستانی، ایم ایچ کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی پاکستان

۲۶۔ النتف، قاضی القضاۃ ابو الحسن علی بن حسین بن محمد سغدی، مکتبہ عثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ پاکستان

۲۷۔ کنز الدقائق، امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، المکتبۃ العربیۃ، دستگیر کالونی کراچی
۲۸۔ البحر الرائق، الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان
۲۹۔ تبیین الحقائق، فخر الدین عثمان بن علی زیلعی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی پاکستان
۳۰۔ الشفاء، قاضی عیاض مالکی، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان
۳۱۔ الصارم المسلول، شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، دار ابن حزم، بیروت لبنان
۳۲۔ المسایرۃ، امام کمال الدین محمد بن ہمام، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت لبنان
۳۳۔ العقائد النسفیۃ، امام عمر نسفی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان
۳۴۔ شرح العقائد النسفیۃ، سعد الدین مسعود بن عمر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان
۳۵۔ لسان العرب، الامام ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، دار الفکر بیروت، لبنان، ۱۸۹۴ء
۳۶۔ تفسیر بغوی
۳۷۔ تفسیر ابن ابی حاتم
۳۸۔ تفسیر زاد المسیر
۳۹۔ تفسیر اللباب
۴۰۔ الدر المنثور
۴۱۔ تفسیر خازن کا مطالعہ المکتبۃ الشاملۃ سے کیا گیا ہے۔

دوسرا باب

کیا مرتد کے قتل کیے جانے پر اس کی تعزیت اور تاسف کا اظہار کرنا جائز ہے؟

اللہ رب العزت نے تمام اہل ایمان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ تمام مسلمان ایمان کے رشتے میں ایسے بندھے ہوئے ہیں کہ رنگ و نسل، لسان و ذات اور شعوب و قبائل کا فرق مٹ جاتا ہے اور سب شرق سے غرب اور شمال سے جنوب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لیتے ہیں۔ اس بھائی چارے اور اخوت کو قائم و دائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں کو ان کاموں کے کرنے سے منع کیا ہے جو دلوں کو دور کر دیتے ہیں جیسے چغلی کرنا، غیبت کرنا، تجسس کرنا وغیرہ۔ اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ نے بہت سی ایسی باتوں کا حکم دیا ہے جن کو اختیار کرنے سے اہل ایمان کے مابین محبت کا رشتہ اور مضبوط ہو جاتا ہے جیسے دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرنا، ایک دوسرے کو تحائف دینا، چھینک آنے پر وہ الحمد للہ کہے تو اس کو جواب دینا، اگر دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرنا، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، اس کا انتقال ہو جائے تو اس کی تعزیت کرنا، اس کے جنازے میں شرکت کرنا اور تدفین میں تعاون کرنا وغیرہ۔ کتب حدیث میں عام طور پر اس سے متعلقہ احادیث کتاب الآداب میں نقل کی جاتی ہیں وہاں ان کا تفصیلی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ

تمام تر اعمال باہمی محبت ومودت کو پیدا کرتے ہیں اور اہل اسلام کا ایمانی رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل جاتا ہے اور نعوذ باللہ اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار کر لیتا ہے تو ایسے شخص سے اظہار محبت ومودت کرنے اور موت وحیات کے معاملات میں اہل اسلام کی طرح معاملہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اسی بات کا اعلان ہم نماز وتر میں و نخلع و نترك من يفجرك پڑھتے ہوئے روزانہ کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ ایک عام کافر کے ساتھ تالیف قلب کے لیے بعض معاملات کی اجازت ہے جیسے بیمار ہونے پر اس کی عیادت کرنا اور مرنے پر اس کے اہل خانہ سے انسانیت کے ناطے اظہار افسوس کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں جیسے آپ ﷺ کا اپنے خاندان والوں کے ساتھ معاملات فرمانا، تبلیغ کی غرض سے ان کی دعوت کرنا یا کسی یہودی و کافر کی عیادت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک یہودی غلام رسول اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے تشریف فرما ہوئے اس حال میں کہ وہ عالم نزع میں تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ لڑکے نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا۔ وہ اس کے سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے باپ نے اپنے بیٹے سے کہا ابو القاسم (ﷺ) کی اطاعت کر لو۔ وہ اسلام لے آیا پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے یہ فرماتے ہوئے روانہ ہوئے کہ

الحمد لله الذی انقذہ بی من النار۔

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس (لڑکے) کو میری وجہ سے جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔''

(مسند امام احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 13466)

اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا: الیست نفسا؟ کیا یہ انسان نہیں ہے؟

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1312)

آپ ﷺ کی اسی سنت کی اتباع کی ایک مثال حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے عہد میں ہمیں نظر آتی ہے۔ ایک مجبور عیسائی عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ میری بچی کو گذشتہ رات ڈاکو اٹھا کر لے گئے میں نے اپنے بادشاہ سے عرض کی تو اس نے کہا مسلمانوں کا سلطان بہت رحم دل ہے ہم تمہیں اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ آپ ہی میری بچی مجھے دلوا سکتے ہیں۔ سلطان نے جب یہ بات سنی تو اس کا دل بھر آیا اور آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ سلطان نے اسی وقت حکم دیا کہ اس کی بچی کو ابھی تلاش کیا جائے۔ کچھ دیر بعد جب ایک شخص اس کی بچی کو اپنے کندھے پر اٹھا کر لایا تو وہ عورت اپنی بچی کو دیکھتے ہی زمین پر لوٹنے لگی۔ اس کے جذبات دیکھ کر سب لوگ رونے لگے۔ وہ عورت سلطان کو دعائیں دیتی ہوئی دوبارہ اپنے لشکر کی طرف چلی گئی۔ (النوادر السلطانیۃ: ص:۲۶)

پس تالیف قلب کے لیے کسی عام کافر کی دعوت کرنا، عیادت کرنا یا اس کے ساتھ رحم کا معاملہ کرنا تاکہ وہ اسلام کے قریب ہو سکے اسلام کے محاسن میں سے ہے۔ تاہم اگر کوئی کافر شاتم رسول ﷺ ہو یا شریعت کا مذاق اڑاتا ہو یا اسی طرح سے کوئی مسلمان توہین رسالت یا توہین شریعت کی وجہ سے مرتد ہو جائے تو اس کی صحبت اختیار کرنے اور اس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنے کی اجازت نہیں جس سے محبت و مودت کا اظہار ہوتا ہو تاکہ ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو اور دوسرے لوگ ان قبیح اعمال

سے دور رہیں۔ اہل کتاب چاہے یہودی ہوں یا نصرانی رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں۔ تاہم ان کے عورتوں کے ساتھ مناکحت جائز ہے اور ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اسی لیے ہماری کتب فقہ وسیر میں اہل کتاب اور مشرکین کے احکامات میں اس فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان عیسائی یا یہودی ہو جائے یا کسی موجب کفر کے ارتکاب سے کافر ہو جائے تو ایسے شخص کو مرتد کہا جاتا ہے جو حربی کافر کے حکم میں ہے۔ اس کے اور دیگر کفار کے احکامات میں فرق ہے جس کی تفصیل احکام المرتدین میں دیکھی جا سکتی ہے۔ وہ بد بخت لوگ جو توہین رسالت یا توہین شریعت کے مرتکب ہوں یا شریعت اسلامیہ کے احکامات کا مذاق اڑائیں اور تنبیہ اور نہی عن المنکر کے باوجود اپنی بدعقیدگی اور دریدہ دہنی پر قائم رہیں ایسے افراد کے ساتھ اہل اسلام کو ان کی موت وحیات میں ایسے معاملات کرنے کی اجازت نہیں جن سے ان کی طرف جھکاؤ معلوم ہوتا ہو یا محبت کا اظہار ہوتا ہو۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے دور میں جب والی کرک ارناط نامی ایک کافر نے مسلمانوں کے ایک قافلے پر حملہ کیا اور توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہوئے کہا: قولوا لمحمد (ﷺ) یخلصکم۔ محمد (ﷺ) سے کہو کہ تم کو نجات دے۔ جب سلطان کو اس واقعے کی خبر پہنچی تو سلطان نے نذر مانی کہ اس لعین کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ جب جنگ حطین میں ارناط، بادشاہ کے ساتھ گرفتار ہوا اور اسے بادشاہ کے ساتھ سلطان کے سامنے حاضر کیا گیا تو بادشاہ کو پیاس کی وجہ سے پانی پیش کیا گیا۔ اس نے پانی پیا اور اس میں سے بچا کر ارناط کو دے دیا۔ سلطان نے ترجمان سے کہا کہ بادشاہ کو کہہ دو تم نے اس کو یہ پانی پینے کے لیے دیا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اس کو نہ تو اپنے پانی سے کچھ پلاؤں گا اور نہ اپنے کھانے سے کچھ کھلاؤں گا۔ سلطان نے یہ وضاحت اس لیے کی کہ سلطان کی عادت تھی جس کو سلطان کھانا پیش فرماتے اس کو ایذا نہ دیتے تھے۔

پھر اپنے ہاتھ سے اس ملعون کو قتل کیا۔ (النوادر السلطانیۃ، ص: ۲۷)

سلطان کے مذکورہ دونوں واقعات مسلمانوں کے جذبات، مزاج اور اخلاق کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں جن میں آج بھی ہمارے حکمرانوں اور اہل علم حضرات کے لیے روشنی موجود ہے۔ پیش نظر مضمون کا مقصد اس بات کا بیان ہے کہ کیا کسی مسلمان کے لیے مرتد کی تعزیت کرنا شرعاً جائز ہے؟ اس سے قبل کہ ہم اس مسئلہ کی وضاحت کریں، تعزیت کے معنی اور اس کے مقاصد کا جاننا ضروری ہے۔ تعزیت عربی زبان کا لفظ ہے۔ عَزَاء عربی میں ہر اس چیز پر صبر کو کہا جاتا ہے جو کھو گئی ہو۔ اسی سے عَزِیَ یَعْزَی عَزَاءً ہے جس کا معنی مصیبت پر صبر کرنا ہے۔ باب تفعیل میں عَزّٰی یُعَزِّی تَعْزِیَۃً سے مراد کسی کو کسی چیز کے کھو جانے پر تسلی دینا ہے۔ وہ شخص جو مصائب پر اچھے طریقے سے صبر کا اظہار کرے اس کے لیے کہا جاتا ہے انہ لَعَزِیٌّ یعنی یہ صبور ہے۔ لوگ جب ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے تَعَازَی الْقَوْمُ یعنی لوگوں نے ایک دوسرے کی تعزیت کی اور کسی چیز کے کھو جانے پر صبر کرنے کی تلقین کی۔ غرض یہ کہ تعزیت سے مراد کسی چیز کے کھو جانے پر کسی کو صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے لسان العرب، تاج العروس اور القاموس المحیط کا مطالعہ فرمائیں۔ اہل اسلام کسی کے انتقال پر اس کے اہل خانہ کے ساتھ تعزیت کرتے ہیں جو مسلمان بھائی کے آداب وحقوق اور اسلامی معاشرت میں سے ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ جب ایک انسان انتقال کر جاتا ہے تو اس کے اہل خانہ کو تسلی دی جاتی ہے، میت کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور ایسے کلمات ادا کیے جاتے ہیں جن سے انہیں صبر نصیب ہو۔ تعزیت کا مقصد مرنے والے کی "موت" پر اس کے ورثاء اور خاندان سے اظہار افسوس کرتے ہوئے انہیں تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا ہے تاکہ اہل اسلام خوشی کی طرح ایک دوسرے کے غم میں بھی شریک رہیں اور اس طرح ان کی

باہمی محبت ومودت قائم ودائم رہے۔ کفر واسلام اور ارتداد کے اعتبار سے تعزیت کرنے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ مرنے والا مسلمان ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ بھی مسلمان ہو۔
۲۔ مرنے والا مسلمان ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ کافر ہو۔
۳۔ مرنے والا ذمی کافر ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ مسلمان ہو۔
۴۔ مرنے والا ذمی کافر ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ بھی کافر ہو۔
۵۔ مرنے والا حربی کافر ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ مسلمان ہو۔
۶۔ مرنے والا حربی کافر ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ بھی کافر ہو۔
۷۔ مرنے والا مرتد ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ مسلمان ہو۔
۸۔ مرنے والا مرتد ہو اور جس سے تعزیت کی جارہی ہے وہ بھی مرتد یا کافر ہو۔
۹۔ مرنے والے کو توہین رسالت یا توہین شریعت کرنے اور اس پر قائم رہنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا ہو اور جس سے تعزیت کی جائے وہ مسلمان ہو۔
۱۰۔ مرنے والے کو توہین رسالت یا توہین شریعت کرنے اور اس پر قائم رہنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا ہو اور جس سے تعزیت کی جائے وہ کافر یا مرتد ہو۔

کتب حدیث وفقہ میں تعزیت کے فضائل، احکامات اور مختلف کلمات "کتاب الجنائز" میں ذکر ہیں۔ کسی چیز کے کھوجانے اور کسی کے مرنے پر مسلمانوں کا ایک دوسرے کے لیے دعا کرنا، ایک دوسرے کو تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا مسنون ہے۔ احادیث شریف میں تعزیت کرنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من عزی اخاہ المؤمن بمصیبة کساہ اللہ حلل

الکرامة یوم القیامة۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:8975)

ترجمہ: "جس نے اپنے مؤمن بھائی کی مصیبت میں تعزیت کی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کرامت کے جوڑے پہنائے گا۔"

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے سوال کیا:

الھی ما جزاء من یعزی الحزین و المصاب ابتغاء مرضاتك قال الله عزوجل :جزائه ان اكسوه رداء من اردية الايمان استره به من النار و ادخله الجنة۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:8976)

ترجمہ: "اے میرے معبود! اس کی جزاء کیا ہے جو کسی غمگین اور مصیبت زدہ کی تیری رضا کی خاطر تعزیت کرے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: اس کی جزا یہ ہے کہ میں اسے ایمان کی چادروں میں سے ایک چادر پہناؤں گا، اسے اس کے ذریعے جہنم سے بچاؤں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔"

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من عزی ثکلی کسی بردا من برود الجنة۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث:8977)

ترجمہ: "جس نے اس کو تسلی دی جس کا بچہ کھو گیا ہو تو اس کو جنت کی چادروں میں سے ایک چادر پہنائی جائے گی۔"

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من عزی اخاہ المسلم فی مصیبة، کساہ اللہ حلة خضراء یحبر بھا قیل یا رسول اللہ ﷺ ما یحبر بھا؟

قال: يغبط بها۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 8978)

ترجمہ: "جس نے اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کی اسے اللہ تعالیٰ سبز رنگ کا جوڑا پہنائے گا پھر فرمایا: یحبر بھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یحبر بھا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس پر رشک کرے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من عزى مصابا فله مثل اجره۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 8979)

ترجمہ: "جس نے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دی اس کے لیے اسی کے مثل اجر ہے۔"

یہ تمام احادیث امام بیہقی نے باب فی الصلاة على من مات من اهل القبلة میں نقل کی ہیں۔

تعزیت کے بارے میں فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

و فی العتابية: التعزية لصاحب المصيبة حسنة، والمعزى ماجور عليه و هي من حقوق الاسلام لقوله عليه السلام: حقوق المسلم على المسلم ان يعزيه اذا اصابته مصيبة۔

(الفتاویٰ التاتارخانیہ: ج:۲/ص ۱۳۹)

ترجمہ: "اور عتابیہ میں ہے کہ مصیبت زدہ شخص کو تسلی دینا بہتر ہے۔ اور تعزیت کرنے والے کو اس عمل پر ثواب ملتا ہے اور تعزیت کرنا اسلام کے حقوق میں سے ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی تعزیت

کرے جب اسے کوئی مصیبت پہنچے۔"

تعزیت کے بارے میں فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و يستحب ان يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالى لميتك و تجاوز عنه و تغمده برحمته و رزقك الصبر على مصيبة و اجرك على موته كذا فی المضمرات ناقلا من الحجة. و احسن ذلك تعزية رسول الله ﷺ ان لله ما اخذ و له ما اعطى و كل شي عنده باجل مسمى و يقال فی تعزية المسلم بالكافر اعظم الله اجرك و احسن عزائك و فی تعزية الكافر بالمسلم احسن الله عزاءك وغفر لميتك و لا يقال اعظم الله اجرك و فی تعزية الكافر بالكافر اخلف الله عليك و لا نقص عددك كذا فی السراج الوهاج۔

(الفتاویٰ الھندیہ: ج:۱/ص: ۱۶۷)

ترجمہ: "اور مستحب ہے کہ کہا جائے اس سے جس سے تعزیت کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے میت کی مغفرت فرمائے اور اس سے درگزر فرمائے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور تمہیں مصیبت پر صبر عطا فرمائے اور تمہیں اس کی موت پر اجر عطا فرمائے اسی طرح مضمرات میں ہے نقل کرتے ہوئے الحجۃ سے اور سب سے اچھی تعزیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے

عطا فرمایا اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک معلوم وقت کے ساتھ ہے۔ اور مسلمان سے تعزیت کرتے ہوئے کافر کے مرنے پر یوں کہا جاتا ہے: اللہ تمہارے اجر کو زیادہ کرے اور تمہارے صبر کو اچھا کرے۔ اور کافر سے تعزیت کرتے ہوئے مسلمان کے مرنے پر کہا جاتا ہے: اللہ تمہارے صبر کو اچھا کرے اور تمہارے مردے کی مغفرت فرمائے اور یوں نہیں کہا جائے گا: اللہ تمہارے اجر کو بڑھائے اور کافر کے مرنے پر کافر سے تعزیت کرتے ہوئے کہا جائے گا: اللہ تمہارے پیچھے چھوڑے اور تمہارے تعداد کو کم نہ کرے اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔"

امام حموی فرماتے ہیں:

و فی النوادر له جار یهودی او مجوسی فمات ابن له او قریب ینبغی له ان یعزیه به و یقول له اخلف الله علیك خیرا منه و اصلحك الله فكان معناه اصلحك الله تعالی بالاسلام یعنی رزقك الله ولدا مسلما۔ (شرح الحموی: ج:۳/ص:۸۹)

ترجمہ: "اور نوادر میں ہے کہ ایک شخص کا پڑوسی یہودی یا مجوسی ہو اس کا بیٹا مر جائے یا کوئی قریبی تو مناسب ہے کہ اس سے اس کے بدلے تعزیت کرے اور اس سے کہے: اللہ تمہارے پیچھے اس سے بہتر چھوڑے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہاری اسلام کے ساتھ اصلاح فرمائے یعنی تمہیں مسلمان اولاد دے۔"

کتب فقہ کی ان تمام عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ تعزیت کرنا اہل اسلام کے

حقوق میں سے ہے۔ اگر کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو دیگر مسلمانوں کو چاہیے کہ اس مسلمان کے اہل خانہ کو تسلی دیں، صبر کی تلقین کریں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ جہاں تک کافر کے مرنے پر مسلمان سے تعزیت کرنے کا تعلق ہے تو احناف اس کے جواز کے قائل ہیں۔ تاہم اس میں اس بات کو ملحوظ رکھنا ہے کہ مرنے والے کافر کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی جائے گی جبکہ مسلمان کے لیے صبر اور اجر کی دعا کی جائے گی۔ اسی طرح اگر پڑوس میں کسی کافر کا انتقال ہو جائے تو اس کے کافر اہل خانہ سے تعزیت کی جائے گی۔ اس صورت میں بھی مرنے والے کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان اہل خانہ کے لیے اجر کی دعا کی جائے گی جو کافر ہوں۔

فقہاء کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد کو زیادہ کرے اور تمہارے پیچھے اس سے بہتر چھوڑے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد زیادہ کرے تاکہ اہل اسلام کو زیادہ سے زیادہ جزیہ مل سکے اور تمہاری اولاد کو مسلمان کرے۔ کافر سے جب مسلمان کے مرنے پر تعزیت کی جائے گی تو اپنے مرنے والے مسلمان بھائی کی مغفرت کی دعا کی جائے گی۔ یاد رہے کہ ذمی کافروں کی ضیافت کو قبول کرنا، ان کو دعوت میں بلانا، ان کی عیادت کرنا اور ان سے تعزیت کرنا تالیف قلب کے لیے اس نیت کے ساتھ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس حسن خلق اور حسن اسلام کی وجہ سے ان کو دائرہ اسلام میں داخل کر دے اور اس عمل سے اہل اسلام کو نفع پہنچے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ رسول اللہ ﷺ کے خدمت گزار ایک یہودی لڑکے عبد القدوس کے گھر آپ ﷺ کے تشریف لے جانے، عیادت فرمانے اور اس کے اسلام لانے کے واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں:

و فیه جواز عیادة اهل الذمة و لا سیما اذا كان الذمی جارا له لان فیه اظهار محاسن الاسلام و زیادة التالف بهم لیرغبوا فی الاسلام۔

(عمدۃ القاری: ج:۸/ص:۲۵۴)

ترجمہ: ”اس میں اہل ذمہ کی عیادت کا جواز ہے خاص طور پر اس وقت جب وہ مسلمان کا پڑوسی ہو کیونکہ اس میں اسلام کے محاسن کا اظہار ہے اور اس میں ان کی تالیف قلب زیادہ ہے تاکہ وہ اسلام میں رغبت رکھیں۔“

مرتد کی تعزیت اور اس کے قتل کیے جانے پر تاسف:

جو شخص دین اسلام کو ترک کر دے اسے مرتد کہا جاتا ہے۔ ایسا کافر، کافر طاری ہے اور کافر اصلی سے اس کا کفر زیادہ قبیح ترین ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام سے مرتد کے احکامات کو ذمی کافر سے الگ بیان کیا ہے۔ اگر ایک شخص توہین رسالت یا توہین شریعت کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جائے تو اس عمل قبیح سے اس کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے اور وہ مباح الدم ہو جاتا ہے۔ اہل کتاب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں تاہم ان کی خواتین کے ساتھ مناکحت اور ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کرلے تو وہ اسلامی فقہ کے مطابق اہل کتاب کے بجائے مرتدین کے حکم میں ہوگا اور اس کے ساتھ مرتدین ہی کی طرح معاملہ کیا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

ولا یدفن فی مقابر اھل ملة ولا یتبعه ولده.

(الاشباہ والنظائر: ج:۳/ص:۲۱۸)

ترجمہ: ”اور اسے اہل ملت کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا بیٹا اس کے پیچھے جائے گا۔“

امام عبدالقاہر بغدادی فرماتے ہیں:

واجمعوا علی انه لا یحل ذبیحة المرتد ولا نکاحه ولا

دیة ولا قصاص علی قاتله. (کتاب اصول الدین: ص:۳۲۸)

ترجمہ: ”اور اس پر اجماع ہے کہ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور نہ ہی اس کا نکاح اور اس کو قتل کرنے والے پر دیت اور قصاص نہیں ہے۔“

اس معاملہ میں بالخصوص وہ مرتد انتہائی خبیث ترین کافر ہے جو توہین رسالت یا توہین و استہزائے شریعت کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گیا ہو۔ اسی لیے اکثر علماء ایسے خاص مرتد کی توبہ کی قبولیت کے بھی قائل نہیں ہیں اور ایسے ملعون کو بہرصورت قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ ایسے شخص کے جرم کی نوعیت اور شناعت اس وقت زیادہ ہو جاتی ہے جب وہ اپنی سرکشی پر جما رہے اور علماء کی مسلسل تنبیہ کے بعد بھی اپنی شیطانیت پر ڈٹا رہے۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ ایسے سرکش لوگوں کے ساتھ مقاطعہ کریں نیز ان کے مرنے یا کسی غیرت مند مسلمان کے ہاتھوں مارے جانے کے بعد انسانیت، مودت، محبت اور مواخات کی وجہ سے ان کے مرنے پر ”تاسف“ و ”تعزیت“ سے پرہیز کریں۔

وہ شخص جو توہین رسالت یا توہین شریعت کا مرتکب ہو وہ کسی طور پر بھی اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کے مرنے پر اہل اسلام ”تاسف“ یا ”تعزیت“ کریں۔ بلکہ اس سے اجتناب کرنا اس وقت اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے جب اس مرنے والے کے اہل خانہ اس کی حمایت و نصرت میں کھڑے ہوں اور اس کی بداعمالیوں پر راضی ہوں۔ ایسے سرکش لوگوں کی موت یا قتل پر مسلمانوں کا اظہار افسوس نہ کرنے اور ان پر نماز جنازہ ادا نہ کرنے سے دیگر سرکشوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ ڈاکوؤں اور باغیوں وغیرہ کی نماز جنازہ ادا نہ کرنے کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

وانما لم یغسلوا ولم یصل علیهم اهانة لهم و زجرا لغیرهم عن فعلهم. (ردالمحتار: ج:۳/ص:۱۰۷)

ترجمہ: ”اور انہیں غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ ادا کی

جائے گی ان کی اہانت کے طور پر اور دیگر کے زجر کے طور پر تاکہ وہ ان کے جیسے فعل سے دور رہیں۔"

ایسے افراد کی قرآن وسنت میں سخت ترین مذمت کی گئی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ یا شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ (التوبۃ ۹: ۶۴، ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: "منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبردار کر دے جو ان (منافقوں) کے دلوں میں (مخفی) ہیں۔ فرما دیجئے: تم مذاق کرتے رہو، بیشک اللہ وہ (بات) ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے

گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔"

ایسے بدبخت لوگوں کی حیات میں اور موت پر مسلمانوں کو کوئی ایسا فعل نہیں کرنا چاہیے جو ان کے محبت یا میلان کا اظہار کرتا ہو کیونکہ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے محبت کرتا ہے اور انہی کے لیے بغض رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ (ھود ۱۱: ۱۱۳)

ترجمہ: "اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔"

حضرت امام آلوسی بغدادی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای لا تمیلوا الیهم ادنی میل..... ان رجلا قال لسفیان: انی اخیط للظلمة فهل اعد من اعوانهم. فقال له: لا انت منهم والذی یبیعك الابرة من اعوانهم۔ (روح المعانی: ج: ۱۲/ص: ۲۳۱)

ترجمہ: "یعنی ان کی طرف ذرا سے میلان کا بھی اظہار نہ کرو۔۔۔۔ ایک آدمی نے سفیان سے کہا کہ میں ظالموں کے کپڑے سیتا ہوں تو کیا میں ان کے مددگاروں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، تم انہیں میں سے ہو اور جو تمہیں سوئی بیچتا ہے وہ ان کے مددگاروں میں سے ہے۔"

امام زمخشری فرماتے ہیں:

والنهی متناول للانحطاط فی هواهم والانقطاع الیهم و مصاحبتهم و مجالستهم و زیارتهم و مداهنتهم و الرضا باعمالهم و التشبه بهم و

التزي بزيهم و مد العين الى زهرتهم و ذكرهم بما فيه تعظيم لهم۔ (الکشاف: ج:۲/ص:۴۳۳)

ترجمہ: ''اور نہی شامل ہے ان کی خواہشات میں گرنے اور ان کی طرف ہونے کو اور ان کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا اور ان کی زیارت کرنا اور ان کے ساتھ مداہنت کرنا اور ان کے اعمال سے راضی ہونا اور ان کے ساتھ تشبیہ اختیار کرنا اور ان کی جیسی پوشاک پہننا اور ان کے حسن کی طرف نظر بڑھانا اور ان کا ذکر کرنا اس چیز کے ساتھ جس میں ان کے لیے تعظیم ہو سب اس میں شامل ہے۔''

امام ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں:

ولقد سئل سفيان عن ظالم اشرف على الهلاك فى برية هل يسقى شربة ماء فقال لا فقيل له: يموت؟ فقال: دعه يموت۔ (تفسیر البحر المحیط: ج:۵/ص:۲۶۹)

ترجمہ: ''سفیان سے ظالم کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کمزوری سے مرنے کے قریب ہے کیا اسے پانی کا ایک گھونٹ پلایا جائے گا۔ فرمایا: نہیں۔ کہا گیا: وہ مر جائے گا؟ فرمایا: اس کو مرنے کے لیے چھوڑ دو۔''

حضرت امام اسماعیل حقی بروسوی فرماتے ہیں:

و دخل فى الركون الى الظالمين المداهنة و الرضى بأقوالهم و اعمالهم و محبة مصاحبتهم و معاشرتهم و مد العين الى زهرتهم الفانية و

غبطتهم فيما اوتوا من القطوف الدانية و الدعا لهم بالبقاء و تعظيم ذكرهم و اصلاح دواتهم و قلمهم و دفع القلم او الكاغذ الى ايديهم و المشى خلفهم و التزي بزيهم و التشبه بهم و خياطة ثيابهم۔ (روح البیان: ج: ص:)

ترجمہ: ''اور ظالموں کی طرف مائل ہونے میں مداہنت داخل ہے اور ان کے اقوال و اعمال کے ساتھ راضی ہونا اور ان کی صحبت کی محبت اور ان کی معاشرت اور ان کے فانی حسن و جمال کی طرف نظر اٹھانا اور ان پر رشک کرنا اس چیز میں جو انہیں دنیاوی نعمتوں میں دیا گیا ہے اور ان کے باقی رہنے کی دعا کرنا اور ان کے ذکر کی تعظیم کرنا اور ان کی چیزوں کو اور قلم کو درست کرنا اور ان کو قلم اٹھا کر دینا یا ان کے ہاتھ میں کاغذ دینا اور ان کے پیچھے چلنا اور ان کی پوشاک جیسے کپڑے پہننا اور ان کی طرح تشبیہ اختیار کرنا اور ان کے کپڑے سینا۔''

ظالموں کی طرف کسی بھی قسم کے ادنی سے میلان کو بھی منع کیا گیا ہے۔ علما کے مطابق ان کی مصاحبت، مجالست اور زیارت منع ہے۔ یہاں تک کہ ان سے معاشرتی تعلقات جیسے ان کے کپڑے سینا وغیرہ سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ جب محض ایک ظالم کے ساتھ مجالست، مصاحبت اور معاشرتی تعلقات کی ممانعت اتنی سخت ہے تو وہ شخص جو توہین رسالت یا توہین شریعت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہو، علما کی تنبیہات کے باوجود اپنی سرکشی میں بڑھتا چلا گیا ہو اور ایسے شخص کو کوئی غیرت مند مسلمان قتل کردے تو اس پر افسوس کرنا اور اس کے اہل خانہ

سے تعزیت کرنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے؟ بالخصوص اس وقت جب اس کے اہل خانہ کو بھی اس کے افعال پر افسوس نہ ہو۔ اس آیت مقدسہ میں ظالموں کی طرف میلان رکھنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے۔ پس کوئی بھی ایسا کام جو ان کی طرف میلان کا اظہار کرتا ہو جیسے ان کے ساتھ کھانا پینا، بیمار ہونے پر عیادت کرنا، مرنے پر افسوس کا اظہار کرنا یا تعزیت کرنا ناجائز ہے۔ اس بارے میں سنت رسول کریم ﷺ یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امر شارع ﷺ کی توہین کرنے والے شخص کو قتل کیا تو اس کے اہل خانہ نے دیت کا مطالبہ کیا اور اپنا عذر پیش کیا لیکن قرآن حکیم نے فرمایا:

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ (النساء، ۴:۶۳)

ترجمہ: ''پس آپ ان سے اعراض برتیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت الفاروق۔ اے عمر تم فاروق ہو۔

یعنی آپ ﷺ نے نہ تو اس شخص کے قتل کیے جانے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قصاص یا دیت کو لازم کیا اور نہ ہی آپ کو تادیباً سزا دی بلکہ ''فاروق'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اس مقام پر اہل علم حضرات بلا تامل نبی کریم ﷺ کے اس عمل سے اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے دم کو باطل قرار دے دیا، قرآن نے آپ ﷺ کو ان کے اہل خانہ سے اعراض کرنے کا حکم دیا جو دیت کا مطالبہ کر رہے تھے تو ایسے شخص کے قتل کیے جانے پر اظہار افسوس اور اہل خانہ سے تعزیت کی اجازت کس طرح شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو سکتی ہے؟ کیا ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے منافی نہیں؟

وہ بد بخت لوگ جو اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہیں ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فلا تجالسوهم ولا تؤاكلوهم ولا تشاربوهم ولا تنكحوهم فان مرضوا فلا تعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم ولا تسلموا عليهم ولا تصلوا عليهم۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۴۲)

ترجمہ: ''پس تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ نہ پیو اور ان کے ساتھ نکاح مت کرو۔ پس اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت کو مت جاؤ اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے پاس حاضر مت ہو اور ان پر سلام نہ کہو اور ان کی نماز جنازہ ادا نہ کرو۔''

اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کرنے والوں کے ساتھ ترک مجالست اور ترک معاشرت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان تمام کاموں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہونے کی وجہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ان سے زجراً معاشرت کو ترک کرنے اور مقاطعہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ کھانا، پینا، نکاح کرنا، بیمار ہونے پر عیادت کرنا جو عام کافروں کے ساتھ جائز ہے اس سے بھی منع کر دیا گیا۔ اگر وہ مر جائیں تو اہل اسلام کو ان کی میت پر حاضر نہ ہونے اور نماز جنازہ ادا نہ کرنے کا علیحدہ علیحدہ حکم دیا گیا ہے۔ پس جب صحابہ کرام کی توہین کرنے والے شخص کے ساتھ معاشرت اور موت و حیات کے معاملات میں احکامات اتنے سخت ہیں تو توہین شریعت اور توہین رسالت کرنے والے شخص کے قتل پر اظہار افسوس اور اس کی تعزیت کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟

حضرت امام شہاب الدین رملی فرماتے ہیں:

اما الكافر غير المحترم من مرتد و حربي فلا

یعزی کما بحثه الاذرعی ۔۔۔ ولا یعزی به ایضا۔

(نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج: ج:۲/ص:۲۶۰)

ترجمہ: ''جہاں تک غیر محترم کافر کا تعلق ہے جو مرتد یا حربی ہو تو اس سے تعزیت نہیں کی جائے گی جیسا کہ اذرعی نے بحث کی ہے۔۔۔۔ اور مرتد کے بدلے بھی تعزیت نہیں کی جائے گی۔''

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

و ظاهر انه لا تسن تعزية مسلم بمرتد او حربی بخلاف نحو محارب و زان محصن و تارك صلاة و ان قتل حدا۔ (نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج: ج:۲/ص:۲۶۰)

ترجمہ: ''اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمان سے مرتد کے بدلے تعزیت کا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا برخلاف محارب اور شادی شدہ زانی اور نماز کو چھوڑنے والے کے، اگرچہ اس کو حد کے طور پر قتل کیا گیا ہو۔''

امام شہاب الدین رملی علیہ الرحمۃ نے بہت واضح الفاظ میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ کافر جن سے تعزیت کرنے کی اجازت ہے وہ غیر محترم کافر ہیں یعنی وہ مرتد اور حربی نہ ہوں نیز کسی شخص سے مرتد کے مرنے پر اس کے بدلے تعزیت نہیں کی جائے گی۔ جبکہ کسی محارب، شادی شدہ زانی یا بے نمازی کی موت پر تعزیت کرنا جائز ہے۔

حضرت شیخ سلیمان بن عمر جمل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ولا یعزی المسلم ایضا بالمرتد و الحربی اذا ماتا اھ۔ (حاشیۃ الجمل: ج:۳/ص:۲۴۸)

ترجمہ: ''اور مسلمان سے تعزیت نہیں کی جائے گی مرتد اور حربی کے بدلے جب وہ دونوں مرجائیں۔''

حضرت شیخ سلیمان جمل علیہ الرحمۃ نے بھی بہت واضح الفاظ میں اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے کہ حربی کافر اور مرتد کے مرنے پر کسی مسلمان سے تعزیت نہیں جائے گی۔

حضرت شیخ سلیمان بن محمد عمر بجیرمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و لا یعزی المسلم ایضا بالمرتد و بالحربی اذا ماتا۔

(حاشیۃ البجیرمی: ج:۱/ص:۶۵۰)

ترجمہ: ''اور مسلمان سے تعزیت نہیں کی جائے گی مرتد اور حربی کے بدلے جب وہ دونوں مرجائیں۔''

حضرت امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں:

و ظاهر انه لا تسن تعزية مسلم بمرتد او حربی بخلاف نحو محارب و زان محصن و تارك صلاة و ان قتل حدا۔ (تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج: ج:۱/ص:۴۲۴)

ترجمہ: ''اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمان سے مرتد کے بدلے تعزیت کا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا برخلاف محارب اور شادی شدہ زانی اور نماز کو چھوڑنے والا اگرچہ اس کو حد کے طور پر قتل کیا گیا ہو۔''

حضرت شیخ شمس الدین محمد خطیب شربینی فرماتے ہیں:

اما الکافر غیر المحترم من مرتد و حربی فلا یعزی کما بحثه الاذرعی ۔۔۔ ولا یعزی به ایضا۔

(مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج: ج:۱/ص:۵۲۸)

ترجمہ: ''جہاں تک غیر محترم کافر کا تعلق ہے جو مرتد یا حربی ہو تو اس سے تعزیت نہیں کی جائے گی جیسا کہ اذرعی نے بحث کی ہے۔۔۔۔ اور مرتد کے بدلے بھی تعزیت نہیں کی جائے گی۔''

ان تمام حوالہ جات میں نصاً اس مسئلہ کا بیان کیا گیا ہے کہ مرتد اور حربی یا غیر محترم کافر کے مرنے پر کسی مسلمان سے تعزیت نہیں کی جائے گی۔ قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ توہین رسالت کی وجہ سے مرتد ہونے والا شخص زیادہ سختی کا مستحق ہے۔ جب ایک عام مرتد کے مرنے پر تعزیت کی اجازت نہیں تو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی توہین کرنے والے شخص کے مارے جانے پر تعزیت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے فتاویٰ میں مرتد اور توہین رسالت یا شریعت کرنے والے سے معاملات کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام ہے نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انھیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انھیں اپنے سے دور رکھنے کا حکم ہے۔۔۔۔۔ شریعت مطہرہ میں مرتد کا حکم اصلی سے سخت تر ہے۔“

(الفتاویٰ الرضویہ: ج:۱۴/ص:۴۱۲)

آپ علیہ الرحمۃ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”ان سے میل جول حرام، ان سے سلام وکلام حرام، انھیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مر جائیں تو مسلمانوں کا سا انھیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انھیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام، انھیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر۔“ (الفتاویٰ الرضویہ: ج:۱۴/ص:۴۰۲)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

”نماز سے منکر کافر ہے، روزہ سے منکر کافر ہے، جو نماز پڑھنے کو برا کہے، نمازی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے طعن وتشنیع کرے کافر ہے، روزہ رکھنے کو جو برا کہے، روزہ دار پر روزہ کی وجہ سے طعن کرے وہ کافر ہے، گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے، قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے۔ ان اعتقادوں والے مطلق کفار ہیں۔ پھر اگر اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان کہتے یا کلمہ پڑھتے ہوں تو مرتد ہیں کہ دنیا میں سب سے بدتر کافر ہیں، ان سے میل جول حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز حرام۔“

(الفتاویٰ الرضویہ: ج:۱۴/ص:۳۵۶)

آپ فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کا وعظ سننا حرام، وہ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، جنازہ اٹھانا حرام، جنازے کے ساتھ چلنا حرام، اس پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے مسلمانوں کی طرح دفن کرنا حرام، اس کے لیے دعائے بخشش کرنا حرام، اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔“

(الفتاویٰ الرضویہ: ج:۱۵/ص:۲۷۸)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

”ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل

جول، نشست و برخاست سلام کلام سب حرام ہے۔"

(الفتاوی الرضویۃ: ج: ۱۴/ص: ۴۱۰)

حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ مرتد کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ایسے لوگوں سے بالکل میل جول چھوڑ دیں۔ سلام و کلام ترک کر دیں ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا غرض ہر قسم کے تعلقات ان سے قطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں۔"

(بہار شریعت: جلد اول، حصہ نہم، ص: ۸۷۲)

ان تمام آیات مقدسہ، احادیث شریفہ اور فقہا کی عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مرتد، کافر طاری کا حکم کافر اصلی کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے۔ بالخصوص وہ شخص جو توہین رسالت یا توہین شریعت کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گیا ہو وہ انتہائی بدترین کافر و مرتد ہے۔ اسی لیے اکثر علماء ایسے ملعون شخص کی توبہ کی قبولیت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ایسے بد بخت لوگوں کے ساتھ مودت، محبت، اخوت، معاشرت غرض یہ کہ ہر قسم کے تعلق کو توڑ لینا چاہیے اور کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جو ان کی طرف ادنی سے میلان کو بھی ظاہر کرتا ہو۔ اگر کوئی شخص توہین رسالت یا توہین شریعت کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گیا ہو اور علما و مفتیان کرام کی مسلسل تنبیہات کے باوجود وہ اپنی سرکشی میں بڑھتا چلا جائے اور اسے کوئی باغیرت مسلمان قتل کر دے تو ایسے شخص کی موت پر اسے مرتد سمجھتے ہوئے اس کے خاندان سے تعزیت کرنا جب کہ وہ اس کی بدعقیدگی اور بدعملی سے بیزار بھی نہ ہوں یا اس کے قتل پر اظہار افسوس کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں ایسے بد بخت لوگوں کا مقاطعہ کرنے، ان سے معاشرت ختم کرنے اور ہر اس کام سے بچنے کا حکم ہے جو ان کی طرف ادنی سے میلان کا بھی اظہار کرتا ہو۔

اس مضمون کے آخر میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کتب حدیث و فقہ میں ارتداد یا احکام المرتدین کے باب میں ایسے کلمات ذکر نہیں کیے گئے جن میں کسی مرتد سے "اظہار افسوس" یا "تاسف" کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہو بلکہ کسی کے مرنے پر تعزیت کے کلمات "جنائز" کے باب میں لکھے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب مرنے والے کے دکھ میں مبتلا اہل خانہ کو تسلی دینا اور صبر کی دعا کرنا ہوتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق فقہ کی کتابوں میں مرتد کے قتل کیے جانے پر، اس کے ترک دین پر افسوس کے اظہار کے لیے اس کے اہل خانہ سے "تعزیت بمعنی تاسف" کا کہیں بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ ارتداد کا راستہ اختیار کرنے والے سے تعزیت یعنی تسلی اور صبر کی دعا نہیں کی جاتی۔ بلکہ استحباباً اسے تین دن تک قید کیا جاتا ہے تاکہ اس کے شکوک و شبہات دور کیے جائیں۔ اس کے ساتھ موالات، محبت، مودت اور معاشرت کو ترک کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے باوجود وہ اسلام کی طرف نہ لوٹے تو اس کو قتل کیا جاتا ہے۔ دعوت و تبلیغ، تکفیر و تردید، زجر و توبیخ اور مقاطعہ کرنے کے بجائے افسوس کا اظہار کرنا یا تعزیت کرنا اہل علم حضرات کے لیے کسی طور پر جائز نہیں۔

عمیر محمود صدیقی

۱۸ نومبر ۲۰۱۱ء

مصادر ومراجع

۱۔ قرآن کریم

۲۔ روح المعانی، لسید محمود آلوسی بغدادی، المکتبۃ الحقانیۃ، ملتان، پاکستان۔

۳۔ روح البیان، علامہ اسماعیل حقی بروسوی،

۴۔ تفسیر البحر المحیط، ابوحیان اندلسی، دار الفکر، طبعہ ثانیہ ۱۴۰۳ھ

۵۔ الکشاف، علامہ جار اللہ زمخشری، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان

۶۔ صحیح البخاری، الامام ابوعبداللہ اسماعیل بن ابراہیم البخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۱ھ

۷۔ مسند امام احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل، المکتبۃ الشاملۃ

۸۔ شعب الایمان، امام احمد بن حسین بن علی بیہقی، المکتبۃ الشاملۃ

۹۔ السنن الکبریٰ، امام احمد بن حسین بن علی بیہقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان

۱۰۔ عمدۃ القاری، علامہ بدر الدین عینی، مکتبۃ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، پاکستان

۱۱۔ کنزل العمال، علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی، مؤسسۃ الرسالۃ، طبعہ خامسہ ۱۴۰۵ھ

۱۲۔ الفتاویٰ التاتارخانیۃ، علامہ عالم دہلوی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۱۳۔ الاشباہ والنظائر، علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ، کراچی پاکستان

۱۴۔ الفتاویٰ الھندیۃ، الشیخ نظام الدین و جماعۃ من علماء الھند، مکتبۃ رشیدیہ، سرکی

روڈ کوئٹہ، پاکستان

۱۵۔ شرح الحموی، علامہ شیخ سید احمد بن محمد حموی مصری، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ، کراچی پاکستان

۱۶۔ رد المحتار، علامہ ابن عابدین شامی، مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

۱۷۔ فتاویٰ رضویہ، حضرت علامہ احمد رضا خان، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

۱۸۔ بہار شریعت، علامہ امجد علی اعظمی، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور

۱۹۔ کتاب اصول الدین، امام ابومنصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی، دار صادر، بیروت لبنان

۲۰۔ نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج، شمس الدین شہاب الدین رملی، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۰۴ھ

۲۱۔ حاشیۃ الجمل، شیخ سلیمان جمل، دار الفکر بیروت۔

۲۲۔ حاشیۃ البجیرمی، شیخ سلیمان بن محمد بن عمر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۲۰ھ

۲۳۔ تحفۃ المحتاج بشرح المنھاج، امام احمد بن محمد علی ابن حجر ہیتمی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثالثۃ ۲۰۱۰ء

۲۴۔ النوادر السلطانیۃ، قاضی بہاؤ الدین ابن شداد، مطبعۃ الاداب و المؤید بمصر ۱۳۱۷ھ

۲۵۔ مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنھاج، علامہ محمد خطیب شربینی، دار المعرفۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ

تیسرا باب

غامدی صاحب کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی تجزیہ

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابتدا ہی سے اسلام کے قلب وجگر پر ایسے حملے ہوتے رہے ہیں جنہیں برداشت کرنے کی تاب وتواں دوسرا مذہب نہیں رکھتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس دین متین کی حفاظت ونصرت نہ فرماتا تو اس دین کی بات بھی آج ماضی بعید کے صیغہ میں کی جاتی۔ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے صلیبیوں کی یورش اور اسلام کو تاریخی داستان بنانے کے لئے تاتاریوں کے حملے ہی کافی تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حملے اسلام کی بنیادوں کو متزلزل نہ کر سکے۔ بدعات، نفس پرستی، فرق باطلہ ولادینیت کا کئی بار اسلام پر حملہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے نفوس قدسیہ پیدا فرمائے جنہوں نے کفر کو منہ توڑ جواب دیا، بدعات سیئہ کے مقابلے میں دین اسلام کی صحیح تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا اور قرآن وسنت کی عملی تفسیر وتشریح اپنے بے داغ کردار کی صورت میں پیش کی۔ آج ہم اسلام کی دعوت و عزیمت کی تاریخ میں اہم کردار ادا کرنے والوں کو محمد بن قاسم، عمر بن عبدالعزیز، شیخ عبد القادر جیلانی، ابوالحسن اشعری، امام غزالی، مجدد الف ثانی رحم اللہ علیہم وعلی غیرہم کے ناموں سے جانتے ہیں۔

عصر حاضر میں علماء کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سے ایک "تجدد پسندانہ افکار ونظریات" کو بطور اصل دین پیش کرنا ہے۔ ان افکار کے حاملین وہ افراد جن کا

تعلق دینی طبقے سے ہے اکثر اس بات کے دعویدار نظر آتے ہیں کہ از وصال نبی مکرم ﷺ تا ایں دم تمام مسلمان دین کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور اگر کوئی اس کار عظیم میں کامیاب ہوا ہے تو وہ صرف ان کے دبستان سے ہی تعلق رکھنے والا ہے۔ دوسرے الفاظ میں چودہ سو سال سے مسلمان گمراہی وضلالت میں مبتلا ہیں اور پہلی بار ہدایت کی مشعل اٹھا کر لوگوں کو نجات کا راستہ دکھانے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ ایسے ہی متجددین میں سے ایک نام" جاوید احمد غامدی" صاحب کا بھی ہے جو کئی ایک ٹی وی چینلز پر اکثر آن لائن نظر آتے ہیں۔ اپنی تحریر وتقریر میں کبھی تو وہ فرائض نبوت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا یہ مرسل من اللہ الی النبی ہیں تاکہ نبی کو صحیح فرائض نبوت سے آگاہ کر سکیں اور کبھی وہ بڑی قطعیت کے ساتھ یہ دعوی کرتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے قلمبند کر دیا ہے بس وہی شریعت ہے اس کے علاوہ کوئی چیز بھی شریعت نہیں ہے۔

غامدی صاحب کے نزدیک فقہاء عظام قلت تدبر کی وجہ سے دین کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے اور نتیجتاً انہوں نے کئی ایسی باتوں کا دین میں اضافہ کر دیا جن کا اصلا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فقہاء کرام ومجتہدین عظام کی صدیوں کی انتھک محنت کے مقابلے میں وہ اپنی ربع صدی کی جدوجہد کو بڑی خودستائی کے ساتھ پیش کرتے ہوئے جدید ذہن کو دبستان شبلی کا طالبعلم بننے اور مکتب فراہی سے تعلق رکھنے والے افراد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی دعوت عام دیتے ہیں۔ ان کی تحریر وتقریر سے یہ بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن کی منشاء کو (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سمجھتے ہیں اسی لئے اپنے وضع کردہ قوانین کے مقابلے میں انھیں احادیث رسول ﷺ کو رد کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ غامدی صاحب خود کو مجتہد اعظم سمجھتے ہوئے اس بات کے داعی ہیں کہ "امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ امت سوء فہم اور قلت تدبر کے مالک تھے۔" (میزان: ۳۶)

ان کے نزدیک حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت جنید بغدادی، امام غزالی، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور دیگر صوفیاء کرام نے تصوف کے نام پر ایک متوازی دین رائج کرنے کی کوشش کی ہے جسے اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں۔ تصوف نے (نعوذ باللہ) ان تمام لوگوں کے اذہان میں خلل پیدا کر دیا تھا۔ یہ تمام لوگ ضلال مبین میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی جہالت کی وجہ سے کفر کے بھی مرتکب ہوئے۔ (خلاصہ تصوف: برھان)

موصوف نے کئی ایک مسائل میں جمہور علمائے امت سے اپنے اختراع کردہ اصولوں کی بنیاد پر اختلاف کیا ہے۔ ہر صاحب علم ونظر پر ان کے خود ساختہ اصولوں کی کجی اور بطلان واضح ہے اسی لئے اہل علم حضرات ان کے تجدد پسندانہ نظریات کو بلا تردد رد کر دیتے ہیں۔ ان کے گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی تعلیمات کو کھلے الفاظ میں رد نہیں کرتے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ اہل ایمان کو اس طرح دین کی راہ سے ہٹانا ممکن نہیں ہے اسی لئے وہ اسلامی تعلیمات کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں اور جمہور علماء امت (بالخصوص وہ جن کی عدالت ہر دور میں نا قابل جرح تسلیم کی جاتی رہی ہے) کی علمیت اور کردار کو مشکوک بنانے کی مکمل کوشش کرتے ہیں تاکہ امت کا تعلق اپنی تاریخ اور اجماع امت سے ٹوٹ جائے۔ غامدی صاحب اور ان کے جدیدیت پسند اصحاب اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ علماء، فقہاء اور صوفیاء کرام کی علمی لیاقت اور کردار پر امت مسلمہ کا اعتماد متزلزل کئے بغیر ان کی دال نہیں گلنے والی۔ کردار کشی کا یہ وہی حربہ ہے جو پروٹسٹنٹس نے پوپ اور چرچ کے خلاف اپنا کر مغربی الحاد کو عوام الناس میں مقبول عام بننے کی راہ ہموار کی۔

ایسے ہی اجماعی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ اسلام میں مرتد کی سزا بھی ہے۔ قرآن وسنت کے بیان کردہ قوانین میں مرتد کی سزا موت بیان کی گئی ہے۔ سلف

سے خلف تک امت مسلمہ کے فقہاء وعلماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے۔ ممکن ہے کسی دور میں اس سزا پر عمل کرنے میں مسلمانوں نے کوتاہی برتی ہو، مگر اہل علم ونظر کے ہاں اس مسئلے میں کوئی دوسری رائے نہیں پائی جاتی۔ مگر غامدی صاحب کو اس مسئلے میں حسب عادت اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک مرتد کو قتل کرنے کا حکم کوئی حکم عام نہیں ہے بلکہ یہ صرف انہی مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے جن میں سے نبی مکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ ان کے مطابق فقہاء کے پاس ارتداد کی سزا (موت) سے متعلق صرف ایک ہی حدیث ہے جس کا مدعا وہ صحیح سمجھنے سے قاصر رہے اور تمام عالم اسلام کے علماء مرتد کی سزا (موت) اپنی رائے سے بیان کرتے رہے ہیں۔ غامدی صاحب ارتداد اور اس کی سزا کی توضیح اس انداز سے کرتے ہیں جس سے ارتداد کی سزا کا انکار لازم آتا ہے۔ یاد رہے کہ ارتداد کی سزا کا انکار کوئی نئی بات نہیں، مرزا قادیانی، اس کے پیروکار اور منکرین حدیث واجماع اس کا انکار کرتے چلے آئے ہیں، غامدی صاحب کا یہ نظریہ انہی سے مستعار ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ملک میں نافذ فرنگی قوانین پر تو کبھی بحث نہیں کی جاتی جبکہ اسلامی قوانین (جن کو نافذ کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں) کو زیر بحث لا کر انھیں ظالمانہ، وحشیانہ اور غیر عقلی قرار دیا جاتا ہے تاکہ لوگ اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جائیں اور نتیجتاً ان کا اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے اور وہ مغرب کے رنگ میں رنگ کر اپنا تشخص بھلا بیٹھیں۔ اس پر مزید ستم یہ کہ ان پر وہ افراد بھی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں جن کا علم وعمل انھیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ پیش نظر مضمون میں غامدی صاحب کے ارتداد کی سزا سے متعلق تجدد پسندانہ افکار کا علمی تجزیہ کیا جائیگا تاکہ خواص وعوام پر ان کے غیر مستحکم دعووں کی قلعی کھل جائے۔

ارتداد کا مختصر تعارف

ارتداد

ارتداد افتعال کے وزن پر ہے جسکا مادہ "رد" ہے۔عربی زبان میں "الرد"۔ ۔، معنی کسی چیز کے لوٹنے اور پھرنے کے ہیں۔اسی سے الردۃ عن الاسلام اسلام سے پلٹنے یارجوع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

وارتد فلان عن دینه اذا کفر بعد اسلامه.

(لسان العرب:ج:۳/ص:۱۷۳)

ترجمہ: """"جب کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کفر کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ارتد عن دینه یعنی وہ اپنے دین سے پھر گیا۔"

ارتد کا اسم فاعل مرتد ہے یہ دراصل "مرتدِد" بروزن "مُفْتَعِلٌ" تھا جب ایک ہی جنس کے دوحروف اس میں مجتمع ہوئے تو ثقالت سے بچتے ہوئے دال اولیٰ کا دال ثانیہ میں ادغام کردیا گیا تو یہ مُرْتَدٌّ بن گیا۔

الردۃ اور ارتداد کے بارے میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

والارتداد و الرِّدۃ الرجوع فی الطریق الذی جاء منه لکن الردۃ تختص بالکفر والارتداد یستعمل فیه و فی غیره۔ (المفردات:ص:۱۹۳)

ترجمہ: "ارتداد اور الردۃ سے مراد کسی کا اسی راستے کی طرف لوٹنا ہے جہاں سے وہ آیا ہے لیکن الردۃ کفر کے ساتھ خاص ہے اور ارتداد کفر اور

دیگر معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔"

مرتد

اصطلاح شریعت میں مرتد سے مراد وہ عاقل، بالغ، غیر مکرہ شخص ہے جو اپنی مرضی سے ایمان لانے کے بعد دین اسلام کو چھوڑ کرکسی اور دین کو اختیار کرلے۔یعنی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کردے، جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، ختم نبوت، نماز کی فرضیت کا انکار کردینا یا حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں نازیبا کوئی حرف ادا کرنا۔

ارتداد کی صحت کی بنیاد دوشرائط پر ہے۔

ا۔عقل، ۲۔اختیار

یعنی مجنون، صبی (جو باتمیز نہ ہو) وغیرہ اور مجبور کے لئے ارتداد کا ثبوت نہیں ہوگا۔

ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے البتہ دنیا میں قضاء اس کا مدار زبان پر ہے۔ اگر ایک شخص زبان سے خود کو اہل ایمان میں شمار کرتا ہے اور اس کا دل کفر سے بھرا ہوا ہو تو اب اسے قضاء مومن شمار کیا جائے گا لیکن عند اللہ وہ کافر ہی قرار پائے گا۔اسی طرح اگر کسی مومن کو کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ زبان سے کلمات کفریہ ادا کردے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو قرآن پاک نے اسے مومن کہا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

(النحل:۱۶:۱۰۶)

ترجمہ: "جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے

جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، لیکن وہ شخص جس نے شرح صدر کے ساتھ کفر کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔"

ارتداد کی شناعت اور قرآن

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین "الاسلام" کو اختیار کرنے کے بعد اس سے پھر جانا اور پھر کفر پر اصرار کرنا درحقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کرنا ہے ایمان کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مومن کامل کفر پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

"تین خصال ایسے ہیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا۔ (۱) اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) وہ کسی سے محبت کرے تو وہ محبت صرف اللہ کے لئے ہو۔ (۳) وہ ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔"

(صحیح البخاری: کتاب الاکراہ: باب من اختار الضرب والقتل والھوان علی الکفر)

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! بعض لوگوں کو میرے حوض سے ایسے دھتکار دیا جائے گا جیسے بھٹکا ہوا اونٹ دھتکار دیا جاتا ہے، میں ان کو آواز دوں گا "ادھر آؤ" تو کہا جائے گا۔ انھم قد بدلوا بعدك فاقول سحقا سحقا. انہوں نے آپ کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا پھر میں کہوں گا "دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ" (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۴۹۲)

اب ہم قرآن حکیم کی چند آیات مقدسات پیش کریں گے تا کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ ارتداد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے۔

۱۔ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ (محمد ۴۷:۲۵۔۲۶۔۲۷۔۲۸)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کے ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے انہیں (کفر کی طرف واپس پلٹنا دھوکہ دہی سے) اچھا کر دکھایا، اور انہیں (دنیا میں) طویل زندگی کی امید دلائی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری پیروی کریں گے اور اللہ ان کے خفیہ مشورہ کرنے کو خوب جانتا ہے۔ پھر (اس وقت ان کا حشر) کیسا ہو گا جب فرشتے ان کی جان (اس حال) میں نکالیں گے کہ انکے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہوں گے؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اس (روش) کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرتی ہے اور انہوں نے اس کی رضا کو نا پسند کیا تو اس نے ان

کے (جملہ) اعمال اکارت کر دیئے۔"

۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

(المائدۃ ۵:۵۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ خود محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ مومنوں پر نرم (اور) کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں (خوب) جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا (ہے) خوب جاننے والا ہے۔"

۳۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

(البقرۃ ۲:۲۱۷)

ترجمہ: "اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے دنیا و آخرت میں (سب) اعمال برباد ہو جائیں گے، اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

۴۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰي وَجْهِهٖ ڗ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ (الحج ۲۲:۱۱)

ترجمہ: "اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی کنارہ پر (کھڑے کھڑے) پھر اگر پہنچے اسے بھلائی (اس عبادت سے) تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر پہنچے اسے کوئی آزمائش تو فوراً (دین سے) منہ موڑ لیتا ہے۔ اس شخص نے برباد کر دی اپنی دنیا اور آخرت یہی تو کھلا ہوا خسارہ ہے۔"

۵۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران ۳:۱۴۴)

ترجمہ: "اور نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔"

۶۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

(النحل ۱۶:۱۰۶)

ترجمہ: ''جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، لیکن وہ شخص جس نے شرح صدر کے ساتھ کفر کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔''

۷۔ وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡٓا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۴﴾

(البقرۃ ۲:۵۴)

ترجمہ: ''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا ہے تو اب اپنے پیدا فرمانے والے (حقیقی) رب کے حضور توبہ کرو پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو، یہی (عمل) تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ) ہے، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

۸۔ وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ (البقرۃ:۵۵)

ترجمہ: ''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں

گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو (آنکھوں کے سامنے) بالکل آشکارا دیکھ لیں پس (اس پر) تمہیں کڑک نے آلیا (جو تمہاری موت کا باعث بن گئی) اور تم (خود یہ منظر) دیکھتے رہے۔''

۹۔ يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ ۟ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾ (آل عمران ۳:۱۰۶)

ترجمہ: ''جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو تم کفر کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو۔''

۱۰۔ كَيۡفَ يَهۡدِى اللّٰهُ قَوۡمًا كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ وَشَهِدُوۡٓا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوۡنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾

(ال عمران ۳: ۸۶۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱)

ترجمہ: "اللہ ان لوگوں کو کیونکر ہدایت فرمائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ اس امر کی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آچکی تھیں، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی رہے۔ وہ اس پھٹکار میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے اور ان سے اس عذاب میں کمی نہیں کی جائی گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور (اپنی) اصلاح کرلی، تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی، اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور حالت کفر میں ہی مر گئے سو ان میں سے کوئی شخص اگر زمین بھر سونا بھی (اپنی نجات) کے لئے معاوضہ میں دینا چاہے تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، انہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکے گا۔"

۱۱۔ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾ (البقرۃ ۲: ۱۰۸)

ترجمہ: "تو جو کوئی ایمان کے بدلے کفر حاصل کرے پس وہ واقعۃ

سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔"

۱۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾

(ال عمران ۳: ۱۴۹)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہنا مانا تو وہ تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی جانب) پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔"

۱۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ (النساء ۴: ۱۳۷)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز (یہ ارادہ فرمانے والا) نہیں کہ انہیں بخش دے اور نہ (یہ کہ) انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔"

خلاصہ:

۱۔ ارتداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی کبیرہ گناہ ہے۔
۲۔ مرتد کے دنیا اور آخرت میں اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں۔
۳۔ ارتداد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا سبب ہے۔
۴۔ موت کے وقت فرشتے مرتدین کو سخت عذاب دیتے ہیں۔
۵۔ آخرت میں انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا اور اس میں ذرہ بھر تخفیف

نہیں کی جائے گی۔

۶۔ مرتدین پر اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور تمام مؤمنین کی لعنت پڑتی رہتی ہے۔

۷۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور انکی طرف نظر رحمت بھی نہیں کی جائے گی۔

۸۔ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ کر دیئے جائیں گے۔

۹۔ جو لوگ ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔

۱۰۔ ارتداد کا راستہ اختیار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔

۱۱۔ مرتد دنیا و آخرت میں نقصان میں رہتا ہے۔

۱۲۔ ارتداد کی دو حالتیں ہیں: ۱) اختیاری ۲) اضطراری، اضطراری کی صورت میں جب فرد کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو وہ مؤمن ہی شمار کیا جائے گا۔

۱۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے بعض افراد نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے اور بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر ارتداد کا راستہ اختیار کیا تو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر موت کی سزا کو نافذ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد اور اس کی سزا کا حکم سابقہ شریعتوں میں بھی مشروع کیا گیا تھا۔

مذکور الصدر آیات مقدسات کے مطالعے کے بعد ہر مومن اس بات کو قبول کرے گا کہ تبدیل دین جرم عظیم اور دارین میں ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ ان میں اہل ایمان کو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اس جرم کی پاداش میں ان کے تمام اعمال غارت کر دیئے جائیں گے اور انہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر ارتداد کی شناعت کو بیان کیا گیا ہے اگر اس کی سزا دنیا میں "قتل" ہی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو لازمی

طور بیان کر دیتا۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے تو تمام احکام شریعت اور ان کی عملی صورت سوالیہ بن جائے گی۔ قرآن مجید نے ہمیں نبی مکرم خاتم النبیین ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا ہے ہمیں اس پر اس طرح عمل کرنا ہے کہ ہمارے قلب و ذہن میں کسی قسم کی تنگی و بیزاری کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔ اگر نبی مکرم ﷺ کی سنن مبارکہ، آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ اور امت کے عملی تواتر و اجماع کو پس پشت ڈال کر صرف قرآن مجید کو ہی شریعت کا ماخذ وحید قرار دے کر اس کی عقلی بنیادوں پر تشریح و توضیح کی جائے تو ہر شخص کی دین پر عمل کی کیفیت دوسرے سے مختلف ہو گی اور امت کا شیرازہ مکمل طور پر بکھر جائے گا۔ اسے ضلال مبین ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس اشکال کو تسلیم کر کے اگر ارتداد کی سزا کا انکار کر دیا جائے تو کل یہ کہا جائے گا کہ قرآن میں کئی مقامات پر نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کی فرضیت کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے خود نماز کا مکمل طریقہ، روزے کے مفسدات، زکوٰۃ کا نصاب اور حج کا مکمل طریقہ کیوں بیان نہیں کر دیا لہٰذا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ گمراہ ہیں کہ ان اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بد اعتقادی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

قرآن و سنت کی روشنی میں فقہاء کرام نے مرتد کی سزا "قتل" بیان کی ہے۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں مرتد کی بیان کردہ سزا کا بیان کریں گے۔

ارتداد کی سزا اور قرآن پاک

امام سرخسی فرماتے ہیں:

والاصل فی وجوب قتل المرتدین قوله تعالیٰ أو

يسلمون قيل الاية فى المر تدين و قال رسول الله ﷺ: من بدل دينه فا قتلوه۔ (المبسوط: الجزء العاشر، ص: ۹۸)

ترجمہ: ''مرتدین کے قتل کے وجوب میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ (الفتح ۴۸: ۱۶)'' آپ دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانیوالوں سے فرمادیں کہ تم عنقریب ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اسے قتل کردو۔''

جب نبی کریم ﷺ نے عمرہ کے لئے سفر مکہ مکرمہ کی تیاری شروع فرمائی تو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں آباد قبائل کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں۔ ان لوگوں نے لیت ولعل میں وقت گزار دیا اور نبی مکرم ﷺ کے ساتھ صرف چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے اس آیت مقدسہ میں ان پیچھے رہ جانے والے بدوی عربوں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ عنقریب تمہاری ٹکر ایک جنگجو قوم سے ہونے والی ہے اس وقت تمھیں دعوت جہاد دی جائے گی اگر تم نے اس وقت اس دعوت کو قبول کیا اور اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمھیں اجر عظیم عطا فرمائے گا اور اگر اس وقت بھی تم نے روگردانی کی اور جہاد میں شرکت کرنے سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ تمھیں دردناک عذاب دے گا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن پاک نے جس قوم کو اولی بأس شدید کہا اور جن کا انجام تقاتلونهم أو يسلمون یعنی قتل یا اسلام بیان کیا وہ کون سی قوم

ہے؟ غزوۂ خیبر کے بعد نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں غزوۂ موتہ، فتح مکہ، غزوۂ حنین وطائف اور غزوۂ تبوک وقوع پذیر ہوئے غور وفکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ غزوات میں سے کوئی بھی اس آیت مقدسہ کا مصداق نہیں بن سکتا۔ غزوۂ موتہ فیصلہ کن جنگ نہ تھی اسی لئے نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کی بابت بل انتم کرارون فرمایا۔ فتح مکہ کے بارے میں تو یہ بات واضح ہے کہ وہ پرامن فتح تھی۔ جہاں تک غزوۂ حنین وطائف کا تعلق ہے تو اس میں ابتداء میں دشمن کا پلہ بھاری رہا لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت سے جب صحابہ کرام نبی رحمت ﷺ کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے لوٹے تو جنگ کا پانسہ بالکل پلٹ گیا اور ہوازن وثقیف اپنی عورتوں کو اور مال مویشیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس جنگ کے واقعات ونتائج کو پڑھ کر بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

یہ دراصل وہ جنگ ہے جو خلیفۂ رسول اللہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب اور اسکے قبیلہ بنو حنیفہ کے خلاف لڑی گئی۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد نو مسلم بدو قبائل میں ارتداد کا فتنہ اٹھا ان میں سب سے زیادہ خطرناک گروہ مسیلمہ کذاب کا تھا کیونکہ اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس کا قبیلہ اپنی جنگی مہارت اور شجاعت کی وجہ سے پورے عرب میں مشہور تھا۔ اردگرد کے دوسرے قبائل بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے تھے۔ جس وقت یہ جنگ ہوئی تو اس وقت اہل ایمان کے مقابلے میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ساٹھ ہزار آہنی زرہوں میں غرق جاں نثار سپاہی تھے مسلمانوں کے لشکر میں اکابر مہاجرین وانصار کثیر تعداد میں تھے مرتدین کے ابتدائی حملے انتہائی شدید تھے لیکن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے میں آگے بڑھے تو چند گھنٹوں میں دشمن کے ہزاروں سپاہیوں کو ہلاک کر دیا کافی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا گیا اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح یاب فرمایا اس جنگ میں کثیر تعداد میں اکابر صحابہ کرام شہید

ہوئے جن میں بڑی تعداد حفاظ کرام کی تھی اس جنگ کے واقعات .اور انجام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق یہی لوگ ہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

و قال رافع ابن خديج:والله لقد كنا نقرأ هذه الاية فيما مضى ستدعون الى قوم اولى بأس شديد.فلا نعلم من هم حتى دعا نا أبو بكر الى قتال بنى حنيفة فعلمنا انهم هم۔

(القرطبی: الجزء السادس عشر: ص: ۲۷۳)

ترجمہ: ''اللہ کی قسم ہم لوگ اس آیت مقدسہ ''تم عنقریب ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے'' کو پڑھتے تھے لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں؟ یہاں تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنو حنیفہ سے قتال کی دعوت دی تو ہم نے جان لیا کہ وہ یہی ہیں۔''

شیخ ملا جیون فرماتے ہیں:

والمراد باولى بأس شديد بنو حنيفة قوم مسيلمة و اهل الردة الذين حاربهم ابو بكر رضى الله عنه فى خلافته و لهذا حصر بين القتال و الاسلام لان مشركى العرب و المرتدين لايقبل منهم الا الاسلام أو السيف۔

(التفسیرات الاحمدیۃ: ص: ۶۶۲)

ترجمہ: ''اولی باس شدید سے مراد مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ اور وہ مرتد ہیں جن سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی۔ اسی لئے قتال

اور اسلام کے مابین حصر کیا گیا ہے کیونکہ مشرکین عرب اور مرتدین سے اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔''

امام محمود آلوسی بغدادی اسی بارے میں فرماتے ہیں:

و عليه جماعة۔ (روح المعانی: ج: ۱۳: ۱۵۵۔۱۵۶)

ترجمہ: ''اس پر ایک جماعت ثابت ہے۔''

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

لا يقبل منهم الاالاسلام قال الله تعالىٰ تقاتلونهم أو يسلمون۔ (الہدایۃ: ج: ۲/ص: ۵۶)

ترجمہ: ''مرتدین اور مشرکین عرب سے اسلام کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے گا (کیونکہ انہیں قبول جزیہ کی طرف دعوت دینے کا کوئی فائدہ نہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔''

امام سرخسی مرتد کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مرتد کا قتل اس لئے واجب ہے کہ مرتد مشرکین عرب کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی بڑا مجرم ہے مشرکین عرب نبی کریم ﷺ کے قرابت دار تھے.قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا لیکن پھر بھی انہوں نے اس کا خیال نہ کیا۔ اسی طرح مرتد رسول اللہ ﷺ کے دین پر تھا اور اس نے آپ ﷺ کی شریعت کی خوبیوں کو جاننے کے باوجود ارتداد کے وقت اس کا خیال نہ کیا فكما لا يقبل من مشركى العرب الا السيف أو الاسلام فكذلك من المرتدين پس جس طرح مشرکین عرب سے

صرف اسلام یا تلوار قبول کی جائے گی اسی طرح مرتدین سے بھی صرف اسلام یا تلوار کو قبول کیا جائے گا۔" (المبسوط: الجزء العاشر: ۹۸)

اس آیت مقدسہ کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ مرتدین کے لئے صرف دو ہی باتیں ہیں یا تو وہ اسلام قبول کریں یا ان کو قتل کر دیا جائے۔

مرتد کو قتل کرنے کی وجہ "شر حرابہ" کو دور کرنا ہے۔ جو شخص نبی مکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں کسی نازیبا کلمہ کو ادا کرنے کی وجہ سے یا ضروریات دین میں سے کسی بات کے انکار کی وجہ سے دین سے خارج ہو جاتا ہے تو ایسا فرد معاشرے میں فتنہ اور فساد پھیلانے اور امن و امان کی فضاء کو مکدر کرنے کا سبب بنتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اگر ایسے فرد کو معاشرے میں کھلے عام چھوڑ دیا جائے تو وہ دوسرے مسلمانوں کو بہکانے اور ان کے اذہان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور نتیجتاً کوئی غیرت مند مسلمان شانِ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے اور کفریات بکنے کی وجہ سے اسے سرِ عام قتل کر ڈالے گا۔ لہٰذا یہی صحیح ہے کہ ایسے بدبخت شخص کو بحکم قاضی توبہ پر آمادہ کیا جائے اور اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جائے ورنہ بصورت دیگر اسے قتل کر دیا جائے۔

اب ہم احادیث طیبہ روشنی میں تبدیل دین کی سزا کو بیان کریں گے۔

ارتداد کی سزا اور احادیث شریفہ

پہلی حدیث:

امام بخاری علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل قال حدثنا

حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة قال اتی علی بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ: من بدل دينه فاقتلوه.

(البخاری: کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالهم: باب: حکم المرتد والمرتدۃ)

ترجمہ: "حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "زنادقہ" کو لایا گیا تو آپ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو" اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کر دو۔"

اس روایت کو ابن ماجہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(ابن ماجہ: ابواب الحدود: باب المرتدین عن دینہ)

اس روایت کو امام ابو داؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(ابو داؤد: کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد)

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کئی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: الحکم فی المرتد)

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(سنن دارقطنی: کتاب الحدود والدیات: ج: ۳/ص: ۱۰۸)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(جامع الترمذی: ابواب الحدود: باب. جاء فی المرتد)

اس حدیث کو امام عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بھی اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔

(المسند: رقم الحدیث: ۵۳۳)

اس روایت کو امام مالک نے مرسلاً نقل فرمایا ہے۔

(الموطا: کتاب الاقضیۃ: القضاء فیمن ارتد عن الاسلام)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

زنادقہ:

یہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر مقرر کئے گئے تھے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

و کان ابن عباس رضی الله عنه حینئذ امیرا علی البصرة من قبل علی رضی الله عنه۔

(عمدۃ القاری: ج: ۱۴/ص: ۲۶۴)

ترجمہ: ''اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے امیر تھے۔''

اس حدیث شریف میں زنادقہ پر موت کی سزا کو نافذ کرنے کا ذکر ہے۔ زنادقہ زندیق کی جمع ہے۔ بدعقیدہ، گمراہ اور بے دین کو زندیق کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات مرتد کو بھی زندیق کہتے ہیں لیکن ہر زندیق مرتد نہیں ہوتا۔ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی بدعقیدگی اور گمراہیت کی وجہ سے زندیق کہلائے لیکن وہ مسلمان ہو۔ اس حدیث میں زندیق سے مراد وہ مرتدین ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خالق و

رازق مانا تھا۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و زعم أبو المظفر الاسفرائینی فی الملل و النحل ا ن الذین أحرقهم علی طائفة من الروافض ادعوا فیه الالهیةو هم السبائیة. و کان کبیرهم عبد الله بن سبا یهودیا ثم أظهر الاسلام وابتدع هذه المقالة و هذا یمکن ان یکون أصله ما رویناه فی الجزء الثالث من حدیث أبی طاهر المخلص من طریق عبد الله بن شریك العامری عن أبیه قال: قیل لعلی رضی الله عنه ان هنا قوما علی باب المسجد یدعون انك ربهم فدعاهم فقال لهم: ویلکم ما تقولون؟ قالوا: انت ربنا و خالقنا و رازقنا. فقال: ویلکم. انما أنا عبد مثلکم اکل الطعام کما تاکلون و أشرب کما تشربون.ان أطعت الله أثابنی ان شاء الله و ان عصیته خشیت ان یعذبنی فاتقوا الله و ارجعوا.فأبوا.فلما کان الغد غدوا علیه. فجاء قنبر. فقال قد والله رجعوا یقولون ذلك الكلام. فقال: أدخلهم.فقالوا كذلك. فلما كان الثالث قال: لئن قلتم ذلك لأقتلنكم بأخبث قتلة فابوا الا ذلك. فقال: یا

قنبر! ائتن بفعلة معهم مرورهم فخد لهم اخدودا بین باب المسجد و القصر و قال :احفروا فأبعدوا فی الارض و جاء بالحطب فطرحه بالنار فی الاخدود و قال: انی طارحکم فیها أو ترجعوا. فأبوا أن یرجعوا فقذف بهم فیها حتی اذا احترقوا قال: انی اذا رایت امرا منکرا أوقدت نارا ودعوت قنبرا ۔ (فتح الباری ج:۱۵/ص:۲۹۵۔۲۹۶)

ترجمہ: ’’خلاصہ: الملل والنحل میں ہے ’’جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلوادیا تھا وہ روافض میں سے ایک گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی (معاذ اللہ) الوہیت کے قائل تھے۔ وہ سبائیہ تھے۔ ان کا سرغنہ عبد اللہ بن سبأ یہودی تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور پھر ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں‘‘ اور یہ ممکن ہے کہ اس کی اصل ابوطاہر مخلص کی روایت ہو جس کو ہم نے تیسرے جزء میں عبد اللہ بن شریک عامری کے طریق سے روایت کیا ہے اور اسے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ مسجد کے دروازے پر جمع ہوئے ہیں اور اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ آپ ان کے رب ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بلوایا اور فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت ہو تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے رب ہیں، ہمارے خالق ہیں اور ہمارے رازق ہیں (معاذ اللہ) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت ہو، میں تو تمہاری ہی طرح کا ایک بندہ ہوں،

میں کھانا کھاتا ہوں جیسے تم کھاتے ہو، اور میں پانی پیتا ہوں جیسے تم پیتے ہو، اگر میں نے اللہ کی اطاعت کی تو اگر اس نے چاہا تو مجھے اجر و ثواب دے گا، اور اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے عذاب دے گا۔ پس اللہ تعالی سے ڈرو اور لوٹ جاؤ۔ انہوں نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگلے دن وہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو قنبر آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ وہ لوگ دوبارہ آگئے ہیں اور اسی بات کو دہرا رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو لے کر آؤ۔ جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اسی بات کو دہرایا، جب یہی بات انہوں نے دہرائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم لوگوں نے اب یہ بات دوبارہ کی تو میں تمہیں ضرور انتہائی بری طریقے سے قتل کر دوں گا، لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قنبر سے فرمایا کہ میرے پاس کچھ ایسے کام کرنے والے لاؤ جن کے ساتھ رسیاں ہوں، پھر ان کے لئے مسجد اور قصر کے مابین لمبا گڑھا کھودو، جب قنبر ایندھن لے آئے تو انہوں نے اس کو گڑھے میں آگ کے ساتھ ڈال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ان سے فرمایا کہ یا تو تم لوٹ آؤ ورنہ میں تم کو اس میں پھینک دونگا۔ انہوں نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس آگ میں پھینک دیا حتی تک وہ جل گئے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب کبھی میں کسی برے امر کو دیکھوں گا
تو آگ جلاؤں گا اور قنبر کو بلاؤں گا

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "یہودی الاصل مرتد" کے متبعین کو موت کی سزا دی، جو نبی کریم ﷺ کی قوم کے مشرکین نہیں تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا کسی خاص قوم یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ سزا ہر اس بد بخت شخص کے لئے ہے جو "اسلام" قبول کرنے کے بعد تبدیل دین کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر رجوع بھی نہیں کرتا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ان زنادقہ کو نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جن کا تعلق آپ ﷺ کی قوم سے نہیں تھا قتل کر دیا گیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا یعنی اس پر دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہما راضی تھے۔

دوسری حدیث:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے بعد یمن کی طرف حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ابوموسی کے پاس ایک آدمی زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ آپ نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو ابوموسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كان يهوديا فاسلم ثم تهود قال: اجلس. قال: لا اجلس حتى يقتل قضاء الله و رسوله ثلث مرات فامر به فقتل.... یہ شخص یہودی تھا اسلام لانے کے بعد پھر یہودی ہو

گیا۔ حضرت ابوموسی نے کہا آپ بیٹھ جائیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا: "میں نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا جائے یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے"۔ حضرت ابوموسی نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اس کو قتل کر دیا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اس سند سے نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا يحي عن قرة بن خالد قال حدثني حميد بن هلال قال حدثنا ابو بردة عن ابي موسى قال....

(البخاری: کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم: باب: حکم المرتد والمرتدۃ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۶۲۰۴)

اس واقعہ کو امام ابوداؤد نے

- حدثنا احمد بن حنبل و مسدد قالا نا يحي بن سعيد قال مسدد نا قرة بن خالد نا حميد بن هلال نا ابو بردة قال قال ابو موسى.
- حدثنا الحسن بن على نا الحمانى يعنى عبد الحميد بن عبد الرحمٰن عن طلحة بن يحي و بريد بن عبد الله ابن ابى بردة عن ابى بردة عن ابى موسى
- حدثنا محمد بن العلاء نا حفص نا الشيبانى عن ابى بردة
- حدثنا ابن معاذ نا ابى نا المسعودى عن القاسم کی اسناد سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: الحکم فی المرتد)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔
(کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا (موت) کسی خاص قوم یا صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے تبدیل دین کی صورت میں اس سزا کو اہل کتاب پر بلاتردد نافذ فرمایا۔

۳۔ ایک مرتد یہودی پر موت کی سزا نافذ کرنے کا یہ واقعہ امام بخاری نے حدیث "من بدل دینه فاقتلوه" کے مابعد نقل کیا ہے۔

۴۔ ایک یہودی مرتد پر موت کی سزا کو حضرت ابو موسی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے نافذ کیا۔

تیسری حدیث:

امام مسلم روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا حفص بن غیاث و ابو معاویة و وکیع عن الاعمش عن عبد الله بن مرة عن مسروق عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا الله و انی رسول الله الا باحدی ثلاث الثیب الزانی و النفس بالنفس والتارك

لدینه المفارق للجماعة. (مسلم: رقم الحدیث: ۴۳۶۲)

ترجمہ: "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین کے. (۱) شادی شدہ زانی (۲) جان کے بدلے جان (۳) اپنے دین کو ترک کرنے والا جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔"

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری: کتاب الدیات: باب قول اللہ ان النفس بالنفس)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔
(ابوداؤد: کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔
(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: ذکر ما یحل بہ دم المسلم/ الحکم فی المرتد)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے نیز یہ کہ باب الحکم فی المرتد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔
(جامع الترمذی: ابواب الفتن: باب ماجاء فی لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی الثلاث)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ: ابواب الحدود: باب لا یحل دم امرأ الا فی ثلاث)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عثمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(کتاب الحدود والدیات: ج: ۳/ ص: ۸۱)

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ ارتداد کی وجہ سے فرد کا خون بہانا حلال ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو حضرت عائشہ، حضرت عثمان، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تمام کبار مجتہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان سے روایت کرنے والے تمام تابعین و اتباع تابعین مرتد کے قتل کئے جانے کے قائل تھے۔

۳۔ اگر اس حدیث شریف کے تمام طرق میں تامل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح کے مطابق "حدیث مشہور" ہے۔

چوتھی حدیث:

حدثنا قتیبة بن سعید نا حمید بن عبد الرحمن عن ابیه عن ابی اسحق عن الشعبی عن جریر قال: سمعت النبی ﷺ یقول: اذا ابق العبد الی الشرك فقد حل دمه۔ (سنن ابی داؤد: کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد)

ترجمہ: "جب غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر شرک کی طرف بھاگ جائے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔"

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: العبد یابق الی ارض شرک)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(کتاب المرتد: باب العبد المرتد)

پانچویں حدیث:

امام عبد الرزاق روایت فرماتے ہیں:

أخبرنا معمر عن الأعمش عن أبی عمرو الشیبانی قال: أتی علی بشیخ کان نصرانیا فأسلم، ثم ارتد عن الاسلام فقال له علی: لعلك انما ارتدت لأن تصیب میراثا ثم ترجع الی الاسلام؟ قال: لا. قال: فارجع الی الاسلام. قال: أما حتی ألقی المسیح فلا. فأمر به علی فضربت عنقه و

دفع میراثه الی ولده المسلمین.

(المصنف: ج:۱۰/ص:۳۳۹)

ترجمہ: ''حضرت علی ؓ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا وہ نصرانی تھا اس نے اسلام قبول کیا اور پھر اسلام سے نصرانیت کی طرف لوٹ گیا۔ حضرت علی ؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اس لئے مرتد ہوئے ہو کہ میراث کو حاصل کر سکو اور بعد میں پھر اسلام قبول کر لو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ ؓ نے فرمایا: پھر تم اسلام کی طرف لوٹ آؤ، اس نے کہا: میں جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات نہ کرلوں میں ایمان نہیں لاؤں گا حضرت علی ؓ نے حکم دیا تو اس کی گردن کاٹ دی گئی اور اس کی میراث اس کی مسلمان اولاد میں تقسیم کر دی گئی۔''

اس مفہوم کی روایت امام دارقطنی نے بھی نقل کی ہے۔

(سنن دارقطنی: رقم الحدیث: ۱۰۱)

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا (موت) کسی خاص قوم یا صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی ؓ نے اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے تبدیل دین کی صورت میں اس سزا کو اہل کتاب پر بلاتردد نافذ فرمایا۔

۳۔ ایک مرتد نصرانی پر موت کی سزا حضرت علی ؓ نے اپنے دور مبارک

میں نافذ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ مرتد کو ہر دور میں قتل کرنے کے قائل تھے۔

چھٹی حدیث:

امام محمد علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

أخبرنا مالك أخبرنا عبد الرحمن بن محمد بن عبد القاری عن أبيه قال: قدم رجل على عمر ابن الخطاب رضی الله عنه من قبل ابی موسی فسأله عن الناس فاخبره ثم قال: هل عندكم من مغربة خبر قال: نعم رجل كفر بعد اسلامه فقال: ماذا فعلتم به قال: قربناه فضربنا عنقه قال: عمر رضی الله عنه فهلا طبقتم عليه ثلثا و اطعمتموه كل يوم رغيفا فا ستبتموه لعله يتوب و يرجع الى امر الله اللهم انی لم امر و لم احضر و لم ارض اذ بلغنی۔ (الموطا: ابواب السیر: باب المرتد)

ترجمہ: ''ایک آدمی حضرت عمر ؓ کے پاس حضرت ابوموسیٰ ؓ کی طرف سے آیا تو آپ نے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا۔ اس نے آپ کو ان کے بارے میں خبر دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، ایک آدمی اسلام لانے کے بعد کافر ہوگیا۔ آپ نے پوچھا تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ ہم نے اس کی گردن

مار دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اسے تین دن تک بند کیوں نہیں رکھا اور اسے ہر روز چپاتی کیوں نہیں کھلائی کہ تم اس سے توبہ کو طلب کرتے۔ ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے امر کی طرف لوٹ آتا۔ اے اللہ بے شک میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور میں وہاں حاضر نہیں تھا اور جب یہ بات مجھ تک پہنچی ہے تو میں اس پر راضی نہیں ہوا۔"

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا (موت) صرف نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے تبدیل دین کی صورت میں اس سزا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں بلا تردد نافذ فرمایا۔

۳۔ ایک مرتد پر موت کی سزا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں نافذ کی گئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کرنا محض توبہ کی مہلت نہ دینے کی وجہ سے تھا۔

ساتویں حدیث:

فعل ذلك ابن عمر رضی الله عنهما بعبد له تنصر۔

(شرح کتاب السیر الکبیر: ج:۵/ص:۱۹۳۸)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا (آپ رضی اللہ عنہ نے اسے خود قتل فرما دیا تھا) جب وہ مسلمان ہونے

کے بعد نصرانی ہو گیا۔"

آٹھویں حدیث:

امام بخاری روایت فرماتے ہیں:

حدثنا یحی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شهاب قال اخبرنی عبید الله بن عبد الله بن عتبة ان ابا هریرة قال: لما توفی النبی ﷺ واستخلف ابو بکر و کفر من کفر من العرب قال عمر: یا ابا بکر کیف تقاتل الناس و قد قال النبی ﷺ: امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم منی ماله و نفسه الا بحقه و حسابه علی الله۔ قال ابوبکر: والله لاقاتلن من فرق بین الصلوٰة و الزکوٰة فان الزکوٰة حق الله و الله لو منعونی عناقا کانوا یؤدونها الی رسول الله ﷺ لقاتلتهم علی منعها۔

(صحیح البخاری: ج:۲/ص:۱۰۲۳)

ترجمہ: "جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب میں سے بعض نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ

لا اله الا الله نہ کہہ لیں اور جس نے لا اله الا الله کہا اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیا سوائے اس کے حق کے، اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں اس سے ضرور بالضرور قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی، کیوں کہ زکوٰۃ اللہ کا حق ہے، اللہ کی قسم میں اس سے ضرور قتال کروں گا اگر انہوں نے مجھے (زکوٰۃ کا) ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔"

اس روایت کو امام مسلم نے بھی نقل فرمایا ہے۔ (مسلم: رقم الحدیث: ۳۲)
اس کے علاوہ کئی ایک کتب حدیث میں یہ واقعہ درج ہے۔

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا (موت) نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے ارتداد کی صورت میں مرتدین سے قتال کیا۔

۳۔ مرتدین سے قتال حضرت خلیفۃ الرسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں کیا گیا جس میں آپ رضی اللہ عنہ کے زیر نگرانی کثیر تعداد میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حصہ لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مرتد کو ہر دور میں قتل کرنے کے قائل تھے۔

صحابہ کرام کا یہ عمل ان کے اجماع پر بھی دلالت کرتا ہے۔

۴۔ اس واقعہ میں مرتدین کو قتل کرنے کی وجہ ان کا مشرکین عرب میں سے ہونا نہیں بلکہ اسلام قبول کرنے کے بعد زکوٰۃ کا انکار کر کے پھر کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اس پر سب سے بڑی دلیل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مدبرانہ جواب "والله لاقاتلن من فرق بين الصلوٰة و الزكوٰة فان الزكوٰة حق الله و الله لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها الى رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعها" ہے جو آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

نویں حدیث:

حضرت امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا نصر بن علی الجهضمی ثنا حفص بن عمر ثنا الحکم بن ابان عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللهت تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ من جحد اية من القرآن فقد حل ضرب عنقه۔

(سنن ابن ماجہ: ص: ۱۸۲)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بھی قرآن کی آیت کا انکار کیا تو اس کی گردن مارنا حلال ہو جاتا ہے۔"

قرآن حکیم کی کسی بھی آیت کا انکار کفر ہے اسی لئے مرتد ہونے کی وجہ سے اس کا قتل حلال ہو جاتا ہے۔

دسویں حدیث:

امام بیہقی روایت فرماتے ہیں:

(أخبرنا) سعيد ثنا أبو العباس ثنا بحر ثنا عبد الله بن وهب أخبرني عمرو بن الحارث ان يحي بن سعيد حدثه ان ابن عمر رضي الله عنهما كان يقول:من كفر بعد ايمانه طائعا فانه يقتل۔

(السنن الکبریٰ: ج:۸ /ص:۲۰۴)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:" جو کوئی اپنے ایمان کے بعد بخوشی کفر کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

خلاصہ:

۱۔ دین اسلام کو اختیار کرنے کے بعد کفر کی طرف لوٹنا عند اللہ انتہائی عظیم جرم ہے۔

۲۔ اگر مرتد توبہ نہ کرے تو اس کی سزا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ سزا کے مطابق اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس پر تمام خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، فقہاء اور تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

۳۔ مرتد کا قتل کیا جانا حکم عام ہے۔ یہ حکم کسی خاص قوم (مثلاً مشرکین عرب) کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ احادیث طیبہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زنادقہ کے علاوہ یہودی اور نصرانی کو بھی دین اسلام چھوڑ کر دوبارہ یہودیت ونصرانیت اختیار کرنے پر قتل فرمایا۔

۴۔ ارتداد کی سزا صرف نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے عہد مبارک کے

ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سزا کو آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی مشرکین، زنادقہ، یہود و نصاریٰ پر نافذ کیا ہے۔

ارتداد کی سزا اور اجماع امت

تمام علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتد کی سزا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے موت مقرر کی ہے۔ اس پر خلفائے راشدین، تابعین اور اتباع تابعین کا عمل رہا ہے اور ہر دور میں امت مسلمہ نے اس کو بطور حکم شرعی تسلیم کیا ہے۔ ذیل میں ہم ائمہ اربعہ کے حوالے سے مرتد کی سزا (موت) کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ سزا تمام علماء کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔

احناف کا موقف:

(۱) امام سرخسی شرح کتاب السیر الکبیر میں امام محمد علیہما الرحمۃ سے روایت فرماتے ہیں:

قال رحمه الله تعالىٰ:المرتد يقتل ان لم يسلم حرا كان أو عبدا لقوله ﷺ :من بدل دينه فاقتلوه۔ و هو يعم الأحرار و العبيد ولمولى العبد أن يقتله بنفسه ان شاء.فعل ذلك ابن عمر رضى الله عنهما بعبدله تنصر۔

(شرح کتاب السیر الکبیر: ج:۵ /ص:۱۹۳۸)

ترجمہ: "امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرتد اسلام قبول نہ

کرے تو اسے قتل کیا جائے گا، چاہے وہ آزاد ہو یا غلام۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد "جو کوئی اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو" کی وجہ سے۔ اور آپ ﷺ کی یہ حدیث آزاد اور غلام دونوں کو شامل ہے۔ غلام کے آقا کے لئے جائز ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے غلام کو خود ہی قتل کر دے، **حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا جب وہ مسلمان ہونے کے بعد نصرانی ہو گیا۔**"

(۲) ملک العلماء کاسانی لکھتے ہیں:

اما الذی یرجع الی نفسه فانواع منها اباحة دمه۔

(بدائع الصنائع: ج: ۷/ص: ۱۳۴)

ترجمہ: "مرتد کے احکام میں سے بعض وہ احکام جن کا تعلق مرتد کے نفس سے ہے اس کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔"

(۳) امام جصاص فرماتے ہیں:

لأن المرتد لا محالة مستحق للقتل بالاتفاق۔

(احکام القرآن: ج: ۴/ص: ۵۵)

ترجمہ: "مرتد لامحالہ قتل کا مستحق ہوتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔"

(۴) حضرت بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

هذا يدل على ان كل من بدل دينه يقتل۔

(عمدۃ القاری: ج: ۱۴/ص ۲۶۴)

ترجمہ: "یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بے شک ہر ایک جو اپنا دین تبدیل کرتا ہے اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

مالکیہ کا موقف:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا يحيى عن مالك عن زيد بن اسلم ان رسول الله ﷺ قال: من غير دينه فاضربوا عنقه. انه من خرج من الاسلام الى غيره مثل الزنادقة و أشباههم فان اولئك اذا ظهر عليهم قتلوا۔

(موطا الامام مالک: کتاب الأقضیۃ: القضاء فیمن ارتد عن الاسلام)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو، بے شک جو اسلام سے غیر اسلام کی طرف نکل جاتا ہے جیسے زنادقہ اور ان کی طرح دوسرے افراد، تو جب ان پر غلبہ حاصل ہو جائے انہیں قتل کر دیا جائے گا۔"

شوافع کا موقف:

امام نووی تمام احادیث کے پیش نظر فرماتے ہیں:

قد انعقد الاجماع على قتل المرتد۔

(المجموع شرح المہذب: ج: ۱۹/ص: ۲۲۸)

مرتد کے قتل پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

حنابلہ کا موقف:

(۱) امام موفق الدین ابن قدامہ تمام احادیث کے پیش نظر فرماتے ہیں:

و أجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد، وروى

ذلك عن أبي بكر و عمر و عثمان و علي ومعاذ و أبي موسى و ابن عباس و خالد و غيرهم و لم ينكر ذلك فكان اجماعا ۔ (المغنی: ج:۱۰/ص:۷۲)

ترجمہ: ''اہل علم کا مرتد کے وجوب قتل پر اجماع ہے، اور یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا گیا پس یہ اجماع ہے۔''

(۲) شمس الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

و أجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد، روى ذلك عن أبي بكر و عمر و عثمان و علي ومعاذ و أبي موسى و ابن عباس و خالد رضي الله عنهم و غيرهم فلم ينكر فكان اجماعا ۔

(الشرح الکبیر: ج:۱۰/ص:۷۲)

ترجمہ: ''اہل علم کا مرتد کے وجوب قتل پر اجماع ہے، اور یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا گیا پس یہ اجماع ہے۔''

(۳) ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

و من ارتد عن الاسلام، وجب قتله، لما روى ابن

عباس ان رسول الله ﷺ قال: من بدل دينه فاقتلوه. رواه البخاري و عن عثمان بن عفان قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلاث، رجل كفر بعد اسلامه، أو زنى بعد احصانه أو قتل نفسا بغير نفس ۔ (الکافی: ج:۳/ص:۱۵۷)

ترجمہ: ''اور جو اسلام سے پھر جائے اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے سوائے تین کے، جس شخص نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کیا ہو یا اس نے شادی کے بعد زنا کیا ہو، یا اس نے ناحق کسی جان کو قتل کیا ہو۔''

مذاہب اربعہ کی ان امہات الکتب کی عبارات سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، فقہاء اور اہل علم کا اجماع ہے۔

بعض لوگوں کی طرف سے یہ اشکال پیدا کیا جاتا ہے ''اگر کوئی غیر مسلم عیسائی یا یہودی مسلمان ہو جائے تو ہم اس کو قتل نہیں کرتے اگر کوئی مسلمان اپنا دین تبدیل کرے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ ظلم ہے اور انسانی حقوق کے خلاف ہے۔''

ہر نظام زندگی اور قانون ساز اسمبلی کی جانب سے معاشرے میں امن و امان کی فضاء کو

قائم و دائم رکھنے کے لئے ایسے قوانین کا اجراء کیا جاتا ہے جن کے ذریعے مفسدین اور باغیوں کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی جاتی ہے بلکہ ساتھ ساتھ انہیں عبرتناک سزا بھی دی جاتی ہے تاکہ دوسرے مجرمین ان سے سبق حاصل کرتے ہوئے معاشرے کی فضاء کو مکدر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اب اگر باغی، چور، ڈاکو یہ اعتراض کریں "یہ ہمارے حقوق کو پامال کرنا اور ہماری آزادی پر قدغن لگانا ہے لہذا ایسے قوانین کو ختم کیا جائے" یا زانی مرد و عورت یہ کہیں "ہم اپنی مرضی سے زنا کرتے ہیں کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"، تو یقیناً کوئی ذی شعور انسان ان کے حق میں آواز نہیں اٹھائے گا۔ اسی طرح مرتد درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے، معاشرے میں بدامنی پھیلاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی باغیانہ روش اختیار کرنے پر ابھارتا ہے۔ پس وہ اسی لائق ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے نزدیک قتل، چوری، ڈکیتی، زنا اور دیگر جرائم سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اس کی وضاحت ہم قرآن مجید کی آیات مقدسات اور احادیث طیبہ کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ جب کوئی قوم یا حکومت اپنے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں اپنے پابند لوگوں کو موت کی سزا دے سکتی ہے اور فوج میں بھرتی ہونے والے شخص کو مقررہ مدت سے قبل نوکری چھوڑنے پر کڑی سزا دی جا سکتی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ کی بیان کردہ سزا کو قبول کرنے میں پس و پیش سے کام لیا جائے۔ دین اسلام قبول کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا لیکن جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے لئے ان احکامات کا پابند ہونا ضروری ہو جاتا ہے جو شریعت نے اس پر لازم کئے ہیں۔

اس بابت یہ بات بھی ذہن پر نقش کر لی جائے کہ قرآن نے انسان کو "عبد" کہا

ہے جو مغرب کے اس تصور آزادی کے بالکل منافی ہے۔ جس میں انسان کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود کو خدا سمجھتے ہوئے لا الہ الا الانسان کا نعرہ لگاتا ہے اور خود کو خیر و شر کا تعین کرنے کا مستحق سمجھتا ہے۔

یہود اور دشمنان دین، جان بوجھ کر بظاہر اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جایا کرتے تھے تاکہ اہل ایمان اور اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کے دلوں میں شکوک وشبہات کو پیدا کر سکیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (آل عمران ۳:۷۲)

ترجمہ: "اور اہل کتاب کا ایک گروہ (لوگوں سے) کہتا ہے کہ تم اس کتاب (قرآن) پر جو مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے دن چڑھے (یعنی صبح) ایمان لایا کرو اور شام کو انکار کر دیا کرو تاکہ (تمہیں دیکھ کر) وہ بھی برگشتہ ہو جائیں۔"

اس کی ایک بڑی مثال برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے قبل مسٹر گاندھی کے بیٹے عبد اللہ گاندھی کی ملتی ہے۔ اس نے اسلام میں داخل ہونے کے کچھ عرصہ بعد پھر ہندومت قبول کر لیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصد تھا کہ اسے اسلام میں روحانی تسکین و نجات کے وہ اسباب نہیں مل سکے جو ہندو مذہب میں موجود ہیں۔ اسی طرح کی تدابیر کے ذریعے انھوں نے کروڑوں اچھوتوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا رکھا۔

اسلام نے ارتداد کی سزا مقرر کر کے دشمنان اسلام کی ان سازشوں سے بچنے کا طریقہ واضح کر دیا ہے اگر اس سزا کو نافذ کر دیا جائے تو یقیناً کفار کے ایسے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔

غامدی صاحب کا ارتداد کی سزا کے بارے میں نظریہ

غامدی صاحب اپنی کتاب برہان میں لکھتے ہیں:

"ارتداد کی سزا یہ مسئلہ ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث، بخاری میں اس طرح نقل ہوئی ہے:

من بدل دینه فاقتلوه۔ (رقم:۳۰۱۷)

"جو شخص اپنا دین تبدیل کرے، اسے قتل کردو۔"

ہمارے فقہاء اسے بالعموم ایک حکم عام قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق ان کے نزدیک ان سب لوگوں پر ہوتا ہے جو زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک اس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے۔ ان کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کریگا اسے اس حدیث کی رو سے لازماً قتل کر دیا جائے گا۔۔۔ باقی تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر مرتد کی سزا خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اسلامی شریعت میں قتل ہے لیکن فقہا کی یہ رائے محل نظر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے مگر **ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا، بلکہ صرف انھی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اور جن کے لئے قرآن مجید میں امیین یا مشرکین کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔** (برہان:۱۳۹۔۱۴۰)

خلاصہ:

۱۔ فقہاء کے پاس ارتداد کی سزا (موت) سے متعلق صرف ایک ہی حدیث ہے جس کا مدعا وہ صحیح سمجھنے سے قاصر رہے۔

۲۔ مرتد کو قتل کرنے کا حکم کوئی حکم عام نہیں ہے بلکہ یہ صرف انہی مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے جن میں سے نبی مکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔

۳۔ مرتد کے قتل کی سزا صرف زمانہ رسالت اور اس وقت تک لئے خاص تھی جب تک مشرکین عرب زندہ رہے۔

۴۔ فقہاء مرتد کی سزا (موت) اپنی رائے سے بیان کرتے رہے ہیں۔

غامدی صاحب کا نظریہ ارتداد، علمی دیانت کے خلاف ہے:

غامدی صاحب نے یہ دعوی کیا ہے:

"ارتداد کی سزا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔" (برہان:ص:۱۳۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک فقہاء کے پاس صرف ایک ہی حدیث ہے اور اس کو بھی وہ صحیح سمجھ نہیں سکے۔ احادیث کے حوالے سے ان کا رویہ اسقدر سطحی ہے کہ ہر حدیث کو چاہے وہ تواتر کی حد کو ہی کیوں نہ پہنچی ہوئی ہو خبر واحد کہہ کر اسکی اہمیت کم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں (جسکی مثالیں رجم کے مسئلے میں دیکھی جاسکتی ہیں)۔ غامدی صاحب کے اس دعوے میں کہاں تک سچائی ہے اس کا اندازہ ہر قاری ارتداد کی سزا کے بارے میں علماء کے دلائل کو پڑھ کر بخوبی لگا سکتا ہے۔ یہ دیانت نہیں ہے تاہم اس محل میں ہم ان کے اس عمل کو حسن ظن کی بناء پر علمی کم مائیگی سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ غامدی صاحب کے مطابق مرتد کی سزا فقہاء نے اپنی رائے کے مطابق بیان کی ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس میں فقہاء کی رائے کا کوئی دخل نہیں۔ فقہاء کرام نے یہ سزا اپنی رائے سے نہیں بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی ہے۔ اسکے مقابلے میں غامدی صاحب نے اس سزا کو صرف مشرکین

عرب کے ساتھ جو خاص کرنے کی جسارت کی ہے یہ بلاشک وشبہ محض ان کی اپنی رائے پر مبنی جس کے لئے مسلمانوں کے علمی ذخیرے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

(ارتداد کی سزا کے صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہونے کے موضوع پر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اوراق میں بحث کریں گے)

غامدی صاحب کے دلائل اور ان کا تجزیہ

اپنے اس خود ساختہ نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے غامدی صاحب نے چند ایک دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم غامدی صاحب کے دلائل کے مکمل اقتباسات نقل کرنے کے بعد ان کے دلائل کا خلاصہ پیش کر کے ان کا تجزیہ کریں گے۔

پہلا اقتباس:

''موت کی سزا قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی کسی شخص کو نہیں دی جا سکتی۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ
فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ (المائدة۵:۳۲)

ترجمہ: ''جس نے کسی کو قتل کیا، اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں کوئی فساد برپا کیا ہوتا اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا۔''

یہ قرآن کا صریح ارشاد ہے، لہٰذا ان دو جرائم کے سوا، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے درپے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔'' (برھان: ص: ۱۴۳)

دوسرا اقتباس:

''اس زمین پر ہر شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ دنیا میں انسانوں کو رہنے بسنے کا جو موقع حاصل ہوا ہے وہ کسی حق کی بنا پر نہیں، بلکہ محض آزمائش کے لئے ہے۔ عالم کا پروردگار جب تک چاہتا ہے کسی کو یہ موقع دیتا ہے اور جب اس کے علم کے مطابق آزمائش کی یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو موت کا فرشتہ آسمان سے اترتا ہے اور اسے یہاں سے لے جا کر اس کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

عام انسانوں کے لئے یہ مدت اللہ تعالیٰ اپنے علم وحکمت کے مطابق جتنی چاہیں مقرر کرتے ہیں، لیکن وہ لوگ جن میں رسول کی بعثت ہوتی ہے اور جنھیں اس کے ذریعے سے براہ راست دعوت پہنچائی جاتی ہے، ان پر چونکہ آخری حد تک اتمام حجت ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اس اتمام حجت کے بعد بھی وہ اگر ایمان نہ لائیں تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قرآن مجید میں پوری صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ وہ پھر اس کی زمین پر زندہ رہنے کا حق کھو دیتے ہیں۔ زمین پر وہ آزمائش ہی کے لئے رکھے گئے تھے اور رسول کے اتمام حجت کے بعد یہ آزمائش چونکہ آخری حد تک پوری ہو جاتی ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بالعموم یہی ہے کہ اس کے بعد زندہ رہنے کا یہ حق ان سے چھین لیا جائے اور ان پر موت کی سزا نافذ کر دی جائے۔

اس قانون کے مطابق رسول کے براہ راست مخاطبین پر موت کی یہ سزا اس طرح نافذ کی جاتی ہے کہ رسول اور اس کے ساتھیوں کو اتمام حجت کے بعد اگر کسی دارالہجرت میں سیاسی اقتدار حاصل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ابر و باد کی ہلاکت خیزیوں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے اور رسول کی قوم کو موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد وثمود، قوم نوح، قوم لوط اور دوسری بہت سی قومیں اسی طرح

زمین سے مٹا دی گئیں، لیکن اس کے برعکس اگر رسول کو کسی زمین میں سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس کے ہر فرد کے لئے موت کی سزا مقرر کر دی جاتی ہے جو اس کے رسول اور اس کے ساتھی اس پر نافذ کرتے ہیں۔
نبی ﷺ کے ساتھ چونکہ یہی دوسری صورت پیش آئی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ''امیین''، یعنی آپ کی قوم میں سے جو لوگ ۹ ہجری ذوالحجہ سے محرم کے آخری دن تک ان کے لیے مہلت ہے۔ اس کے بعد بھی وہ اگر اپنے کفر پر قائم رہے تو موت کی سزا کا یہ قانون ان پر نافذ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا ہے:

فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتمو هم و خذوهم و احصروهم و اقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا وا قاموا الصلوٰة و اتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم ان الله غفور رحيم۔ (التوبہ ۹:۵)

ترجمہ: ''پھر جب حرام مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور اس کے لئے ان کو پکڑو، گھیرو اور ہر گھات میں ان کے لئے تاک لگاؤ لیکن وہ اگر کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انھیں چھوڑ دو۔ بے شک، اللہ مغفرت کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔''

یہی وہ قانون ہے جس کی وضاحت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و یقیموا الصلوٰة و

یؤتوا الزكوٰة فاذا فعلوا عصموا منی دماءهم و اموالهم الا بحق الاسلام و حسابهم علی الله۔

(مسلم، رقم ۲۲)

ترجمہ: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا اله الا الله محمد رسول الله کی شہادت دیں، نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ وہ یہ شرائط تسلیم کر لیں تو ان کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی، الا یہ کہ وہ اسلام کے کسی حق کے تحت اس حفاظت سے محروم کر دیے جائیں۔ رہا باطن کا حساب تو وہ اللہ کے ذمہ ہے۔''

یہ قانون جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ صرف امیین یعنی نبی ﷺ کی قوم کے ساتھ خاص تھا۔ ان کے علاوہ اب قیامت تک کسی دوسری قوم یا افراد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ اہل کتاب جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے، قرآن مجید نے انھیں بھی اس سے بالصراحت مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ توبہ میں جہاں امیوں کے لئے قتل کی یہ سزا بیان ہوئی ہے، وہیں اہل کتاب کے بارے میں صاف فرمایا ہے کہ وہ اگر جزیہ دے کر اسلامی ریاست میں ایک شہری کی حیثیت سے رہنا چاہیں تو ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الاخر ولا يحرمون ما حرم الله و رسوله ولا يدينون دين الحق من الذين اوتوا الكتب حتىٰ يعطوا الجزية عن يد و هم صاغرون۔ (توبہ ۹:۲۹)

ترجمہ: ”لڑو ان اہل کتاب سے جو نہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ حرام ٹھیرایا ہے، اُسے حرام ٹھیراتے ہیں اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں۔ ان سے لڑو، یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں اور زیر دست بن کر رہیں۔“

ساری اس بحث سے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون اگر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے تو اس کا یہ لازمی تقاضہ بھی بالبداہت واضح ہے کہ ان امیوں میں سے کوئی شخص اگر ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی اختیار کرتا تو اسے بھی لامحالہ اسی سزا کا مستحق قرار پانا چاہیے تھا۔ وہ لوگ جن کے لئے کفر کی سزا موت مقرر کی گئی، وہ اگر ایمان لا کر پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹتے تو لازم تھا کہ موت کی یہ سزا ان پر بھی بغیر کسی تردد کے نافذ کر دی جائے۔ چنانچہ یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من بدل دینه فاقتلوه۔

نبی ﷺ کے اس حکم میں "من" اسی طرح امیوں کے لئے خاص ہے، جس طرح اوپر امرت ان اقاتل الناس میں الناس ان کے لئے خاص ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کی اصل جب قرآن مجید میں اس خصوص کے ساتھ موجود ہے تو اس کی اس فرع میں بھی یہ خصوصا لازماً برقرار رہنی چاہیے۔

”ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے الناس کی طرح اسے قرآن میں اصل سے متعلق کرنے اور قرآن وسنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کے بجائے، اسے عام ٹھیرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کے حدود وتعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے۔“ (برہان: ۱۴۳)

ہم نے مکمل اقتباسات بیان کرنے کا اہتمام اس لئے کیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ غامدی صاحب کی طرف ایسی بات کی نسبت کر کے اسے رد کیا گیا ہے جس کے وہ مدعی نہیں۔

غامدی صاحب کے دلائل کا خلاصہ اور ان کا جواب

پہلی دلیل:

قتل کے حوالے سے غامدی صاحب درج ذیل قرآنی آیت سے ایک مستقل اصول اخذ کرتے ہیں:

انه مَن قَتَلَ نَفساً بِغَيرِ نَفسٍ او فَسَادٍ فِي الارضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً۔ (مائدہ:۳۲)

ترجمہ: ”جس نے کسی کو قتل کیا، اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں کوئی فساد برپا کیا ہو تا اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا۔“

یعنی کسی نفس کا قتل صرف دو ہی صورتوں میں جائز ہے:

(الف) قصاص (قتل نفس بغیر نفس)

(ب) زمین میں فساد پھیلانا (فساد فی الارض)۔

ان دو صورتوں کے علاوہ کسی فرد یا حکومت کے لئے قرآن کریم کی رو سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

پہلی دلیل کا جواب، غامدی صاحب کا قانون سزائے موت:

غامدی صاحب نے (المائدہ ۵:۳۲) سے یہ قانون اخذ کیا ہے کہ ان دو جرائم

(قتل اور فساد) کے سوا، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے درپے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔ غامدی صاحب کے اس استدلال میں بنیادی طور چند غلطیاں ہیں۔

(ا) سزائے موت، دو جرائم (قتل نفس بغیر نفس اور فساد فی الارض) اور قرآن حکیم:

غامدی صاحب نے جس آیت سے اپنا قانون اخذ کیا ہے وہ بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور غامدی صاحب نے اس آیت کو بنیاد بناتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ان دو جرائم (قتل اور فساد) کے سوا، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے درپے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔ غامدی صاحب کا دعوی یہ ہے کہ سورۃ مائدہ کی آیت ۳۲ میں قتل کا جو قانون بیان ہوا ہے اس کے مطابق موت کی سزا دینا صرف انہیں دو صورتوں میں جائز ہے۔ ان کے علاوہ قرآن کی رو سے یہ حق کسی کو حاصل نہیں۔

اگر ہم قرآن حکیم کی آیات مقدسات میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب کا یہ دعوی صحیح نہیں ہے۔

پہلی مثال:

سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق ایک ایسے بچے کو قتل کیا جس نے اس وقت تک کوئی جرم نہیں کیا تھا، تو اس واقعے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اظہار کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

فانطلقا حتی اذا لقیا غلاما فقتله قال اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا۔

(الکہف ۱۸:۷۴)

ترجمہ: "پھر وہ دونوں چل دیئے یہاں تک کہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو (خضر علیہ السلام نے) اسے قتل کر ڈالا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا آپ نے بے گناہ جان کو بغیر کسی جان (کے بدلے) کے قتل کر دیا ہے، بے شک آپ نے بڑا ہی سخت کام کیا ہے۔"

آیت مقدسہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلمات "اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا" قابل غور ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا یہ قتل کرنا قصاص کے بغیر تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے لئے خضر علیہ السلام کا عمل بالکل غیر معروف تھا اسی لئے وہ اس پر صبر نہیں کر سکے لیکن تعلم رشد کے شوق میں آپ نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ پھر جب دونوں نفوس قدسیہ میں جدائی کا وقت آیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی وضاحت اس طرح بیان فرمائی:

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ (الکہف ۱۸:۸۰،۸۱)

ترجمہ: "اور جو لڑکا تھا تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انھیں سرکشی اور کفر پر۔ پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے انھیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور

(ان پر) زیادہ مہربان ہو۔"

ان آیات مقدسات میں اس بات کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق یہ جان لیا کہ یہ لڑکا مستقبل میں اپنے ایمان دار ماں باپ کو کفر کی طرف پھیر دے گا اس بات کے پیش نظر آپ نے اس لڑکے کو قتل کر دیا جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق بالکل صحیح تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس جواب کی مخالفت بھی نہیں کی۔

یاد رہے کہ "بغیر نفس" کی نفی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کر چکے تھے۔ خضر علیہ السلام نے بحیثیت فرد اس لڑکے کو اپنے علم کے مطابق اپنے والدین کے ایمان کو خراب کرنے اور ارتداد پر مجبور کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا جس کا اس وقت تک اس نے ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اس سے فساد فی الارض کی بھی نفی ہو گئی تو نتیجہ یہ نکلا کہ خضر علیہ السلام نے دو جرائم (قتل اور فساد) کے سوا اس لڑکے کو قتل کیا۔

دوسری مثال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب بچھڑے کی پوجا کر کے ارتداد کا ارتکاب کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اس جرم کی پاداش میں موت کی سزا کو نافذ کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۴﴾ (البقرۃ ۲: ۵۴)

ترجمہ: "اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے

شک تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا ہے تو اب اپنے پیدا فرمانے والے (حقیقی) رب کے حضور توبہ کرو پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو، یہی (عمل) تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ) ہے، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں بھی قتل نہ تو قصاص کیلئے تھا اور نہ ہی کسی فساد کی پاداش میں۔ اگر غامدی صاحب کہیں کہ یہ قتل بھی رسول کی اتمام حجت کے بعد صرف اسکے مخاطبین پر لاگو ہونے والے اصول کے تحت ہے (جیسے کہ مشرکین عرب کیلئے خاص تھا) تو یہ بھی درست نہیں۔ وہ اس لئے کہ غامدی صاحب کے مطابق اس عذاب کی دو میں سے کوئی ایک صورت ہوتی ہے (۱) آسمانی عذاب (۲) رسول کا قتال، اور یہاں ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں کیونکہ ابھی موسیٰ علیہ السلام نے اتمام حجت کی ہی کہاں تھی، آپ علیہ السلام کی امت نے بچھڑے کی پوجا تو اس وقت کی تھی کہ جب آپ تورات لینے اللہ کی بارگاہ پیش ہوئے تھے۔ آخر کتاب ملنے سے پہلے ہی آپ کی امت پر اتمام حجت کیسے ہو گیا؟ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰى مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ (الاعراف ۷: ۱۴۸)

ترجمہ: "اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا (جو) ایک جسم تھا، اس کی آواز گائے کی تھی۔"

یاد رہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک اتمام حجت پیغمبر کی دعوت کا تیسرا مرحلہ ہے اور ان کے مطابق اللہ کا عذاب جزا و سزا کے پانچویں اور آخری مرحلے میں

ہوتا ہے۔ (میزان: قانون دعوت)

اگر غامدی صاحب اسے فساد فی الارض کی ہی ایک صورت قرار دیں تو پھر تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ اس سے تو غامدی صاحب کے نزدیک ارتداد فساد فی الارض کی ایک صورت بن جائے گا اور مزید بحث کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔

تیسری مثال:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ (المائدۃ ۵:۳۳)

ترجمہ: ”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ عبرتناک طریقے سے قتل کر دیئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں۔ یہ تو ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔“

اس آیت مقدسہ کے ابتدائی حصے میں محاربہ کی جزاء میں بھی قتل وغیرہ کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔ جس سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ فساد فی الارض اور قتل نفس بغیر نفس کے علاوہ یہ تیسری صورت (محاربہ) ہے جس کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

پس ان تینوں مثالوں سے غامدی صاحب کے دعوی کا بطلان ہر عقل و شعور رکھنے والے شخص پر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

(ب) آیت کا سیاق وسباق:

آیت کے معنی متعین کرنے کے لئے ”نظم“ کی بہت اہمیت ہے۔ مگر غامدی صاحب کے نزدیک اس اصول کا استعمال نرالہ ہے۔ وہ اور ان کے متبعین اپنے کئی خود ساختہ نظریات کے ثبوت کیلئے اس کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً غامدی صاحب اپنی کتاب ”قانون جہاد“ میں درج ذیل آیت:

قَٰتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِ ۖ

(البقرۃ ۲:۱۹۳)

ترجمہ: ”تم ان (مشرکین) سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور (سارا) دین اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔“

کے ضمن اپنے اختراع کردہ قانون جہاد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”(جہاد کے) دوسرے مقصد (یعنی سرزمین عرب میں دین صرف اللہ کیلئے ہو جائے) کیلئے بقرہ اور انفال دونوں میں بالترتیب یکون الدین للہ اور یکون الدین کلہ للہ کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اس سے پہلے جنگ کا حکم قَاتِلوهم کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ سیاق کلام سے واضح ہے کہ اس میں ضمیر منصوب (ھم) کا مرجع مشرکین عرب ہیں، لہٰذا یہ بات تو قطعی ہے کہ ان الفاظ کے معنی یہاں سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ دین (صرف) سرزمین عرب میں پورا کا پورا اللہ کیلئے ہو

جائے۔" (قانون جہاد:ص:۳۲)

اس مقام پر ہمیں اس استدلال کے غلط یا صحیح ہونے سے بحث نہیں کرنی، ہم تو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اگر غامدی صاحب ہی کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم زیر بحث آیت کا تجزیہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب کا روئے سخن بنی اسرائیل سے ہے نہ کہ بنی اسماعیل سے اور یہ بات صراحتاً اس آیت میں موجود ہے۔

پوری آیت اس طرح ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ؀ (المائدۃ۵:۳۲)

ترجمہ: "اسی وجہ سے (حکم) لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو اور جس نے بچا لیا کسی جان کو تو گویا بچایا اس نے تمام لوگوں کو اور بے شک آئے ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ پھر بھی بہت سے لوگ ان میں سے اس کے بعد بھی زمین میں زیادتیاں کرتے ہیں۔"

غامدی صاحب عام طور پر آیت کے نظم اور سیاق وسباق پر بھرپور زور دیتے ہیں، لیکن اس مقام پر انہوں نے اپنی کتاب "برھان" میں اس آیت کا پہلا حصہ

(كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ) اسی لئے نقل نہیں کیا کہ اس بنا پر انکی دلیل کمزوری واضح ہو جائے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں موت کی سزا کا اصول دیا ہی کب جا رہا ہے؟ غامدی صاحب کے اصول کے مطابق تو یہ آیت بنی اسرائیل کی شریعت کے حوالے سے ایک خبر دے رہی ہے۔ یہ آیت مبارکہ بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر اس کے سیاق وسباق کو پڑھا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا قصہ ذکر کرنے کے بعد کہ ایک بھائی نے دوسرے کو قتل کر دیا اور اصحاب نار میں سے ہو گیا اس میں اللہ تعالیٰ نے قتل کرنے کی سنگینی اور کسی جان کو بچانے کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے پھر اس کے بعد اگلی آیت میں محاربین اور فساد فی الارض کا ارتکاب کرنے والوں کی سزا کو بیان کیا ہے۔

(ج) قوانین میں تضاد:

غامدی صاحب کے وضع کردہ قانون قتل کا رسولوں کے ضمن میں قانون قتل سے تقابل کیا جائے تو اس قانون میں اور رسولوں سے متعلق قانون میں ایک واضح تضاد نظر آتا ہے۔ مذکورالصدر قانون میں غامدی صاحب کے مطابق قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی فرد یا حکومت کسی شخص کو موت کی سزا دینے کا حق نہیں رکھتے۔ جبکہ رسولوں سے متعلق قانون میں غامدی صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن اس کے برعکس اگر رسول کو کسی زمین میں سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس کے ہر فرد کے لئے موت کی سزا مقرر کر دی جاتی ہے جو اس کے رسول اور اس کے ساتھی اس نافذ کرتے ہیں۔" (برھان:۱۴۱)

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب ایک اور صورت میں بھی

قتل کی سزا دینے کے قائل ہیں اور وہ "ان کے نزدیک" رسول کے ہاتھوں عذاب کی صورت ہے۔ اب غامدی صاحب اپنے وضع کردہ قوانین کے مطابق خود ہی فیصلہ کریں کہ اتمام حجت کے بعد رسول کی قوم کے کسی فرد یا پوری قوم کا ایمان نہ لانا فساد فی الارض ہے یا قتل نفس بغیر نفس؟ ان دونوں قوانین میں تطبیق کی صورت شاید غامدی صاحب خود ہی طے کرسکتے ہیں۔

غامدی صاحب کی دوسری دلیل:

ارتداد کی سزا کا تعلق کیونکہ صرف قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے اسی لئے آپ ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب میں سے کوئی شخص اگر ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی راہ اختیار کرتا تو اسے بھی لا محالہ اسی سزا کا مستحق قرار پانا چاہیے تھا۔ نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین یعنی مشرکین عرب کے لئے کفر کی سزا موت مقرر کی گئی، وہ اگر ایمان لا کر پھر اپنی پہلی حالت (شرک) کی طرف لوٹتے تو لازم تھا کہ موت کی یہ سزا ان پر بھی بغیر کسی تردد کے نافذ کر دی جائے۔ چنانچہ ارتداد سے مراد یہ ہے کہ وہ مشرکین عرب جن کے بارے میں فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾ (التوبہ ۹:۵) (پھر جب حرام مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور اس کے لئے ان کو پکڑو، گھیرو اور ہر گھات میں ان کے لئے تاک لگاؤ لیکن وہ اگر کفر و شرک سے توبہ کرلیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انھیں چھوڑ دو۔ بے شک، اللہ مغفرت کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔) کہا گیا ان میں سے کوئی ایمان لانے کے بعد پھر شرک کی طرف

لوٹ جائے۔ پس دوبارہ شرک کی طرف لوٹنے کی صورت میں اسے بلاتردد قتل کر دیا جائے گا۔ یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من بدل دینہ فاقتلوہ۔

یعنی:

- ارتداد کی سزا کا تعلق قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے پس ارتداد کی سزا صرف نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین "آپ ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب" کے ساتھ خاص تھی یہاں تک وہ اہل کتاب جو نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں موجود تھے وہ بھی اس حکم سے خارج ہیں۔ اس کے بعد قیامت تک کے لئے کوئی فرد یا حکومت یہ سزا کسی بھی فرد پر نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتی۔
- ارتداد کی سزا کا تعلق کیونکہ قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے اسی لئے کسی یہودی، نصرانی یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے شخص کو (چاہے وہ زمانہ رسالت میں ہو یا اس کے بعد کے ادوار میں) اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہونے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔
- اگر ان مشرکین عرب میں سے کوئی مرتد ہو کر اپنی پہلی حالت (شرک) کے بجائے کسی دوسرے مذہب جیسے یہودیت یا عیسائیت کو قبول کر لیتا تو اس کو بھی قتل نہ کیا جاتا۔

دوسری دلیل کا جواب، قانون اتمام حجت اور ارتداد کی سزا:

غامدی صاحب نے ارتداد کی اسلامی سزا کا تعلق قانون اتمام حجت سے جوڑنے کی کوشش کی ہے اور اسی پر ان کے پورے نظریئے کی بناء ہے۔ اللہ تعالیٰ

کے عذاب، اتمام حجت، رسول کے جہاد اور ارتداد کی سزا کو غامدی صاحب نے احادیث صحیحہ اور مشہورہ کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنی عقل کی بنیاد پر باہمی طور پر اس طرح سے مربوط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سے جہاد، اللہ کے عذاب، ارتداد کی سزا اور اتمام حجت کی شرعی حیثیت مضحکہ خیز بن جاتی ہے۔ ذیل میں ہم اب غامدی صاحب کی دوسری دلیل کا تجزیہ کریں گے۔

(۱) قیاس میں غلطی:

غامدی صاحب نے اس میں نبی آخر الزماں، خاتم النبیین، رحمت عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت و رسالت پر قیاس کیا ہے۔ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کسی خاص قوم کے لئے خاص زمانے میں مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ نبی رحمت عالم ﷺ کو تمام عالمین و مخلوقات کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۸ (سبا ۳۴:۲۸)

ترجمہ: ''اور (اے حبیب مکرم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لئے خوشخبری سنانے والے اور ڈرسنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۰۷ (الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

ترجمہ: ''اور (اے رسول محتشم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۝۱ (الفرقان ۲۵:۱)

ترجمہ: ''(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔''

پس ان کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کے اس دعوے کی بنیاد ہی درست نہیں ہے۔

(۲) براہ راست مخاطبین:

غامدی صاحب نے نبی مکرم ﷺ کا براہ راست مخاطبین صرف مشرکین کو ٹھہرایا ہے اور سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۹ سے یہود کو اس قانون سے مستثنیٰ کیا ہے جبکہ قرآن پاک کی نصوص صریحہ یبنی اسرائیل، یمعشر الجن، یایها الناس وغیرہ اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ کے براہ راست مخاطبین صرف مشرکین عرب ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ اور جنات وغیرہ بھی ہیں۔

(۳) قیامت صغریٰ، عذاب استیصال اور توبہ:

غامدی صاحب کے مطابق قوم پر اتمام حجت کے بعد اگر رسول کو دار الہجرت میں سیاسی اقتدار حاصل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب رسول کی قوم کو موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر رسول کو کسی زمین میں سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس کے ہر فرد کے لئے موت کی سزا مقرر کر دی جاتی ہے جو رسول اور اس کے ساتھی اس پر نافذ کرتے ہیں۔ اسی قانون کے بارے میں

موصوف لکھتے ہیں: رسول کے مخاطبین کے لئے ایک قیامت صغری برپا ہو جاتی ہے۔

(میزان: ۲۶۴)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں: دوسری صورت میں عذاب کا یہ فیصلہ رسول اور اسکے ساتھیوں کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ (میزان: ۱۹۵)

ایک اور جگہ موصوف لکھتے ہیں: قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اپنی قوم کو ہمیشہ دو عذابوں سے خبر دار کرتے رہیں ہیں: ایک وہ جس سے ان کے منکرین قیامت میں دوچار ہوں گیا ور دوسرا وہ جو ان کی دعوت کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرنے والوں پر اسی دنیا میں نازل ہوگا۔ وہ اپنی قوم کو یہ بتاتے ہیں کہ وہ زمین پر ایک قیامت صغری برپا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ (میزان: ص: ۱۸۵)

قانون جہاد میں غامدی صاحب لکھتے ہیں:

”دوسری صورت (اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے خلاف جہاد) کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ کے قانون اتمام حجت سے ہے۔“ (میزان: ص: ۲۴۲)

غامدی صاحب نے رسول اور اس کے ساتھیوں کے قتال کو قیامت صغریٰ اور عذاب سے تعبیر کیا ہے۔ ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ عذاب سے متعلق مختصرا بحث کریں تا کہ مسئلہ صحیح طور پر سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

عذاب کی بحث:

عذاب سے مراد ”عبرتناک سزا“ ہے۔ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

والعذاب: النکال والعقوبة. (لسان العرب: ج ا/ص: ۵۸۵)

ترجمہ: ”عذاب عبرتناک سزا اور برے بدلے کو کہتے ہیں۔“

عذاب کے بارے میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

والعذاب هو الايجاع الشديد. (المفردات: ص: ۳۲۷)

ترجمہ: ”عذاب“ سے مراد شدید تکلیف دینا ہے۔

اس کی اصل میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ اس بارے میں فرماتے ہیں:

واختلف فی اصله.فقال بعضهم هو من قولهم عذب الرجل اذا ترك المأكل و النوم فهو عاذب و عذوب فالتعذيب فی الاصل هو حمل الانسان أن يعذب أی يجوع و يسهر و قيل اصله من العذب فعذبته أی أزلت عذب حياته علی بناء مرضته و قذيته و قيل اصل التعذيب اكثار الضرب بعذبة السوط أی طرفها.

(المفردات فی غریب القرآن: ص: ۳۲۷)

ترجمہ: ”لفظ عذاب کی اصل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عذب الرجل کے محاورہ سے مشتق ہے جو اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کھانا اور نیند چھوڑ دے۔ اسے عاذب اور عذوب کہتے ہیں۔ پس تعذیب کے معنی یہ ہیں کسی کو بھوکا اور بیدار رہنے پر اکسانا، اور بعض کے نزدیک یہ عذاب سے مشتق ہے لہٰذا عذبتہ کے معنی ہیں میں نے اسے زندگی کی لذت اور خوشگواریوں سے محروم کر دیا جیسے مرضتہ میں نے اس کا علاج کیا اور قذیتہ میں اس کی آنکھ سے تنکا نکالا۔ بعض نے کہا ہے کہ دراصل

التعذیب کے معنی ہیں کسی کو کوڑے کے عذبہ یعنی سرے کے ساتھ متواتر مارنا۔"

اس سے یہ معلوم ہوا کہ عربی زبان میں لغتاً "تعذیب" عبرتناک سزا اور برا بدلہ دینے، کوڑے مارنے، زندگی کی راحتوں سے محروم کرنے، بھوک میں مبتلا رکھنے اور راتوں کی نیند خراب کر کے کسی کو پریشان کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے سرکشی، ہٹ دھرمی، حق سے اعراض اور اس پر اصرار کی صورت میں دی جانے والی تکلیف، ہلاکت اور تباہی و بربادی کو بھی عذاب کہا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ۔ (المومنون ۲۳:۷۶)

ترجمہ: "اور بے شک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا۔"

اس آیت کے بارے میں ابن منظور لکھتے ہیں:

قال الزجاج الذی اخذوا بہ الجوع۔

(لسان العرب: ج:۱/ص:۵۸۵)

زجاج نے کہا ہے کہ جس چیز کے ذریعے قوم کو عذاب میں مبتلا کیا گیا وہ بھوک تھی۔

نافرمان اور سرکش لوگ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی مقررہ زندگی کو پورا کرنے کے بعد حاضر کئے جاتے ہیں تو اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کا مزہ چکھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و من یتول یعذبہ عذابا الیما۔ (التوبہ ۹:۱۷)

ترجمہ: "اور جو شخص (اطاعت سے) منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"

اللہ تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں بھی سرکشوں پر نازل کیا جاتا ہے جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، وغیرہ پر اسی دنیا میں عذاب نازل کیا گیا اور انہیں مسلسل ہٹ دھرمی اور سرکشی کی وجہ سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ دنیا میں اللہ کا عذاب دو طرح سرکش قوم پر مسلط کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کو مکمل طور پر مٹا دیا جاتا ہے اور اس صورت میں ظہور و نزول عذاب کے وقت ان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی (اسے عذاب استیصال کہا جاتا ہے) یا پھر ان پر بھوک، قتل، قید، مرض، مال کا ضیاع وغیرہ کی صورت میں عذاب مسلط کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں اگر وہ اللہ کی طرف رجوع کر لیں تو ان کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔

عذاب کا کلمہ کی نسبت قرآن مجید میں مخلوقات کی طرف بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

(البقرۃ ۲:۴۹)

ترجمہ: "اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات بخشی جو تمہیں انتہائی سخت عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔"

فرعون ایک انتہائی سرکش اور ظالم حکمران تھا وہ ان سے بیگار لیتا اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتا تھا۔ قرآن نے بنی اسرائیل پر اس کی جانب سے کئے گئے مظالم کو عذاب سے تعبیر کیا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے کنیزوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا

عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ (النساء ۴:۲۵)

ترجمہ: ''اور جب وہ نکاح سے محفوظ ہو جائیں پھر اگر وہ ارتکاب کریں بدکاری کا تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کے لئے ہے۔''

اس آیت مقدسہ میں جو کنیز زنا کا ارتکاب کرے اس کی (کوڑوں کی) سزا کو عذاب بتایا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾ (النور ۲۴:۸)

ترجمہ: ''اور (اسی طرح) یہ بات اس (عورت) سے (بھی) سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر خود گواہی دے کہ وہ (مرد اس تہمت لگانے میں) جھوٹا ہے۔''

اس مقام پر لعان کے احکامات بیان کئے جا رہے ہیں کہ ایک عورت جس پر اس کے شوہر نے زنا تہمت لگائی ہے اسے چاہیئے کہ اپنے آپ کو حد سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی چار بار قسم کھائے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اس نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر میرا شوہر سچا ہو۔ اس مقام پر بھی عذاب کا کلمہ حد اور شرعی سزا کے لئے استعمال ہوا ہے۔

سورۃ یٰسین میں ایک قوم کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلاتے ہوئے کہا:

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ (سورۃ یٰسین ۳۶:۱۸)

ترجمہ: ''(بستی والوں نے) کہا: ہمیں تم سے نحوست پہنچی ہے اگر تم واقعی

باز نہ آئے تو ہم تمہیں یقیناً سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ اس آیت مقدسہ بیان کیا گیا ہے کہ جب قوم کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو رجم کرنے اور دردناک تکلیف دینے کا ارادہ کیا۔ قرآن میں اس کو بھی عذاب کہا ہے۔''

حضرت ایوب (علیہ السلام) کے بارے میں فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ (ص ۳۸:۴۱)

ترجمہ: ''اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے بڑی اذیت اور تکلیف پہنچائی ہے۔ یہاں عذاب کا کلمہ مرض، درد اور شیطانی وساوس کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔''

قرآن حکیم میں مستعمل کلمہ ''عذاب'' کی مخلوق کی طرف نسبت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کا کلمہ اگر مخلوق کی طرف منسوب کیا جائے تو اس سے مراد وہ عذاب نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکشوں پر نازل کیا جاتا ہے بلکہ اس وقت اس کلمہ کا استعمال لغوی اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

عذاب سے متعلق اس تمام وضاحت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ہم سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۱۴ میں تامل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

(التوبۃ ۹:۱۴)

ترجمہ: ''تم ان سے جنگ کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان (کے مقابلہ) پر تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینوں کو شفاء بخشے گا۔''

نظم آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ذریعے مشرکین کو قتل کروانے کو عذاب کہا ہے۔ یہ عذاب کی وہ صورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط (التوبۃ ۹:۵)

ترجمہ: ''لیکن وہ اگر کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انہیں چھوڑ دو۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (الانفال ۸:۳۳)

ترجمہ: ''اور اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درانحالیکہ (اے حبیب مکرم) آپ بھی ان میں موجود ہوں۔''

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں ان پر عذاب نازل نہیں کیا جائے گا۔ مذکور الصدر دونوں آیات کے معانی میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط کئے جانے والے دنیاوی عذاب کے معاملہ میں صحیح طور پر غور کیا جائے تو یہ تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں عذاب سے مراد ''عذاب استئصال'' ہے۔ ''عذاب استئصال'' سے مراد عذاب کی وہ صورت ہے جس میں سرکش قوم کو اصلاً مٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی وجہ سے ان کو مکمل طور پر سابقہ امم کی

طرح نیست و نابود نہیں کیا جائے گا۔ پس سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۴ وَ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ میں عذاب کی دوسری صورت کو بیان کیا گیا ہے جس میں قوم کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاتا اور توبہ کرنے کی صورت میں ان کی توبہ کو قبول بھی کر لیا جاتا ہے جبکہ عذاب استئصال کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا۔

اس بارے میں امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فان قالوا أليس أنه تعالىٰ قال: ماكا ن الله ليعذبهم و انت فيهم، فكيف قال ههنا يعذبهم الله بايديكم؟ قلنا: المراد من قوله وما كان الله ليعذبهم و انت فيهم عذاب الاستئصال والمراد من قوله يعذبهم الله بأيديكم عذاب القتل والحرب، والفرق بين البابين أن عذاب الاستئصال قد يتعدى الى غير المذنب و ان كان فى حقه سببا لمزيد الثواب، اما عذاب القتل فالظاهر انه يبقى مقصورا على المذنب۔ (التفسیر الکبیر: ج:۱۶/ص:۳)

خلاصہ:

اگر یہ کہا جائے کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط اور اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درانحالیکہ (اے حبیب مکرم) آپ بھی ان میں موجود ہوں۔ اور یہاں فرمایا: يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا، تو ان دونوں آیات میں

تطبیق کیونکر ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط میں عذاب سے مراد عذاب استیصال ہے اور يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ سے مراد قتل اور جنگ کا عذاب ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عذاب استیصال کی صورت میں کبھی کبھی ان کو بھی موت آلیتی ہے جو گناہ گار نہیں ہوتے اور یہ عذاب ان کے حق میں مزید ثواب کا باعث بن جاتا ہے۔ جبکہ عذاب قتل میں صرف گناہ گاروں کو ہی سزا دی جاتی ہے۔

امام ابوحیان فرماتے ہیں:

و تعذيبهم بأيدى المؤمنين هو فى الدنيا بالقتل والاسر و النهب. (تفسیر البحر المحیط: ج:۵/ص:۱۷)

ترجمہ: "اور مشرکین کو مسلمانوں کے ہاتھوں عذاب دینے سے مراد دنیا میں قتل، قید، مال غنیمت کا عذاب ہے۔"

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝۳۳) أى ما كا ن الله يعذبهم عذاب الاستئصال. و قول (و مالهم الا يعذبهم الله) لا يعذبهم بالسيف.

(المفردات: ص:۳۲۷)

(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝۳۳) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب استیصال نہیں دے گا۔ اور (وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ) میں عذاب سے مراد یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ انہیں تلوار کا عذاب نہیں دے گا۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں:

انه يعذبهم بأيديهم قتلا. (الکشاف: ج:۲/ص:۲۵۲)

ترجمہ: "اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں بطور قتل عذاب دے گا۔"

خلاصہ:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عذاب دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) عذاب استیصال، (۲) جنگ، قتل یا قید وغیرہ کا عذاب۔ پہلی صورت میں سرکشوں کو اصلا مٹا دیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ معصوم لوگ بھی موت کا مزہ چکھ لیتے ہیں تاہم انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عطا کیا جاتا ہے نیز ظہور و نزول عذاب کے وقت ان سرکشوں کی توبہ بھی قبول نہیں کی جاتی۔ جبکہ دوسری صورت میں مجرمین کو اصلاً نہیں مٹایا جاتا اور یہ عذاب صرف اور صرف مجرمین تک ہی مقصور رہتا ہے۔ اس صورت میں اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی سابقہ غلطیوں پر پشیمان ہو کر رجوع کر لیں تو ان کی توبہ بھی قبول کر لی جاتے ہے۔

قیامت صغریٰ ہو یا کبریٰ، عذاب الیم ہو یا عظیم ہر صورت میں اتمام حجت کے بعد جب مجرمین اللہ تعالیٰ کا عذاب استیصال دیکھ لیتے ہیں تو ان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان کو مہلت دی جاتی ہے۔ فرعون نے جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھا تو اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا لیکن اس وقت ایمان لانا کسی کام کا نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ (یونس ۱۰: ۹۰،۹۱)

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب اسے (یعنی فرعون کو) ڈوبنے نے آلیا وہ کہنے لگا: میں اس پر ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس (معبود) کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور میں (اب) مسلمانوں میں سے ہوں۔"

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ (ابراھیم ۱۴: ۴۴-۴۵-۴۶-۴۷)

ترجمہ: "اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آپہنچے گا تو وہ لوگ جو ظلم کرتے رہے ہوں گے کہیں گے: اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے دے کہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی پیروی کرلیں۔ (ان سے کہا جائے

گا) کہ کیا تم ہی لوگ پہلے قسمیں نہیں کھاتے رہے کہ تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا۔ اور تم (اپنی باری پر) انہی لوگوں کے (چھوڑے ہوئے) محلات میں رہتے تھے (جنہوں نے اپنے دور میں) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا حالانکہ تم پر عیاں ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے (فہم کے) لئے مثالیں بھی بیان کی تھیں۔ اور انہوں نے (دولت و اقتدار کے نشہ میں بدمست ہو کر) اپنی طرف سے بڑی فریب کاریاں کیں جبکہ اللہ کے پاس ان کے ہر فریب کا توڑ تھا، اگرچہ ان کی مکارانہ تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اکھڑ جائیں۔ سو اللہ کو ہرگز اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا! بے شک اللہ غالب، بدلہ لینے والا ہے۔"

جبکہ ایک اور مقام پر قوم یونس کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرعون کے غرق ہونے کے وقت ایمان لانے کے واقعہ اور چند آیات کے بعد ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۹۸﴾

(یونس ۱۰: ۹۶-۹۷-۹۸)

ترجمہ: "(اے حبیب مکرم) بے شک جن لوگوں پر آپ کے رب کا فرمان صادق آچکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان

کے پاس سب نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب
(بھی) دیکھ لیں۔ پھر قوم یونس (کی بستی) کے سوا کوئی اور ایسی
بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو اور اسے اس کے ایمان
لانے نے فائدہ دیا ہو۔ جب (قوم یونس کے لوگ نزول عذاب
سے قبل صرف اس کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آئے تو ہم نے
ان سے دنیوی زندگی میں (ہی) رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور ہم
نے انہیں ایک مدت تک منافع سے بہرہ مند رکھا۔"

ان آیات مقدسات سے معلوم ہوا کہ اتمام حجت اور ظہور و نزول عذاب کے بعد توبہ فائدہ نہیں دیتی۔ اب ان آیات کی روشنی میں اگر غامدی صاحب کے تصور قیامت صغریٰ اور زمین پر آسمانی عدالت کے قیام کے نظریے میں غور کیا جائے تو اس کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نظام کو نافذ کرنے اور فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لئے رسول کے شرعی عمل و فیصلہ "جہاد" کو محض "عذاب اللہ" کہا جائے تو عذاب کے ظہور کے بعد توبہ کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر غامدی صاحب کے اس "عذاب الٰہی" کے تصور کو مان لیا جائے تو سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ کے آخری حصے **فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم** کی کیا توجیہ کی جائے جس میں ان کو توبہ کرنے پر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے؟ یعنی ان کے لئے اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اگر وہ ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائیں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کریں تو ان کی نافرمانیوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ پھر قرآن مجید نے صرف توبہ ہی کی بات نہیں کی، بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ اگر ان مشرکین میں سے کوئی پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ (التوبۃ ۹:۶)

ترجمہ: "اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو
اسے پناہ دے دیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔ پھر اسے
اسکی امن گاہ میں پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کرنا چاہئے کہ یہ ایسی
قوم ہیں جو (حقیقت کا) علم نہیں رکھتے۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر ان مشرکین میں سے کوئی مشرک قرآن کے پیغام کو سننے، سمجھنے اور اپنی غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزرنے کے بعد بھی آنا چاہے تو اسے یہ موقع دیا جائے گا اور اگر وہ حق کو اب بھی قبول کرلے تو فبہا ورنہ اس کو بحفاظت اس کی قیام گاہ تک پہنچا دیا جائے۔ اب دیکھئے مشرکین عرب کو نہ صرف توبہ بلکہ ایمان لانے کا بھی موقع دیا جا رہا ہے اور یہ رعایت انہیں من حیث القوم یہ کہہ کر دی جا رہی ہے کہ انہیں حقیقت کا علم ہی نہیں ہے۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ غامدی صاحب کے تصورات کی قرآن کی صریح اور قطعی نصوص کے مقابلے میں کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

غامدی صاحب نے جہاں اتمام حجت کے بعد دنیا میں اللہ کے عذاب کی صورتوں کو بیان کیا وہاں عذاب استیصال اور عذاب قتل وحرب وغیرہ میں فرق کو سمجھنے میں خطاء کرتے ہوئے رسول اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہونے کی عذاب کی صورت کو عذاب استیصال قرار دے دیا جس سے سرکش قوم کے توبہ قبول ہونے کا تصور بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔

غامدی صاحب لکھتے ہیں:

"دوسری صورت میں عذاب کا یہ فیصلہ رسول اور اس کے ساتھیوں

کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں قوم کو کچھ مہلت مل جاتی ہے۔ رسول اس عرصے میں دار الہجرت کے مخاطبین پر اتمام حجت بھی کرتا ہے۔ اپنے اوپر ایمان لانے والوں کی تربیت اور تطہیر و تزکیہ کے بعد انھیں اس معرکۂ حق و باطل کے لئے تیار بھی کرتا ہے اور دار الہجرت میں اپنا اقتدار بھی اس قدر مستحکم کرلیتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ **منکرین کے استصال** اور اہل حق کی سرفرازی کا یہ معرکہ سر کر سکے۔" (میزان: ص: ۲۶۵)

اس عذاب سے متعلق غامدی صاحب کی تحریر کے کافی حوالے ہم پیچھے ذکر کر آئیں ہیں۔ پس غامدی صاحب کا رسول اور اس کے ساتھیوں کے شرعی جہاد کو عذاب استصال قرار دینا غلط ہے۔

سورۃ التوبہ ۹:۵ اور حدیث تبدیل دین کا تعلق

غامدی صاحب کے ارتداد کے متعلق نظریات کا مدار جس بات پر ہے وہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ اور حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ کا باہمی تعلق ہے۔ غامدی صاحب کا حدیث مذکور اور ارتداد کی سزا کا صرف مشرکین کے ساتھ تعلق جوڑنا کئی وجوہ سے ناقابل قبول ہے۔

(ا) دعویٰ بلا دلیل:

غامدی صاحب کے پاس کوئی ایسی آیت، حدیث یا صحابی کا قول مقبول نہیں ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہو کہ حدیث مذکور کا تعلق صرف اسی آیت (۹:۵) سے ہے۔ غامدی صاحب کے اس بیان کی بناء صرف اور صرف انکے عقلی دلائل پر ہے۔ محض عقل کی بنیاد پر اس تعلق کو بیان کر کے انھوں نے اکابر صحابہ کرام اور علمائے امت کو شریعت

میں ارتداد کی سزا کی صورت میں ایک نئے حکم کو داخل کرنے کی وجہ سے گمراہ قرار دے دیا ہے جن کی اقتداء ہر دور میں سواد اعظم کا عمل رہا ہے۔ غامدی صاحب سمجھتے ہیں کہ شاید علم کی دنیا میں محض دعویٰ کر کے اس پر دھونس جمانا بھی ایک دلیل ہے، اور کسی دلیل کے ساتھ لفظ 'صریح' یا 'قطعی' لکھ دینے قطعی اور لائق احتجاج بن جاتی ہے۔ آپ غامدی صاحب کی کوئی کتاب اٹھالیں، اپنی ہر نحیف و نزار دلیل کے ساتھ بھی غامدی صاحب ان الفاظ کو جوڑ کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دلیل دینے کا حق ادا کر دیا۔ اپنے بے بنیاد دعووں میں وزن پیدا کرنے کیلئے وہ قاری اور سامع کو اپنی لفاظیت اور زبان دانی میں اسطرح محو کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ قاری انکی دلیل کے بجائے ان کے الفاظ کی عمومیت اور جادوگری کے وزن تلے دب جائے۔ اسکی ایک مثال اسی مضمون میں دیئے گئے ایک اقتباس سے حاضر خدمت ہے۔ غامدی صاحب فرماتے ہیں:

> "اس زمین پر ہر شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ دنیا میں انسانوں کو رہنے بسنے کا جو موقع حاصل ہوا ہے وہ کسی حق کی بنا پر نہیں، بلکہ محض آزمائش کے لئے ہے۔"

ذرا خط کشیدہ الفاظ کی عمومیت و قطعیت پر غور کیجئے۔ غامدی صاحب نے یہ دعویٰ اس بلند و بانگ طریقے سے کیا ہے گویا اس زمین پر ایسا کوئی شخص ہے ہی نہیں جو اس حقیقت سے ناواقف ہو، یہ حقیقت غامدی صاحب کو معلوم ہونی چاہئے کہ اہل علم و نظر کے نزدیک لفاظیت اور جذباتیت کی نہیں بلکہ مستند علمی مواد و مستحکم دلائل کی اہمیت ہوتی ہے جسکا غامدی صاحب کے ہاں سب سے زیادہ فقدان ہے۔

جب بھی غامدی صاحب سے پوچھا جائے کہ جناب فلاں مسئلے میں تو تمام علماء کی رائے مختلف ہے، تو یہ آن لائن بڑے طمطراق سے فرماتے ہیں کہ 'تاویل کا فرق ہو

سکتا ہے یہ میری اپنی رائے ہے۔لیکن اپنی تحریر میں وہ اس بات کا اظہار برملا کرتے ہیں کہ علمائے امت سوءفہم اور قلت تدبر کی وجہ سے دین کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے دین میں نئی نئی سزائیں اور احکامات داخل کرنے کا گناہ کبیرہ کر بیٹھے ہیں نیز یہ کہ شریعت بس وہی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب میں لکھ دی ہے۔تقریر اور تحریر کی اس دورنگی کو کیا نام دیا جائے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ہم غامدی صاحب پر اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دینی مسائل کا معاملہ ہے آپ کے گھر کا نہیں کہ آپ جس طرح چاہیں اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔غامدی صاحب تو جمہوریت کے قائل ہیں اور اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ آخری فیصلہ تو پارلیمنٹ کو کرنا ہے پھر آخر وہ کون سا محرک ہے جو انھیں جمہور علمائے اسلام اور اجماع امت سے دور لے جا چکا ہے؟

(ب) سیاق وسباق اور آیت وحدیث کا باہمی تعلق:

اس آیت مقدسہ کے کلمات اور سیاق وسباق کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ارتداد کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔آیت میں تو مشرکین کو قتل کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔اس میں ان کے ایمان لانے اور ایمان سے پھر جانے کا کوئی بیان ہے ہی نہیں۔پس حدیث "من بدل دينه فاقتلوه" اور اس آیت کے کلمات کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے مابین وہ تعلق سرے سے موجود نہیں جو غامدی صاحب نے بیان کیا ہے۔

(ج) نقل حدیث میں دھوکہ:

غامدی صاحب نے حدیث "من بدل دينه فاقتلوه" کو مکمل نقل نہیں کیا۔اگر اس حدیث کو مکمل پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ایک حکم عام ہے

اور صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص نہیں۔امام بخاری علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل قال حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة قال اتى علي بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهي رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه۔

(البخاری: کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم: باب: حکم المرتد والمرتدۃ)

ترجمہ: "حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "زنادقہ" کو لایا گیا تو آپ نے ان کو جلا دیا۔یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا آپ ﷺ نے فرمایا: 'اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو' اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کر دو۔"

اس روایت میں عبد اللہ بن سبا یہودی کے گروہ کو قتل کرنے کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا دعوی کیا تھا نہ کہ مشرکین عرب کا۔اس حدیث شریف میں تو ان بدبخت افراد کی سزا بیان کی گئی ہے جن کا ذکر "ارتداد اور قرآن" کی بحث میں گزر چکا ہے اور اس جرم عظیم پر دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

(د) اہل کتاب اور ارتداد کی سزا:

غامدی صاحب نے قانون اتمام حجت اور ارتداد کی سزا کے مابین تعلق بیان کر کے اہل کتاب کو اس معاملہ سے مستثنیٰ کرتے ہوئے اس سزا کو صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ غامدی صاحب کا یہ موقف اجماع خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کے صریح خلاف ہے۔ ہم احادیث اور اقاویل علماء کی روشنی میں یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہ صرف نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں اہل کتاب کو (اسلام قبول کرنے کے بعد) اپنے باطل مذاہب کی طرف لوٹنے کی وجہ سے قتل کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی اس سزا کو اسی شدت کے ساتھ نافذ کیا ہے۔ بالخصوص حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر، رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہودیوں اور نصرانیوں کو مرتد ہونے پر قتل کرنا غامدی صاحب کے نظریات کو بنیادوں سے اکھیڑ دیتا ہے۔

غامدی صاحب کو چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے وضع کردہ اصول کے پیش نظر تمام احادیث باب پر نظر کرنے کے بعد اس حدیث کے مفہوم کا تعین کرتے لیکن انہوں نے اپنے ہی اصول کو پس پشت ڈال کر علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ ہم یہاں غامدی صاحب کو ان کے ”احادیث باب پر نظر“ کا اصول یاد دلانا چاہتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں: ”کسی حدیث کا مدعا متعین کرتے وقت اس باب کی تمام روایات پیش نظر رکھی جائیں۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ آدمی حدیث کا ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن اسی باب کی تمام روایتوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ مفہوم بالکل دوسری صورت میں نمایاں ہو جاتا ہے۔۔۔۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کسی حدیث کے مفہوم میں تردد ہو تو وہ احادیث باب کو جمع کئے بغیر اس

کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جائے۔“ (میزان: ۷۳)

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ”یہودی“ کو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں مرتد ہونے پر قتل کرنے کا واقعہ حدیث من بدل دینه فاقتلوه کے فوراً بعد نقل کیا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ غامدی صاحب نے اس مقام پر اجماع امت تو دور کی بات خود اپنے ہی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس روایت کو نقل نہیں کیا کیونکہ نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ فیصلہ غامدی صاحب کے باطل نظریات کی قلعی کھول دیتا ہے۔

غامدی صاحب کہ بیان کردہ قانون اتمام حجت وحدیث کے تعلق سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ان کے نزدیک اگر وہ شخص ارتداد کا راستہ اختیار کرتا ہے جس نے بچپن یا جوانی اسلام کی حالت میں گزاری ہو تو وہ بھی موت کی سزا کا حقدار نہیں ہوتا اگر چہ اس کا تعلق نبی کریم ﷺ کی قوم سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا تعلق تو ان مشرکین عرب سے ابتداء تھا ہی نہیں، جن کو قتل کرنے کا حکم سورۃ توبہ کی آیت نمبر پانچ میں کیا گیا ہے۔ اس کا خام ہونا بھی بالبداہت ثابت ہے کیونکہ ارتداد سے متعلق آیات و احادیث کی روح اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

غامدی صاحب کی تیسری دلیل:

من بدل دینه کا تعلق سورۃ توبہ کی آیت نمبر: ۵ کے ساتھ ہے جو اس حکم کی اصل ہے۔ اس حدیث میں کلمہ ”من“ صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے اسی لئے ارتداد کی سزا صرف نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین ”آپ ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب، جن کا تعلق آپ ﷺ کی قوم سے تھا“ کے ساتھ خاص تھی۔ اس کے بعد قیامت تک کے لئے کوئی فرد یا حکومت یہ سزا کسی بھی فرد پر نافذ کرنے کا

حق نہیں رکھتی۔

یعنی سورۃ توبہ:۵ اور اس حدیث کے باہمی تعلق کو امت مسلمہ میں سے کوئی مجتہد، مفسر، محدث، فقیہ، نہیں سمجھ سکا اسی لئے علماء نے قلت تدبر کی وجہ سے دین میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا اصلا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے دوسرے الفاظ میں وہ تمام دین میں نئی چیزیں شامل کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) گمراہ ہیں۔

تیسری دلیل کا جواب، حدیث من بدل دینہ کا عموم:

من بدل دینہ فاقتلوہ میں کلمہ "مَنۡ" اپنے معنی کے اعتبار سے عام ہے اور اس کے معنی کا اقتضاء یہ ہے کہ اس کو حکم عام سمجھا جائے۔ اس میں کسی ایسے کلمہ کا ذکر نہیں ہے، جس سے کلمہ مَنۡ کا مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اس کلمہ کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی اسلام لانے کے بعد کفر کا راستہ اختیار کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا اب وہ عیسائیت، یہودیت، مجوسیت یا کوئی بھی مذہب قبول کرے اسے موت کی سزا دی جائے گی۔

مرتد کے قتل پر تمام خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، مفسرین، محدثین، متفقہین اور علمائے امت کا اجماع ہے۔ ہماری اس بات کی تائید حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو موسی، حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں مرتد یہودی اور نصرانی کو قتل کیا گیا تھا۔ جبکہ غامدی صاحب کے بیان کردہ تعلق سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ مشرکین عرب میں سے اگر کوئی ایمان لانے کے بعد پھر اسی ظلم عظیم یعنی شرک کی طرف لوٹتا تو یہ سزا اس پر نافذ کی جاتی۔ اس سے لازمی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے اگر وہ شرک کے بجائے تبدیل دین کے بعد یہودی یا عیسائی وغیرہ بن جاتا تو اسے پھر قتل نہ کیا جاتا۔ پس غامدی صاحب کا کلمہ من کو مشرکین

کے ساتھ خاص کرنا قران وسنت، اجماع امت، آیت (التوبہ ۹:۵) اور حدیث کے سیاق وسباق نیز ان کے مقاصد اور عربیت کے خلاف ہے۔

ارتداد کی سزا اور بائبل:

غامدی صاحب کے نزدیک "اب بھی قدیم صحائف جو اس وقت تورات، زبور اور انجیل کی صورت میں بائبل کے مجموعہ صحائف میں موجود ہیں اگر چہ ان میں بہت کچھ تحریفات کر دی گئی ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ کی نازل کردہ حکمت اور شریعت کا ایک خزانہ اللہ تعالیٰ کے خاص اسالیب بیان میں اب بھی ان میں دیکھ لیا جا سکتا ہے" (میزان:۵۰)

غامدی صاحب کے اس نظریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اتمام حجت کے لئے بائبل سے بھی کچھ ثبوت پیش کر دیتے ہیں جن میں مرتد کو قتل کئے جانے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے:

> And hath gone and served other gods,and worshipped them ,either the sun,or moon, or any of the host of heaven ,which I have not commanded .... Then shalt thou bring that man or that woman ,which have commited that wicked thing ,unto thy gates ,even that man or that woman ,and shalt stone them with stones, till they die.

(Deuteronomy:17.3 to 5)

ترجمہ: ''اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو۔ اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرام فلک میں سے کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔ **تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔**'' (کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

He that sacrificeth unto any god ,save unto the Lord only, he shall be utterly destroyed. (Exodus:22.20)

''جو کوئی خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے وہ بالکل نابود کر دیا جائے۔'' (کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

If there arise among you a prophet,or a dreamer of dreams, and giveth thee a sign or a wonder, And the sign or the wonder come to pass, whereof he spake unto thee, saying, Let us go

after other gods which thou hast not known, and let us serve them .thou shalt not hearken unto the words of that prophet or that dreamer of dreams: for the Lord your God 'proveth you, to know whether ye the Lord your God with all your heart and with all your soul. Ye shall walk after the Lord your God, and fear him,and keep his commandments, and obey his voice, and ye shall serve him, and cleave unto him.

And that prophet ,or that dreamer of dreams, shall be put to death because he hath spaken to turn you away from the Lord your God.

(Deuteronomy:13.1 to 5)

''اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تجھ کو کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے اور وہ نشان یا عجیب بات جس کی اس نے تجھ کو خبر دی وقوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آ ہم اور معبودوں کی جن سے تو واقف نہیں پیروی کر کے ان کی

پوجا کریں۔ تو تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سننا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزمائیگا تاکہ جان لے کہ تم خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے محبت رکھتے ہو یا نہیں۔ تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرنا اور اس کا خوف ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا اور اس کی بات سننا۔ تم اسی کی بندگی کرنا اور اسی سے لپٹے رہنا۔ **وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے** کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے (جس نے تم کو ملک مصر سے نکالا اور تجھ کو غلامی کے گھر سے رہائی بخشی) بغاوت کرنے کی ترغیب دی تاکہ تجھ کو اس کی راہ سے جس پر خداوند تیرے نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یوں تو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کر دینا۔"

(کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

بائبل کے مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ بائبل کے مطابق شریعت موسوی علیٰ صاحبہا السلام میں بھی مرتد کی سزا قتل ہی تھی۔ جناب غامدی صاحب کو چاہیے کہ ان حوالوں کو بار بار پڑھیں شاید کہ انھیں کو یہ شریعت وحکمت کا نادر نکتہ ہاتھ آجائے۔

ارتداد کی سزا کا انکار:

غامدی صاحب نے جس درجہ میں جا کر ارتداد کی سزا کو قبول کیا ہے اس سے ارتداد کی سزا بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر قارئین غامدی صاحب کے قانون میں غور کریں تو ان پر موصوف کا فریب واضح ہو جائے گا۔ بظاہر تو تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارتداد کی سزا کو ایک خاص زمانے وقوم کے لئے اسلامی سزا مانتے ہیں لیکن

تامل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مشرکین کو قتل کرنا ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کرنے پر ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ حکم **فاقتلوا المشرکین** کی وجہ سے تھا۔ گویا کہ ان کے نزدیک قتل کا سبب ارتداد نہیں بلکہ شرک ہے۔ اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ غامدی صاحب مغرب زدہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اور اسلام کو (جدید اصطلاح کے مطابق) اعتدال پسند دین ثابت کرنے کی کوشش میں ارتداد کی سزا کا سرے سے ہی انکار کر بیٹھے ہیں۔ اگر غامدی صاحب ان کو دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے اور ارتداد کی وجہ سے قتل کرنا قبول کرلیں تو یہ ان کے اصولوں میں تضاد کا سبب بن جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک قرآن کی رو سے فساد فی الارض اور قتل نفس کے علاوہ کسی اور جرم میں موت کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ اگر وہ کفر وشرک کو قتل کی وجہ قرار دیتے ہیں جو حقیقتاً ارتداد کی سزا کا صراحتاً انکار ہے تو اس صورت میں ان کا یہ نظریہ قرآن وسنت اور اجماع خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہو جائے گا جس کے ضلال مبین ہونے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾ (النساء ۴:۱۱۵)

ترجمہ: "اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالاخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔"

جناب غامدی کی خطائیں:

اب ہم اس موضوع کے ضمن غامدی صاحب کی خطاؤں کا اجمالی ذکر کریں گے:

۱۔ غامدی صاحب نے ارتداد کی سزا کو جس درجہ میں جا کر قبول کیا ہے اس میں احادیث رسول مکرم ﷺ بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں اور ارتداد کی سزا کا انکار ہو جاتا ہے۔

۲۔ غامدی صاحب نے قانون اتمام حجت اور احادیث ارتداد کی جو تاویلات کی ہیں وہ نصوص قرآنی، احادیث طیبہ، اجماع خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، مفسرین، مفسرین اور امت کے توارث کے خلاف ہیں۔

۳۔ غامدی صاحب کا بیان کردہ خودساختہ قانون قتل قرآن کی نصوص کے خلاف ہے۔

۴۔ غامدی صاحب نے تمام خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، مفسرین اور امت کو دین میں ایک نئی سزا داخل کرنے اور اس کو قبول کرنے پر بدعتی وگمراہ قرار دے دیا ہے۔

۵۔ غامدی صاحب نے فقہاء پر جھوٹ باندھا ہے کہ ان کے پاس ارتداد کی سزا سے متعلق محض ایک ہی حدیث ہے اور ان لوگوں نے ارتداد کی سزا کو اپنی رائے سے بیان کیا ہے۔

۶۔ غامدی صاحب کے پاس اپنے دعووں کے ثبوت میں کوئی آیت، حدیث، یا قول صحابی نہیں ہے۔ انہوں نے تمام باتیں صرف اپنی عقل دلائل کی بنیاد پر پیش کی ہیں۔

دعوت اصلاح:

اس مضمون کے آخر میں ہم غامدی صاحب کو پرخلوص نصیحت کرتے ہیں کہ استغفار کی اس عمر میں **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاوك** کے پیش نظر بارگاہ رسالت میں اخلاص کے ساتھ آنکھوں میں ندامت کے آنسو لیے اور زبان سے استغفر اللہ پڑھتے ہوئے حاضر ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو تواب ورحیم پائیں گے۔ انھیں چاہئے کہ عمر کے اس حصہ میں کسی ولی کامل کے دربار کی جاروب کشی کریں اور انعام یافتہ بندوں کے راستے پر چلنا سیکھیں کیونکہ انھی کا راستہ "صراط مستقیم" ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھ کر قبول کرنے کی اور ابطال باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عمیر محمود الصدیقی

استاذ بالجامعة العليمية الاسلامية

۱ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

مراجع

۱) القرآن الکریم

۲) روح المعانی، السید محمود آلوسی بغدادی، المکتبۃ الحقانیۃ، ملتان، پاکستان۔

۳) الجامع لأحکام القرآن، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، بیروت، لبنان

۴) احکام القرآن، الامام ابوبکر الجصاص الرازی، بیروت، لبنان

۵) تفسیر البحر المحیط، الامام ابوحیان الاندلسی، دارالفکر، بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ

۶) التفسیر الکبیر، الامام الرازی، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

۷) التفسیرات الاحمدیۃ، الشیخ ملا احمد جیون، مکتبہ اسلامیہ، کانسی روڈ کوئٹہ

۸) مفردات القرآن، الامام راغب اصفہانی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان

۹) الکشاف، العلامۃ جاراللہ زمخشری، بیروت لبنان

۱۰) صحیح البخاری، الامام ابو عبداللہ اسماعیل بن ابراھیم البخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان، ۱۳۷۵ھ

۱۱) صحیح مسلم، الامام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، فرید بکسٹال، لاھور، پاکستان

۱۲) جامع الترمذی، الامام ابوعیسیٰ محمد ن عیسی بن سورۃ ترمذی، مکتبہ رحمانیۃ، لاھور، پاکستان

۱۳) سنن النسائی، الامام احمد النسائی مکتبہ رحمانیۃ، لاھور، پاکستان

۱۴) سنن ابی داؤد، الامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ رحمانیۃ، لاھور، پاکستان

۱۵) سنن ابن ماجہ، الامام محمد بن عبد اللہ بن یزید ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۱۶) المصنف، الامام ابوابکر عبد الرزاق بن الھمام، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ

۱۷) المسند، الامام عبداللہ بن زبیر الحمیدی، بیروت، لبنان

۱۸) سنن دارقطنی، امام علی بن عمر الدارقطنی، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان

۱۹) السنن الکبریٰ، الامام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیھقی، دارالفکر، بیروت، لبنان

۲۰) الموطا، للامام مالک، الامام مالک، مطبعۃ مصطفی بمصر، الطبعۃ الاخیرۃ، ۱۳۷۰ھ

۲۱) الموطا للامام محمد بن حسن الشیبانی، قدیمی کتب خانہ، کراتشی، باکستان

۲۲) عمدۃ القاری، العلامۃ بدرالدین محمد بن محمود بن احمد العینی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۱۳۴۸ھ

۲۳) فتح الباری، الامام ابن حجر عسقلانی، بیروت، لبنان

۲۴) شرح کتاب السیر الکبیر، الامام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیۃ للمجاھدین افغانستان، ۱۴۰۵ھ

۲۵) بدائع الصنائع، ملک العلماء علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، مطبعۃ الجمالیۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

۲۶) الکافی، شیخ الاسلام ابومحمد موفق الدین عبد اللہ بن قدامۃ المقدسی، منشورات المکتب الاسلامی، بدمشق

۲۷) المجموع شرح المھذب، الامام یحییٰ بن شرف محی الدین النووی، بیروت، لبنان

۲۸) المغنی، موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامۃ، دارالفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۴ھ

۲۹) الشرح الکبیر، شمس الدین ابن قدامۃ المقدسی۔ دارالفکر، بیروت۔ لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

۳۰) الھدایۃ الامام ابو الحسین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی۔ بک لینڈ، اردو بازار، لاہور

۳۱) المبسوط۔ الامام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر، ۱۳۲۴ھ

۳۲) لسان العرب، الامام ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، دار بیروت، لبنان، ۱۸۹۴ھ

۳۳) میزان، جاوید احمد غامدی، دارالاشراق ۱۲۳ بی ماڈل ٹاؤن لاہور، اپریل ۲۰۰۲م

۳۴) برھان، جاوید احمد غامدی، المورد ادارہ علم و تحقیق ۵۱ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور، جون ۲۰۰۶م

۳۵) کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور

36) THE HOLY BIBLE (AUTHORIZED KING JAMES VERSION), NEW YORK,OXFORD UNIVERSITY PRESS,LONDON

37) GOOD NEWS BIBLE,TODAY'S ENGLISH VERSION,BRITISH EDITION, AMERICN BIBLE SOCIETY 1976

چوتھا باب

توہین رسالت کی سزا قرآن وسنت اور بائبل کی روشنی میں

مقدمہ

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے اور بے شمار درود وسلام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ پر اللہ رب العزت ہم کو تمام انبیاء کرام اور بالخصوص حضور سرورکائنات علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم اور توقیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وطن عزیز ملکِ پاکستان۔ جس کے وجود کی دلیل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ میں کچھ عرصہ سے توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے یا اس میں ایسی تبدیلیاں لانے کی کوشش کی جارہی ہے جن کی وجہ سے یہ قانون بے فائدہ ہو کر رہ جائے۔ مسیحی برادری کے حکومتی سربراہ اپنی تقاریر، بیانات اور مختلف انٹرویوز میں وقتاً فوقتاً اس بات کا اظہار سال رواں کے آغاز سے ہی کرتے رہے ہیں کہ اس سال کے آخر میں موجودہ حکومت کی معاونت سے اس قانون کو تبدیل کر دیا جائے گا۔ ہمیں اس بات کا یقین تھا کہ کرسمس کے موقع پر اس مسئلہ کو شدت کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اہل اسلام کے جذبات کو بری طرح سے مجروح کیا جائے گا۔ مختلف ٹی وی چینلز میں اس متفق علیہ مسئلہ پر مباحثے اور مکالمے ہو رہے ہیں اور تین گروہ صاف نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو کر قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں اس سزا کو بغیر کسی خوف کے بیان کر رہا ہے اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو آزادی اظہار، حقوق انسانی اور این جی اوز کی آڑ لے کر قرآن وسنت کی من گھڑت

تاویلات کرتے ہوئے اس سزا کے ہی منکر ہیں۔ بظاہر ان کے نام کے ساتھ ڈاکٹر، علامہ [1] یا پروفیسر لگتا ہے لیکن عشق رسول ﷺ کی جھلک ان میں نظر نہیں آتی۔ جبکہ تیسرا گروہ ہے جو اس سزا کو وحشیانہ اور ظالمانہ قرار دے کر ختم کرنے پر تلے ہوا ہے اور ان کی گفتگو سن کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ اپنا جھکاؤ اور میلان قلبی اہانت رسول ﷺ کرنے والوں کے لئے رکھتے ہیں۔ اس موقع پر بعض حاکموں، بعض سیاسی جماعتوں اور بعض اینکرز کا کردار انتہائی قابل مذمت ہے جن کا پورا زور توہین رسالت کی سزا کو ختم کرنے میں صَرف ہو رہا ہے۔

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں جب عیسائی والیٔ کرک ریجی نالڈ نے حاجیوں کے قافلہ پر حملہ کیا اور توہین رسالت کرتے ہوئے کہا کہ اپنے محمد (ﷺ) سے کہو کہ تمہیں رہائی دیں تو آپ نے قسم اٹھائی کہ اگر یہ زندہ پکڑا گیا تو اس کو خود قتل کروں گا۔ جنگ حطین کے بعد جب ریجی نالڈ کو سلطان کے خیمے میں لایا گیا تو آپ نے اسے یہ کہتے ہوئے قتل کیا:

ها أنا أنتصر لمحمد عليه الصلاة والسلام۔

ترجمہ: ''لو میں محمد رسول اللہ ﷺ کا انتقام لیتا ہوں۔''

(النوادر السلطانیۃ لابن شداد: ج:۱/ص:۳۰)

دوسری طرف سلطان کی شفقت اور محبت کا عالم یہ تھا کہ جب ایک عیسائی عورت کی بیٹی کو کچھ ڈاکو اٹھا کر لے گئے اور اس نے روتے ہوئے آپ سے مدد کی التجا کی تو آپ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور اسی وقت اس کی بچی کو تلاش کے بعد اس کے حوالہ کر دیا۔ (النوادر السلطانیۃ لابن شداد: ج:۱/ص:۱۲)

(۱) اس حوالہ سے راقم کے رسالہ ''جاوید احمد غامدی صاحب کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی تجزیہ'' کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ اصول تکفیر کے حوالے راقم کی کتاب ''حرمت تکفیر مسلم'' کا بھی مطالعہ فرمائیں جس میں قرآن وسنت اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں ان اصولوں کا بیان کیا گیا ہے جن کی بنا پر کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

یقیناً سلطان کا کردار ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ہی دینی غیرت اور اخلاق حسنہ عطا فرمائے۔

پیش نظر کتاب مسلمانوں اور مسیحی بھائیوں کے لئے ایک تحفہ ہے جس میں قرآن وسنت، اجماع امت اور بائبل کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔ ضخیم کتابوں میں توہین رسالت کی سزا کو قرآن وسنت کی روشنی میں بہت ہی زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ [1] عام آدمی استعداد نہ ہونے کی وجہ سے ان کتب سے استفادہ نہیں کر پاتا۔ اس کتاب میں اختصار کے ساتھ ان دلائل کو بیان کرتے ہوئے توہین رسالت کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں بائبل سے کئی ایک حوالہ جات اسی مسئلے پر ذکر کیے گئے ہیں تاکہ ہمارے مسیحی بھائی بھی اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ توہین کرنے پر سزائے موت صرف قرآن وسنت میں ہی نہیں بلکہ بائبل میں بھی بیان ہوئی ہے اس لئے آپ کا اس قانون یا سزا پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

اس سے قبل کہ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں چند بنیادی باتوں کا سمجھنا ضروری ہے:

۱۔ توہین رسالت کی سزا قتل ہے اور یہ سزا اللہ کے ہر نبی اور بالخصوص آخری نبی محمد ﷺ کی توہین کرنے پر ہے۔ اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ حضرت ابراہیم وعیسیٰ وموسیٰ علیہم السلام کی شان میں توہین کرتا ہے تو وہ کافر و مرتد ہے اور قتل کا مستحق ہے۔

۲۔ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کو انجیل عطا کی گئی۔ آپ کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی، آپ نے اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کیا، آپ نے پیدائشی نابیناؤں کو اللہ کے حکم سے بینائی عطا کی، آپ مسیح ہیں، آپ کو انجیل عطا کی گئی اور جو مسلمان آپ کو اللہ کا رسول نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے

(۱) تفصیل کے لئے الشفاء اور الصارم المسلول کا مطالعہ فرمائیں۔

خارج ہے۔مگر اس کے ساتھ ہمارا یہ عقیدہ بھی ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں اور نہ ہی آپ خدا کے جنے ہوئے بیٹے ہیں۔(John3:16) خدا یکتا ہے۔نہ ہی اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

۳۔ اسلام کا ماخذ قانون قرآن وسنت اور اجماع امت ہے۔قرآن کریم کی کسی بھی آیت کی ایسی تفسیر وتوجیہ جو صاحب قرآن ﷺ سے تعلق کو توڑ کر کی جائے وہ کسی طور پر بھی قابل قبول نہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں کتاب اللہ کے ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دی ہے۔اسی طرح قرآن وسنت کی وہ تشریح، تفسیر، تعبیر یا تاویل جو امت کے اجماع کے خلاف ہو وہ بھی قابل قبول نہیں۔مثلاً اگر ایک شخص کہے کہ میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین تو مانتا ہوں لیکن اس کی تفسیر یہ ہے کہ جس پر آپ ﷺ مہر لگا دیں وہ بھی نبی ہو جاتا ہے۔ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کا قطعی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔پس اس کی ایسی تاویل جو اجماع امت کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہیں۔

۴۔ اللہ کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے جو کچھ پیش کیا وہ اسلام ہی تھا۔اس دین کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول ﷺ کے ذریعہ فرما دی ہے۔اب اس میں کسی قسم کی زیادتی یا کمی کی گنجائش نہیں ہے۔اسلام ہی دین حق ہے پس نبی مکرم ﷺ کی بعثت کے بعد جو کوئی شخص آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتا اللہ کے نزدیک اس کا دین مقبول نہیں۔اب اسلام صرف غلامی مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے۔اس کے علاوہ جتنے ادیان ومذاہب ہیں وہ باطل ہیں۔پس اسلام کے مقابلے میں دیگر ادیان کو مساوی حیثیت دینا کسی طور پر درست نہیں۔یہی حق ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

۵۔ وہ مسائل جن پر واضح اسلامی احکام موجود ہوں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔اسی لئے جو سزائیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان کو تبدیل کرنے کے لئے اجتہاد کی بات کرنا جہالت ہے۔

۶۔ بعض ٹی وی چینلز پر مختلف لوگ بظاہر اسلام کے لبادے میں تجدد پسندی کا اظہار ایک نئے طریقے سے کرتے ہیں۔وہ یہ کہ قرآن وسنت کے بعض احکامات کو صرف نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں اور بعض کو عام قرار دیتے ہوئے تاقیامت جاری رکھنے کی تجویز دیتے ہیں۔جیسے یہ کہنا کہ مرتد کی سزا تو صرف حضور ﷺ کے دور کے عرب کے مشرکین کے لئے تھی البتہ اہل کتاب سے نکاح کرنا قیامت تک کے لئے جائز ہے۔عوام وخواص کو چاہئے کہ ان لوگوں سے بچیں کیونکہ اس طرح قرآن وسنت کے اکثر احکامات منسخ کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔

بعض تجاویز اور سفارشات:

یہاں ہم اپنی بعض تجاویز قارئین کی نظر کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ اس بحث میں قانون اور قانون کے نفاذ کے طریقے پر گفتگو میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔توہین رسالت کی سزا یا حدود کے جواز یا عدم جواز پر اس لئے بحث نہیں کی جاسکتی کہ یہ سزا اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی بیان کردہ ہے۔البتہ یہ ممکن ہے کہ ان سزاؤں کو نافذ کرنے کے طریقہ کار اور مجرم تک پہنچنے کے طریقہ پر بحث کی جاسکتی ہے۔یاد رہے ہمارے ملک میں جرائم کے بڑھنے کی بڑی وجہ اللہ کی حدود کا نفاذ نہ ہونا ہے۔

۲۔ اگر کسی کے خلاف کسی اسلامی سزا یا ملکی قانون کو غلط استعمال کیا جائے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اس کو سرے سے ختم ہی کر دیا جائے یا اس میں ایسی

تبدیلیاں لائی جائیں کہ وہ بے فائدہ ہو کر رہ جائے۔ مثلاً اگر قتل یا دہشت گردی کے جرم میں کسی شخص پر جھوٹا الزام عائد کر دیا جائے تو کیا اس بنیاد پر ان سزاؤں کو ختم کر دیا جائے گا۔ اگر یہی کسی قانون کو ختم کرنے کی دلیل ہے تو پھر شاید ملک میں کوئی قانون باقی نہ رہے۔ اگر کسی کے خلاف توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگایا جائے اور مکمل تفتیش کے بعد یہ ثابت ہو جائے کہ یہ جھوٹا الزام ہے تو جھوٹی گواہی دینے والے کو تعزیراً سزا دی جا سکتی ہے۔

۳۔ مسیحی بھائیوں کو مسلمانوں کے اور اپنے رویے میں تقابل کرنا چاہیے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر تعظیم و توقیر کرتے ہیں[1] جب کہ ان کا رویہ محمد رسول ﷺ کے حوالہ سے کیسا ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈورڈ خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کے خلاف ۱۸۰۰ سے ۱۹۵۰ تک 60000 کتابیں لکھی گئی ہیں۔[2] اس کے علاوہ لاتعداد ویب سائٹس ہیں جو اسی کام کے لئے کوشاں ہیں۔ اپنے عقیدے کے دفاع میں دلائل پیش کرنا اور بات ہے اور کسی شخصیت کے لئے توہین آمیز کلمات استعمال کرنا اور بات ہے۔ مسلمان جب کبھی مسیحی حضرات سے مباحثہ کرتے ہیں وہ محض دلائل پر مبنی ہوتا ہے اس میں توہین کا کوئی عنصر موجود نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

---

(۱) مزید مطالعہ کے لئے راقم کی کتاب بشارت مسیح کا مطالعہ کریں۔

Islam, Orientalism And the West, Time Magazine Monday .Apr .16, 1979

اس کے علاوہ چند کتابوں کے نام درج ذیل جو توہین پر مبنی ہیں:

روح اللہ، توضیح البیان فی اصول القرآن، عدم معصومیت محمد ﷺ، ذنوب محمدیہ، ینابیع الاسلام، اعجاز القرآن، تعلیم محمدی، تواریخ محمدی، کشف القرآن، احادیث اہل اسلام، ابوت خدا اور ابنیت مسیح، ہل القرآن معصوم؟ میزان الحق وغیرہ

۴۔ یاد رہے کہ تمام مسیحی توہین نہیں کرتے۔ کیونکہ ان میں ایسے بھی ہیں جو سلیم الطبع ہیں اور حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہمارے علماء کو چاہیے کہ وہ اسلام کی دعوت اور تبلیغ کے لئے کام کریں اور ان لوگوں کو تلاش کریں جو حق کی تلاش میں ہیں۔ بعض اوقات توہین کی وجہ محض آپ ﷺ کی شان سے عدم واقفیت ہوتی ہے۔ ہمارا کام محض پہنچا دینا ہے اور ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔

۵۔ ملک پاکستان میں دشمنانِ دین وملت ہر سطح پر فتنہ وفساد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لسانی، نسلی اور فرقہ وارانہ فسادات کے بعد اب مختلف ادیان میں فساد کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر یہ قانون ختم کر دیا جاتا ہے تو اس کا فیصلہ براہ راست سڑکوں پر ہونے لگے گا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سیاسی انتہا پسند اور دہشت گرد بھی اپنی کاروائیوں کو بھرپور طریقے سے جاری رکھیں گے۔ لہٰذا امن وامان کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے ضروری یہی ہے کہ ایسے اقدامات سے پرہیز کیا جائے۔

۶۔ ماضی میں ہماری حکومتیں کچھ ایسے اقدامات کرتی رہی ہیں جن کی وجہ سے بعض گروہوں (جن کی پشت پناہی خارجی دشمن کی طرف سے ہو رہی ہے) کو یہ موقع ملا کہ وہ پاکستان کو دار الحرب قرار دے کر اس کے خلاف اپنی کاروائیوں کو جاری رکھ سکیں۔ ماضی قریب میں حدود آرڈیننس کا مسئلہ ہمارے سامنے ہے۔ لہٰذا اس قانون کو ختم کرنا ان کے موقف کو مزید تقویت پہنچانا ہوگا۔

۷۔ تمام مکاتب فکر کے اکابر علما کو چاہئے کہ وہ اس مسئلے پر فوری طور پر ایک بھرپور پریس کانفرنس کریں اور تفصیلاً اسلامی قانون اور اس پر ہونے والے

اعتراضات کے جواب دے کر اس مسئلے کی وضاحت کریں۔

۸۔ یہ انتہائی بہترین موقع ہے کہ امت اور قوم کو متحد کر لیا جائے۔ قوموں کی زندگی میں ایسے مواقع بہت کم آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ تم اہل کتاب کو اس کلمے کی طرف دعوت دو جو تم میں اور ان میں ایک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اہل کتاب سے مشرکین کے مقابلہ میں لا الٰہ الا اللہ پر اتفاق ہو سکتا ہے تو ہم مسلمان دشمنان اسلام کے مقابلہ میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر اتفاق کیوں نہیں کر سکتے؟

۹۔ یہ ہمارا امتحان عشق رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہم پر یہ بات آہستہ آہستہ مکمل طور پر واضح ہو رہی ہے کہ کون ہم میں سے ہے اور کون ہم میں سے نہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنا تعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جوڑیں اور ہر وہ چیز جو ان سے دور ہو اس سے اپنا تعلق توڑ لیں۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی سیاسی اور اجتماعی غلطیاں معاف نہیں کرتا۔ ہمارے حکمرانوں اور تجدد پسند لوگوں کو چاہیے کہ اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو مسخ کرنے کی کوشش، عذاب کی صورت میں ان پر ظاہر ہو اور پھر انہیں توبہ کا موقع بھی نہ ملے۔

عمیر محمود صدیقی

۲۸ نومبر ۲۰۱۰ء

توہین رسالت کی سزا قرآن وسنت اور بائبل کی روشنی میں

اللہ رب العزت نے ثقلین کی ہدایت کے لئے مختلف ادوار میں انبیا و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ نبوت کا سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لہٰذا آپ ﷺ کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کی تبیین کما حقہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہی کرتے ہیں اسی لئے ان کی امت پر ان کی اطاعت کرنا فرض ہوتی ہے۔ اگر کوئی ان کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا ہے اور اگر کوئی ان کی تکذیب کرتا ہے تو یہ درحقیقت اللہ رب العزت کی تکذیب ہے۔ ہر دور میں صرف اللہ تعالیٰ کا نبی ہی واحد ذریعہ ہوتا ہے، جو بندوں کا تعلق حقیقی طور پر معبود حقیقی سے جوڑتا ہے یعنی ہر دور میں نبی کی ذات ہی ایمان کا محور ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت و محبت ہی اللہ کی اطاعت و محبت ہے اور ان کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرم عظیم ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والا دنیا و آخرت میں نامراد و بدبخت رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ (النساء، ۴:۸۰)

ترجمہ: ”جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا

حکم مانا. اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾

(آل عمران ۳:۳۱)

ترجمہ: "(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر ۵۹:۷)

ترجمہ: "اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رُک جایا کرو۔"

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے بارے میں فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ (الفتح ۴۸:۸ تا ۱۰)

ترجمہ: "بیشک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لئے اعمال و احوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ (اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

اللہ رب العزت کے نزدیک کسی نبی کی توہین و تحقیر نہایت ہی کبیرہ گناہ ہے۔

ابلیس کو بھی اسی لئے مردود قرار دیا گیا کہ اس نے اللہ کے نبی سیدنا و ابونا آدم علیہ السلام پر تکبر کرتے ہوئے أنا خير منه (ص ۳۸:۷۶) (میں اس سے زیادہ بہتر ہوں) کہا اور آپ علیہ السلام کے استخفاف میں اہانتاً قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾ (الحجر ۱۵:۳۳) (میں ہرگز ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سن رسیدہ (اور) سیاہ بو دار بجنے والے گارے سے تخلیق کیا ہے) کہا اور سجدہ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے ادبی پر فرمایا:

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾ (الحجر ۱۵:۳۴)

ترجمہ: "(اللہ نے) فرمایا: تو یہاں سے نکل جا پس بیشک تو مردود

(راندۂ درگاہ) ہے۔"

بنی اسرائیل پر ذلت ومسکنت کو اسی وجہ سے مسلط کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا، اللہ کے نبیوں کو ناحق شہید کیا اور ان کی نافرمانی کر کے گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾ (آل عمران ۳: ۱۱۲)

ترجمہ: "اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں لوٹ گئے، یہ اس وجہ سے (ہوا) کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے اور انبیا کو ناحق قتل کرتے تھے، اور یہ اس وجہ سے بھی ہوا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے اور (ہمیشہ) حد سے بڑھ جاتے تھے۔"

ابولہب نے جب نبی کریم ﷺ کے لئے (نعوذ باللہ) تبا لک کہا تو اللہ عزیز حکیم نے پوری سورت کا نزول فرما کر اس کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا اعلان فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿١﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ (المسد ۱۱۱: ۱ تا ۳)

ترجمہ: "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب ﷺ پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)۔ اسے اس کے (موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی

کمائی نے۔ عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا۔"

اسی طرح اس کی بیوی جو آپ ﷺ کی راہوں میں کانٹے چن کر بچھاتی تھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں لوگوں کو بھڑکاتی تھی اس کے بارے میں فرمایا:

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾ (المسد ۱۱۱: ۴، ۵)

ترجمہ: "اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر پر) اٹھائے پھرتی ہے، (اور ہمارے حبیب ﷺ کے تلووں کو زخمی کرنے کے لئے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے)۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسہ ہو گا (جس سے وہ کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے)۔"

حضور سرور کائنات ﷺ کی پُشتِ مبارک پر جب ابوجہل ملعون نے اوجھڑی رکھی اور آپ ﷺ کو نماز ادا کرنے سے روکنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ڏ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾

(العلق ۹۶: ۱۱ تا ۱۹)

ترجمہ: "کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (اللہ کے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر

ہوتا۔ یا وہ (لوگوں کو) پرہیزگاری کا حکم دیتا (تو کیا خوب ہوتا)۔ اب بتایئے! اگر اس نے (دینِ حق کو) جھٹلایا ہے اور (آپ سے) منہ پھیر لیا ہے (تو اس کا حشر کیا ہوگا) کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ (اس کے سارے کردار کو) دیکھ رہا ہے؟ خبردار! اگر وہ (گستاخیِ رسالت اور دینِ حق کی عداوت سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطا کار ہے۔ پس وہ اپنے ہم نشینوں کو (مدد کے لئے) بلا لے۔ ہم بھی عنقریب (اپنے) سپاہیوں (یعنی دوزخ کے عذاب پر مقرر فرشتوں) کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں! آپ اس کے کہے کی پرواہ نہ کیجئے اور (اے حبیب مکرم! ﷺ) آپ سربسجود رہیئے اور (ہم سے مزید) قریب ہوتے جایئے۔" (یہ آیت سجدہ ہے)

جب مسلمان رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنی بے سروسامانی کے باوجود قیصر سے جنگ کرنے کے لئے تیاریاں کرنے لگے تو منافقین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا (نعوذ باللہ) تمسخر اڑانے لگے۔ ایک منافق نے کہا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، بزدل ہیں، دیکھو اب یہ شہنشاہ روم سے لڑنے چلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو منافقین کی ان باتوں سے مطلع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا تم نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم تو صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا

تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ (التوبہ ۹: ۶۴ تا ۶۶)

ترجمہ: "منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبردار کر دے جو ان) منافقوں (کے دلوں میں) مخفی (ہیں۔ فرما دیجئے: تم مذاق کرتے رہو، بیشک اللہ وہ) بات (ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

(التوبہ ۹: ۶۱)

ترجمہ: "اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول (ﷺ) کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

حضرات انبیا کرام علیہم السلام اور بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کرنے والا دائرہ اسلام سے بالاتفاق خارج ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی ایمان ہے اور کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت نہ کرے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی أکون أحب الیہ من والدہ

وولدہ والناس اجمعین۔

(رواہ البخاری: باب حب الرسول ﷺ من الایمان)

ترجمہ: ”تم میں سے کوئی (کامل) ایمان والا نہیں ہو گا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب ترین نہ ہو جاؤں۔“

محبت کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر شے سے محبت کی جائے اور اس کی تعظیم و توقیر بھی کی جائے کہ اس کا تعلق محبوب سے ہے۔ پس جس طرح محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر لازمی ہے اسی طرح ہر شے جو آپ سے تعلق رکھتی ہے اس کی تعظیم کرنا اور اس سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توہین رسالت معمولی جرم ہے۔ اب ہم آیات قرآنی کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں گے کہ توہین رسالت شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی شاعت قتل، چوری اور زنا سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

توہین رسالت کی شناعت اور قرآن حکیم:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ

وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ①

(الحجرات ۴۹:۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! (کسی بھی معاملہ میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی نہ ہو جائے)، بیشک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے۔“

۲۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ⑬ (الابراہیم ۱۴:۱۳)

ترجمہ: ”اور کافر لوگ اپنے پیغمبروں سے کہنے لگے: ہم بہرصورت تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے مذہب میں لوٹ آنا ہوگا، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔“

۳۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔

(الصف ۶۱:۵)

ترجمہ: ”جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے اذیت کیوں دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔ پھر جب انہوں نے کج روی جاری رکھی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو

ہدایت نہیں فرماتا۔"

۴۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۔ (محمد ۴۷:۳۲)

ترجمہ: "بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور رسول (ﷺ) کی مخالفت (اور ان سے جدائی اختیار) کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت (یعنی عظمت رسول ﷺ کی معرفت) واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کا ہرگز کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے اور اللہ ان کے سارے اعمال کو نیست و نابود کر دے گا۔"

۵۔ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۔ (الاحزاب ۳۳:۵۷)

ترجمہ: "بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور ان کے لئے ذلت انگیز عذاب تیار کیا گیا ہے۔"

۶۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾

(المومنون ۲۳ تا ۲۵)

ترجمہ: "اور بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ تو ان کی قوم کے سردار جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے (اس کے سوا کچھ نہیں)، یہ تم پر (اپنی) فضیلت و برتری قائم کرنا چاہتا ہے، اور اگر اللہ (ہدایت کے لئے کسی پیغمبر کو بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا، ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے آباء و اجداد میں (کبھی) نہیں سنی۔ یہ شخص تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اسے دیوانگی (کا عارضہ لاحق ہو گیا) ہے سو تم ایک عرصہ اس کا انتظار کرو۔"

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

(المومنون: ۳۸ تا ۴۱)

ترجمہ: "یہ تو محض ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے اور ہم بالکل اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (پیغمبر نے) عرض کیا: اے میرے رب! میری مدد فرما اس صورتحال میں کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ ارشاد ہوا تھوڑی ہی دیر میں وہ پشیماں ہو کر رہ جائیں گے۔ پس سچے وعدے کے مطابق انہیں خوفناک آواز نے آپکڑا سو ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا،

پس ظالم قوم کے لئے (ہماری رحمت سے) دوری ومحرومی ہے۔"

۶۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ
يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ
جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ
الْبَعِيْدِ ۝ (السبا:۷،۸)

ترجمہ: "اور کافر لوگ (تعجب واستہزاء کی نیت سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا نہ بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو یقیناً تمہیں (ایک) نئی پیدائش ملے گی۔(یا تو) وہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون ہے، (ایسا کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔"

۸۔ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ
يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ
مَّجْنُوْنٍ ۝ بَلْ جَاۗءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
اِنَّكُمْ لَذَاۗىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الصافات:۳۵تا۳۹)

ترجمہ: "یقیناً وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں؟ (وہ نہ مجنون ہے نہ شاعر) بلکہ وہ (دین) حق لے کر آئے ہیں اور

انہوں نے (اللہ کے) پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔اور تمہیں (کوئی) بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر صرف اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔"

۹۔ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ
تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا
الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ
الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (الدخان:۱۳تا۱۶)

ترجمہ: "اب ان کا نصیحت ماننا کہاں (مفید) ہو سکتا ہے حالانکہ ان کے پاس واضح بیان فرمانے والے رسول آ چکے۔پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے: (وہ) سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔بیشک ہم تھوڑا سا عذاب دور کئے دیتے ہیں تم یقیناً وہی (کفر) دہرانے لگو گے۔جس دن ہم بڑی سخت گرفت کریں گے تو (اس دن) ہم یقیناً انتقام ہی لیں گے۔"

۱۰۔ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ
وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝
(الدخان:۳۸،۳۹،۴۰)

ترجمہ: اور موسیٰ (علیہ السلام کے واقعہ) میں (نشانیاں ہیں) جب ہم نے انہیں فرعون کی طرف واضح دلیل دے کر بھیجا۔تو اس نے اپنے اراکین سلطنت سمیت روگردانی کی اور کہنے لگا: (یہ) جادوگر یا دیوانہ ہے۔پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو (عذاب کی)

گرفت میں لے لیا اور ان (سب) کو دریا میں غرق کر دیا اور وہ تھا ہی قابلِ ملامت کام کرنے والا۔"

۱۱۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ﴿١﴾ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿٢﴾
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾ الَّتِيْ
تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِيْ عَمَدٍ
مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾ (الھمزہ: ۱تا۹)

ترجمہ: "ہر اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو (روبرو) طعنہ زنی کرنے والا ہے (اور پس پشت) عیب جوئی کرنے والا ہے۔ (خرابی و تباہی ہے اس شخص کے لئے) جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ ہر گز نہیں! وہ ضرور حطمہ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حطمہ کیا ہے؟ (یہ) اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں پر (اپنی اذیت کے ساتھ) چڑھ جائے گی۔ بیشک وہ (آگ) ان لوگوں پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی۔ (بھڑکتے شعلوں کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔"

یہ سورت ان لوگوں کے لئے نازل کی گئی جو نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی غیبت کیا کرتے تھے۔

۱۲۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ (یٰسین: ۳۰،۳۱)

ترجمہ: "ہائے (ان) بندوں پر افسوس! ان کے پاس کوئی رسول نہ آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر ڈالیں، کہ اب وہ لوگ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئیں گے۔ مگر یہ کہ یہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے۔"

۱۳۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ
جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾ (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: "اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔"

۱۴۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا
وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ (البقرۃ: ۱۰۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) راعنا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) انظرنا (ہماری طرف نظر کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

۱۵۔ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ
اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ
لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ
كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ
الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ (التوبۃ:٦١تا٦٣)

ترجمہ: ''اور ان (منافقوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی (مکرم) کو ایذا پہنچاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ تو کان (کے کچے) ہیں۔ فرما دیجئے! تمہارے لئے بھلائی کے کان ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان (کی باتوں) پر یقین کرتے ہیں اور تم میں سے جو ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے رحمت ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو (اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ مسلمانو! یہ (منافقین) تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی کیا جائے اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول ﷺ کو راضی کرتے، رسول ﷺ کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں کی رضا ایک ہے) کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ (مقرر) ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا

ہے، یہ زبردست رسوائی ہے۔''

۱۶۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾ (الکوثر:٣)

ترجمہ: ''بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا۔''

خلاصہ:

مذکورہ بالا آیات مقدسہ سے درج ذیل نکات مستفاد ہوتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیا کرام اور بالخصوص خاتم النبیین محمد رسول اللہ علی نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں بے ادبی یا گستاخی کرنا، ان کے ساتھ استہزاء کرنا انتہائی کبیرہ گناہ اور کفر عظیم ہے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بے ادبی کرنے والے کے اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ سابقہ امتوں میں سے جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑایا اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی سخت عذاب نازل فرمایا اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

۴۔ جو لوگ نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اللہ رب العزت کی طرف سے ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے انبیا کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے انتقام بھی لیتا ہے۔

۶۔ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نعوذ باللہ غیبت کی یا تنقیص کرنے کی کوشش کی تو ان کے لئے جہنم کی گہرائی میں ایک ایسی عذاب کی وادی ہے جہاں

جہنمیوں کے زخموں کا پانی بہتا ہے۔ انہیں اس میں ڈالا جائے گا اور حدیث کے مطابق اس کی تہہ میں پہنچنے سے قبل وہ چالیس سال تک اس میں گرتے رہیں گے اس کا نام ویل ہے۔ اللہ رب العزت نے ایسے بدبختوں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے جو ان کو پیس دے گی اور ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔

۷۔ بارگاہِ رسالت میں ایسا کوئی لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے جس میں ذرا بھی بے ادبی کا شائبہ ہو۔

گستاخِ رسول ﷺ کا حکم اور اس کی سزا

علمائے عظام نے قرآن وسنت کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ گالی دینے والے اور آپ کی شان اقدس میں بے ادبی کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔ سب وشتم کرنا، تنقیص کرنا، استخفاف و استحقار کرنا، یہ تمام تکذیب کی ہی علامات ہیں بلکہ تکذیب کا ادنیٰ طریقہ ہیں۔ اسی لئے مجتہدین نے گستاخ رسول ﷺ کو بالاجماع کافر قرار دیا ہے۔ جہاں تک شاتم رسول ﷺ کی سزا کا تعلق ہے تو تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی سزا قتل ہے۔ توہین کی یہ سزا صرف کافر کے لئے نہیں بلکہ اگر کوئی مسلمان بھی اس کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد وملعون ہے اور اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ اگر کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی گستاخ کو معاف فرمادیا تو ہم اس پر کسی صدر یا وزیر کو قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آپ ﷺ کا حق تھا اس لئے کسی اور کو یہ سزا معاف کرنے کی اجازت نہیں۔ یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کبھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے کسی گستاخ کو معاف کیا ہو۔ اب ہم قرآن وسنت اور ائمہ کے اقوال کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا کا ذکر کریں گے۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا، قرآن کریم اور ذمی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫ (التوبۃ:۱۲)

ترجمہ: ”اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم (ان) کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اپنی فتنہ پروری سے) باز آجائیں۔“

اس آیت کے تحت امام نسفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و قالوا: إذا طعن الذمی فی دین الإسلام طعناً ظاهراً جاز قتله لأن العهد معقود معه على أن لا يطعن فإذا طعن فقد نكث عهده وخرج من الذمة۔ (المدارک: ج:۱/ص:۴۳۵)

ترجمہ: ”علما نے کہا ہے کہ جب ذمی دین اسلام میں طعنہ زنی کرے اور وہ طعنہ زنی ظاہر ہو تو اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ عہد کیا ہی اس بنیاد پر جاتا ہے کہ وہ ہمارے دین میں طعنہ زنی سے کام نہ لے۔ پس جب وہ طعنہ زنی کرے گا تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور ذمہ سے نکل گیا۔“

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

المسألة الثالثة : قال الزجاج: هذه الآية توجب قتل الذمی إذا أظهر الطعن فی الإسلام، لأن عهده مشروط بأن لا یطعن، فإن طعن فقد نکث ونقض عهدهم۔ (التفسیر الکبیر: ج:۷ ص:۴۶۸)

تیسرا مسئلہ:

زجاج نے کہا یہ آیت ذمی کے قتل کو واجب کرتی ہے جب وہ اسلام میں طعن کو ظاہر کرے کیونکہ اس کا عہد اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ طعن نہ کرے پس اگر اس نے طعنہ زنی کی تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ومن هاهنا أخذ قتل من سب الرسول، صلوات الله وسلامه علیه، أو من طعن فی دین الإسلام أو ذکره بتنقص۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:۴/ص:۱۱۶)

ترجمہ: ''اور یہاں سے اس کے قتل پر استدلال کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ گالی دیتا ہے یا جس نے دین اسلام میں طعنہ زنی کی یا آپ ﷺ کا ذکر تنقیص کے ساتھ کیا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ومن ذلك الطعن بالقرآن وذکر النبی صلی الله علیه وسلم وحاشاه بسوء فیقتل الذمی به عند جمع مستدلین بالآیة سواء شرط انتقاض العهد به أم لا۔ وممن قال بقتله إذا أظهر الشتم

والعیاذ بالله مالك والشافعی وهو قول اللیث وأفتی به ابن الهمام۔ (روح المعانی: ج:۱۰/ص:۸۶)

ترجمہ: ''اور اس میں سے قرآن اور نبی کریم ﷺ کے ذکر میں طعنہ زنی کرنا ہے اور آپ ﷺ کو برائی کے ساتھ کم سمجھنا ہے۔ تو تمام کے نزدیک ذمی کو اس وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ چاہے اس کے ساتھ عہد کے ٹوٹنے کی شرط ہو یا نہ ہو۔ جب وہ نعوذ باللہ گالی دینے کا اظہار کرے تو اس کو قتل کرنے کا قول مالک اور شافعی کا ہے اور یہی قول لیث کا ہے اور اسی پر ابن ہمام نے فتویٰ دیا ہے۔''

حضرت ملاجیون صدیقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و عند الشافعی و مالك و احمد بن حنبل سب النبی علیه السلام ایضا ناقض للعهد فیقتل الذمی ان سب النبی علیه السلام و ظاهر عبارة القرآن یقتضی هذا الحکم لانه قال و طعنوا فی دینکم فقاتلوا و لا شك ان لیس طعن فی الدین اکبر من سب النبی علیه السلام اذ فیه اهانة الشرع و هتك حرمة الاسلام و الحق ان یکون فتویٰ اهل العلم فی زماننا علی هذا۔ (التفسیرات الاحمدیہ ص:۴۵۲)

ترجمہ: ''اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو گالی دینا بھی عہد کو توڑنے والا ہے۔ پس ذمی کو قتل کیا جائے گا۔ اگر اس نے نبی کریم ﷺ گالی دی۔ اور قرآن کی

عبارت کا ظاہر یہی تقاضا کرتا ہے۔کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تمہارے دین میں طعنہ زنی کرے تو اس کے ساتھ قتال کرو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے زیادہ بڑا دین اسلام میں کوئی طعنہ نہیں۔کیونکہ اس میں شرع کی توہین ہے اور حرمت اسلام کی بے عزتی ہے۔اور حق یہی ہے کہ ہمارے زمانے میں اہل علم کا فتویٰ اسی پر ہو۔"

امام زمخشری لکھتے ہیں:

و قالوا: إذا طعن الذمی فی دین الإسلام طعناً ظاهراً، جاز قتله؛ لأن العهد معقود معه على أن لا يطعن، فإذا طعن فقد نكث عهده وخرج من الذمّة. (الکشاف: ج:۲/ص:۴۰۱)

ترجمہ: "علما نے کہا ہے کہ جب ذمی دین اسلام میں طعنہ زنی کرے اور وہ طعنہ زنی ظاہر ہو تو اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ عہد کیا ہی اس بنیاد پر جاتا ہے کہ وہ ہمارے دین میں طعنہ زنی سے کام نہ لے۔پس جب وہ طعنہ زنی کرے گا تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور ذمہ سے نکل گیا۔"

ذمی کی تعریف:

ذمہ کا لغوی معنی امان،ضمان اور کفالت کے ہیں۔ذمی سے مراد وہ کافر شخص ہے جو جزیہ ادا کرتا ہو اور مسلمان اس کے بدلے اسے امان دیں اور اس کی جان اور مال کے ضامن بن جائیں۔یعنی جزیہ کے بدلے مسلمانوں کے امیر یا اس کے نائب کا

کفار کو اپنے ملک میں امان دینا،ان کی حفاظت کرنا اور ان کی طرف سے مدافعت کرنا ذمہ ہے۔عقد ذمہ حضور نبی کریم ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب اور کسی بھی دور کے مرتدین سے نہیں ہوسکتا۔ذمی کے بارے میں حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فلو اعلن بشتمه أو اعتاده قتل ولو امرأة و به يفتي اليوم. (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۴۴)

ترجمہ: "پس اگر اس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) اعلانیہ گالی دی یا اس عمل قبیح کا وہ عادی ہو گیا تو اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ عورت ہو اور آج اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔"

جہاں تک دیگر ائمہ کا تعلق ہے وہ بھی اس کے قتل کا حکم دیتے ہیں۔امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قال الخطابی، قال الشافعی يقتل الذمی إذا سب النبی صلى الله عليه وسلم وتبرأ منه الذمة واحتج فی ذلك بخبر ابن الاشرف.

(المجموع: ج:۱۹/ص:۴۲۸)

ترجمہ: "خطابی نے کہا،شافعی نے کہا کہ ذمی کو قتل کیا جائے گا جب وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دے اور اس کا ذمہ ختم ہو جائے گا۔اور آپ نے اس بارے میں ابن اشرف والی روایت سے استدلال کیا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں:

فأما أهل العهد والذمة كاليهود فقال ابن القاسم عن مالك يقتل من سبه منهم إلا أن يسلم. (المجموع: ج:۱۹/ص:۴۶۷)

ترجمہ: "جہاں تک معاہدے والوں اور ذمیوں کا تعلق ہے جیسے یہودی تو ابن قاسم نے از مالک روایت کیا ہے کہ جس نے ان میں سے سب وشتم کیا اسے قتل کیا جائے گا مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔"

ان تمام اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امت کے نزدیک غیر مسلم شاتم کی سزا بھی قتل ہی ہے اور وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو وہ اسی قابل ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: "آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں (ایسی)

جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔"

یہ آیت ان صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضور ﷺ کی محبت میں اپنے ان انتہائی قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو قتل کر دیا جو آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی کرتے تھے اور دشمنی کا اظہار کرتے تھے۔[1]

جن میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ (التفسیر الکبیر: ج۱۵: ص:۲۸۷)

گستاخ رسول ﷺ کا قتل اور احادیث رسول ﷺ

پہلی حدیث:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ

(1) Think not that I am come to send peace on earth: I came not to send peace but a sowrd.For I am come to set a man at variance against his father, and the daughter against her mother, and the daughter in law against her mother in law.and a man's foes shall be they of his own household.He that loveth father or mother more than me is not worthy of me:and he that loveth son or daughter more than me is not worthy of me . (Matthew10:34-37)

قَالَ ائْذَنْ لِي فَلْأَقُلْ قَالَ قُلْ فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ وَذَكَرَ مَا بَيْنَهُمَا وَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ أَرَادَ صَدَقَةً وَقَدْ عَنَّانَا فَلَمَّا سَمِعَهُ قَالَ وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ الْآنَ وَنَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ أَمْرُهُ قَالَ وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ تُسْلِفَنِي سَلَفًا قَالَ فَمَا تَرْهَنُنِي قَالَ مَا تُرِيدُ قَالَ تَرْهَنُنِي نِسَاءَكُمْ قَالَ أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ أَنَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا قَالَ لَهُ تَرْهَنُونِي أَوْلَادَكُمْ قَالَ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا فَيُقَالُ رُهِنَ فِي وَسْقَيْنِ مِنْ تَمْرٍ وَلَكِنْ نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ يَعْنِي السِّلَاحَ قَالَ فَنَعَمْ وَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ بِالْحَارِثِ وَأَبِي عَبْسِ بْنِ جَبْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ قَالَ فَجَاءُوا فَدَعَوْهُ لَيْلًا فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ إِنِّي لَأَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ صَوْتُ دَمٍ قَالَ إِنَّمَا هَذَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعُهُ وَأَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ لَيْلًا لَأَجَابَ قَالَ مُحَمَّدٌ إِنِّي إِذَا جَاءَ فَسَوْفَ أَمُدُّ يَدِي إِلَى رَأْسِهِ فَإِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَدُونَكُمْ قَالَ فَلَمَّا نَزَلَ نَزَلَ وَهُوَ مُتَوَشِّحٌ فَقَالُوا نَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الطِّيبِ قَالَ نَعَمْ تَحْتِي فُلَانَةُ هِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ قَالَ فَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشُمَّ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ فَشُمَّ فَتَنَاوَلَ فَشَمَّ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَعُودَ قَالَ

فَاسْتَمْكَنَ مِنْ رَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ دُونَكُمْ قَالَ فَقَتَلُوهُ. (مسلم: کتاب الجہاد: باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیہود)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کے لئے کون ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے سو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا پھر مجھے کچھ تعریضا کہنے کی اجازت دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ لینا۔ پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے باتیں کیں اور اپنا اور حضور ﷺ کا فرضی معاملہ بیان کیا اور کہا کہ یہ شخص ہم سے (نعوذ باللہ) صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا: خدا کی قسم ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں۔ اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کام آل کار کیا ہوتا ہے، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے کچھ قرض دو۔ کعب نے کہا تم میرے پاس کیا رہن رکھو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے فرمایا جو تم چاہو کعب بن اشرف نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: تم عرب کے حسین ترین شخص ہو ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب بن اشرف نے

کہا: پھر اپنے بچے گروی رکھ دو۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے فرمایا کہ پھر ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے کہ یہ دو وسق کھجور کے عوض گروی رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا: اچھا، حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب سے وعدہ کیا کہ حارث، ابوعبس بن جبر اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) کو تمہارے پاس لے کر آؤں گا۔ سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا کعب ان کی طرف جانے لگا، اس کی بیوی نے کہا مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو۔ کعب نے کہا: محمد بن مسلمہ، اس کا رضاعی بھائی اور ابونائلہ ہے اور معزز آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بھی بلایا جائے تو چلا جاتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا جب میں اس پر قابو پاؤں تو تم اس وقت اس پر حملہ کر دینا، جب کعب نیچے اترا تو وہ سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تھا ان لوگوں نے کہا آپ سے تو خوشبو کی مہک آرہی ہے۔ اس نے کہا ہاں میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب سے زیادہ معطر عورت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا: ہاں سونگھ لو، حضرت محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا پھر کہا کیا آپ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں گے اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا پھر ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: باب قتل کعب بن الاشرف)

اس واقعے کو امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے بھی السنن الکبری میں بھی نقل فرمایا ہے۔ (السنن الکبری باب: قتل کعب بن الاشرف)

اس واقعے کو امام عبدالرزاق علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(المصنف: ۹۳۸۸)

اس واقعے کو امام حاکم علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(المستدرک: باب ذکر مناقب محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ)

اس واقعے کو امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(دلائل النبوۃ: باب ماجاء فی قتل کعب ابن الاشرف)

اس واقعے کو امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(مشکل الاثار: رقم الحدیث ۱۷۴)

اس واقعے کو امام ابوداود علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(سنن ابی داود: رقم الحدیث: ۳۰۰۰)

اس حدیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا، اپنے اشعار واقوال میں نبی کریم ﷺ کی نعوذ باللہ ہجو بیان کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے اس عمل قبیح کی وجہ سے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے کلمات مبارکہ فانہ قد اذی اللہ و رسولہ ﷺ اور فقد استعلن بعداوتنا وہجانا خاص طور پر اس کی وجہ قتل کو بیان کرتے ہیں۔

دوسری حدیث:

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ

جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ قَالَ فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتُمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ (۱) فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ أَنْشُدُ اللهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ۔

(سنن أبي داؤد: باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ، رقم الحديث: ۴۳۶۱)

(۱) وہ بچہ مرا نہیں تھا۔ عَوْنُ الْمَعْبُودِ ج:۹/ص: ۳۹۴

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک ام ولد تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دیتی تھی اور غیبت کرتی تھی۔ وہ صحابی اسے منع کرتے تھے لیکن وہ رکتی نہیں تھی۔ وہ اسے ڈانٹتے تھے لیکن وہ ڈرتی نہیں تھی۔ ایک دفعہ رات کو وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی (نعوذ باللہ) غیبت کرنے لگی اور گالیاں دینے لگی تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے پھاوڑ الیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا، اس پر ٹیک لگایا اور اسے قتل کر دیا۔ ان کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ایک بچہ گرا اور وہ عورت خون میں لت پت ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا گیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے آئے۔ وہ لرز رہے تھے یہاں تک آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اس کا آقا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دیتی تھی اور غیبت کیا کرتی تھی۔ میں اسے روکتا تھا اور ڈانٹتا تھا لیکن یہ نہ رکتی تھی اور نہ ہی ڈرتی تھی۔ میرے اس سے دو بچے بھی ہیں جو موتی کی طرح ہیں۔ یہ مجھے بہت محبوب تھی۔ گزشتہ رات اس نے (نعوذ باللہ) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیبت کی اور گالیاں دینا شروع کیا۔ میں نے پھاوڑ الیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ٹیک لگایا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار گواہ بن جاؤ

اس کا خون باطل ہے۔"

تیسری حدیث:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا۔

(سنن أبي داود: باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ، رقم الحديث ۴۳۶۲)

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ پر (نعوذ باللہ) سب وشتم کرتی تھی اور آپ ﷺ کی (العیاذ باللہ) غیبت کرتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار دیا، نبی کریم ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دیا۔"

چوتھی حدیث:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا فَقَتَلَهُ وَهُوَ نَائِمٌ۔

(البخاري: كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ بَابُ قَتْلِ الْمُشْرِكِ النَّائِمِ)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے انصار کا ایک گروہ ابو رافع کی طرف بھیجا حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اس کو قتل کر دیا جبکہ وہ سو رہا تھا۔"

ابو رافع یہودی تھا اور آپ ﷺ کی شان میں توہین کرتا تھا اور لوگوں کو اس پر اکساتا بھی تھا۔

پانچویں حدیث

ابن خطل کو فتح مکہ کے دن کعبہ کے پردے میں قتل کیا گیا۔ ابن خطل مشرک تھا اور اس کی دو باندیاں اس کے کہے ہوئے اشعار گاتی تھیں جن میں نعوذ باللہ آپ کی ہجو ہوتی تھی۔ اس کے بارے میں امام بخاری روایت فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ۔

(البخاري: كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَقَتْلِ الصَّبْرِ)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا جب آپ ﷺ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کے ساتھ چمٹا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔"

چھٹی حدیث

عن علی رضی الله عنهم قال : قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: "من سب الأنبیاء قتل و من سب أصحابی جلد." (المعجم الصغیر رقم:الحدیث:٦٦٠)

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کو کوڑے مارے جائیں۔"

گستاخ رسول ﷺ کا قتل اور اجماع امت

مرتد و گستاخ رسول ﷺ کے قتل کیے جانے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ مسلمانوں میں کبھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں رہا۔ تمام مکاتب) فکر بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، شیعہ (کے نزدیک توہین رسالت کفر ہے اور اس فعل شنیع کا مرتکب چاہے مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا۔

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والحاصل أنه لا شك و لا شبهة فی کفر شاتم النبی ﷺ و فی استباحة قتله و هو المنقول عن الأئمة الأربعة. (ردالمحتار: ج:٦/ص:٣٧٨)

ترجمہ: "اور خلاصہ یہ ہے کہ شاتم رسول ﷺ کے کفر اور اس کے مباح الدم ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔"

امام ابن منذر فرماتے ہیں:

و أجمعوا علی ان من سب النبی ﷺ أن له القتل.

(الاجماع: ص:٧٦)

ترجمہ: "تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کی سزا قتل ہے۔"

حضرت قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و فی کتاب محمد أخبرنا أصحاب مالك أنه قال من سب النبی ﷺ و غیره من النبیین من مسلم أو کافر قتل و لم یستتب. (الشفا: ٢/ص:٢١٦)

ترجمہ: "حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس مسلمان یا کافر نے نبی کریم ﷺ کو یا آپ ﷺ کے علاوہ کسی بھی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی۔"

آگے آپ فرماتے ہیں:

و کذلك اقول حکم من غمصه او عیره برعایة الغنم أو السهو او النسیان أو السحر أو ما اصابه من جرح أو هزیمة لبعض جیوشه أو اذی من عدوه أو شدة من زمنه أو بالمیل الی نسائه فحکم هذا کله لمن قصد به نقصه القتل.

(الشفا: ٢/ص:٢١٩)

ترجمہ: "میں یہ کہتا ہوں کہ اسی طرح جس کسی نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ

باللہ) حقیر جانا یا آپ کو (نعوذ باللہ) بکریاں چرانے یا سہو یا نسیان یا جادو میں مبتلا ہونے یا زخمی ہونے یا آپ ﷺ کے بعض لشکروں کو شکست کا سامنے کرنے یا دشمن کی طرف سے تکلیف پہنچنے یا اپنے زمانہ کی سختی کی وجہ سے یا عورتوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے عار دلائی تو اس کا حکم وہی ہو گا جو آپ ﷺ کی عیب جوئی کرنے والے کا ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا۔"

آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اعلم وفقنا الله و اياك ان جميع من سب النبى ﷺ أو عابه أو ألحق به نقصا فى نفسه أو نسبه أو دينه أو خصلة من خصاله أو عرض به أو شبهه بشئ على طريق السب له أو الازراء عليه أو التصغير لشأنه أو الغض منه و العيب له فهو ساب له و الحكم فيه حكم لساب يقتل.

(الشفا: ج:۲/ص:۲۱۴)

ترجمہ: "جان لو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق عطا فرمائے کہ جس کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی یا آپ علیہ الصلاۃ و السلام کی ذات اقدس یا آپ ﷺ کے دین یا آپ ﷺ کی عادات مبارکہ میں سے کسی عادت کے ساتھ کسی نقص کو ملحق کیا یا اشارتاً آپ ﷺ کے لئے کوئی نامناسب بات کہی یا آپ ﷺ کو کسی شے کے ساتھ (نعوذ باللہ) گالی کے طور پر تشبیہ دی یا آپ ﷺ پر عیب لگایا یا آپ ﷺ کے لئے اسم تصغیر (اہانت کے

طور پر) استعمال کیا یا آپ ﷺ کی شان و قدر کو گھٹانے کی کوشش کی یا آپ ﷺ کی طرف کسی برائی کی نسبت کی تو وہ در حقیقت ان تمام صورتوں میں آپ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا ہے۔ اور اس کا حکم شاتم کا ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا۔"

شیخ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں:

و قال الخطابى: لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله. (الصارم المسلول: ص:۹)

ترجمہ: "امام خطابی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: میں مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے شاتم رسول ﷺ کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو۔"

امام موفق الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و من قذف أم النبى صلى الله عليه واله وسلم قتل مسلما كان او كافرا يعنى حده القتل و لا تقبل توبته نص عليه احمد و حكى ابو طالب رواية اخرى أن توبته تقبل و به قال ابو حنيفة و الشافعى مسلما كان او كافرا لان هذا منه ردة و المرتد يستتاب و تصح توبته... و الحكم فى قذف النبى ﷺ كالحكم فى قذف امه لأن قذف امه انما أوجب القتل لكونه قذفا للنبى ﷺ و قد حا فى نسبه. (المغنى: ج:10/ص:۲۲۳)

ترجمہ: "اور جس نے نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ پر (نعوذ باللہ) تہمت

لگائی اسے قتل کیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر یعنی اس کی حد قتل ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔اسی کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔ابوطالب نے ایک دوسری روایت بھی بیان کی ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔یہی موقف ابوحنیفہ اور شافعی کا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ یہ ارتداد ہے اور مرتد کی توبہ صحیح ہے۔۔۔۔اور نبی کریم ﷺ پر (نعوذ باللہ) تہمت لگانے کا حکم وہی ہے جو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگانے کا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگانا قتل کو واجب کرتا ہے اس لئے کہ اس سے نبی کریم ﷺ کے نسب طاہر میں عیب کو ثابت کرنا ہے۔"

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و نقل ابن المنذر الاتفاق علی أن من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم صریحا وجب قتلہ۔

(المجموع: ج:۱۹/ص:۴۲۶)

ترجمہ: "اور ابن منذر نے اس بات پر علما کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جس نے (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ کو صریحا گالی دی اس کا قتل واجب ہے۔"

فائدہ:

ان تمام اقوال علماء علیہم الرحمۃ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔

توہین، ارتداد اور بائبل

بائبل میں بھی توہین و ارتداد کی سزا قتل ہی بیان کی گئی ہے۔مسیحی برادری کی طرف سے کیا جانے والا یہ اعتراض کہ توہین کرنے پر سزائے موت کا دیا جانا ایک وحشیانہ اور ظالمانہ فعل ہے، انتہائی لغو ہے کیونکہ ان کی الہامی کتابوں میں بھی اس فعل شنیع کی سزا موت ہی بیان ہوئی ہے۔تالمود میں بیان شدہ حضرت نوح علیہ السلام کے قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ تمہیں خدا کی توہین نہیں کرنی چاہئے۔مسیحی پادری Thomas Aquinas (1225-1274) کے مطابق "کائنات کا سب سے عظیم گناہ جو قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے وہ خدا کی شان میں توہین کرنا ہے۔"

جو کوئی اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی توہین کرے یقینا یہ اللہ ہی کی توہین ہے۔ذیل میں ہم بائبل کے چند حوالے قارئین کے سامنے پیش کریں گے تاکہ انہیں یہ اندازہ ہو جائے کہ مسیحیت میں ارتداد اور توہین کی سزا قتل ہی بیان ہوئی ہے۔اگر اسلامی قوانین میں موجود حدود اور سزاؤں کا بیان نعوذ باللہ ظالمانہ اور وحشیانہ ہے تو پھر مسیحی بھائی ان آیات کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی بابت خود فیصلہ کریں ان کا یہ طرز عمل کہاں تک درست ہے؟

خدا کی توہین

احبار میں ہے کہ جو خدا کی توہین کرے اسے قتل کیا جائے گا:

And he that blasphemeth the name of the LORD, he shall surely be put to death,

1- Summa Theologica Article 3 .Whether the sin of blasphemy is the greatest sin? Reply to Objection 1

and all the congregation shall certainly stone him: as well the stranger, as he that is born in the land, when he blasphemeth the name of the Lord, shall be put to death. (Leviticus 24:16)

ترجمہ: ''اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔''

(کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

سبت کی توہین

سبت کا دن یہود کے ہاں انتہائی متبرک دن ہے۔ بائبل میں اس دن کی توہین کرنے کی سزا قتل بیان ہوئی ہے۔

خروج میں ہے:

Ye shall keep the Sabbath therefore; for it is holy unto you: every one that defileth it shall surely be put to death: for whosoever doeth any work therein, that soul shall be cut off from among his people. Six days may work be done; but in the seventh is the Sabbath of rest, holy to the LORD: whosoever doeth any work in the Sabbath day, he shall surely be put to death. (Exodus31:14-15)

ترجمہ: ''پس تم سبت کو ماننا اس لئے کہ وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔ جو اس میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم میں سے کاٹ ڈالا جائے۔ چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن آرام کا سبت ہے جو خداوند کے لئے مقدس ہے جو کوئی سبت کے دن کام کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔'' (کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

خروج میں ایک اور جگہ ذکر ہے:

Six days shall work be done, but on the seventh day there shall be to you an holy day, a sabbath of rest to the LORD: whosoever doeth work therein shall be put to death. (Exodus35:2)

ترجمہ: ''چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن تمہارے لئے روز مقدس یعنی خداوند کے آرام کا سبت ہو جو کوئی اس میں کچھ کام کرے وہ مار ڈالا جائے۔'' (کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

گنتی میں ہے:

32 And while the children of Israel were in the wilderness, they found a man that gathered sticks upon the Sabbath day.
33 And they that found him gathering sticks brought him unto Moses and Aaron, and unto all the congregation.
34 And they put him in ward, because it was not declared what should be done to

him.

35 And the LORD said unto Moses, The man shall be surely put to death: all the congregation shall stone him with stones without the camp.

36 And all the congregation brought him without the camp, and stoned him with stones, and he died; as the LORD commanded Moses. (Numbers15:32-36)

ترجمہ: "اور جب بنی اسرائیل بیابان میں رہتے تھے ان دنوں ایک آدمی ان کو سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا اور جن کو وہ لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا وہ اسے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لے گئے انہوں نے اسے حوالات میں رکھا کیونکہ ان کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ شخص ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت لشکر گاہ کے باہر اسے سنگسار کرے چنانچہ جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق ساری جماعت نے اسے لشکر گاہ کے باہر لے جا کر سنگسار کیا اور وہ مر گیا۔"

(کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

ناقابل معافی گناہ

31 Wherefore I say unto you, All manner of sin and blasphemy shall be forgiven unto men: but the blasphemy against the Holy Ghost shall not be

forgiven unto men.

32 And whosoever speaketh a word against the Son of man, it shall be forgiven him: but whosoever speaketh against the Holy Ghost, it shall not be forgiven him, neither in this world, neither in the world to come.

(Matthew 12:31-32)

ترجمہ: "اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہیں کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی روح القدس کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہیں کی جائے گی نہ اس عالم میں نہ آنے والے میں۔" (کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

ماں اور باپ کی توہین

متی میں ہے:

For God commanded, saying, Honour thy father and mother: and, He that curseth father or mother, let him die the death. (Matthew 15:4)

ترجمہ: "کیونکہ خدا نے فرمایا ہے تو اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کرنا اور جو باپ یا ماں کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔"

(کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

ارتداد کی سزا

If there be found among you, within any of thy gates which the LORD thy God giveth thee, man or woman, that hat.ı wrought wickedness in sight of the Lo d thy God intransgressing his covenent, 3And hath gone and served other gods, and worshipped them, either the sun, or moon, or any of the host of heaven, which I have not commanded; 4And it be told thee, and thou hast heard of it, and enquired diligently, and, behold, it be true, and the thing certain, that such abomination is wrought in Israel: 5Then shalt thou bring forth that man or that woman, which have committed that wicked thing, unto thy gates, even that man or that woman, and shalt stone them with stones, till they die. (Deuteronomy: 17: 2 to 5)

ترجمہ: ''اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو۔ اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرام فلک میں سے کسی کی جس کا

حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو۔ اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔ تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔'' (کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

ایک اور مقام پر ہے:

13:1 If there arise among you a prophet, or a dreamer of dreams, and giveth thee a sign or a wonder,

13:2 And the sign or the wonder come to pass, whereof he spake unto thee, saying, Let us go after other gods, which thou hast not known, and let us serve them;

13:3 Thou shalt not hearken unto the words of that prophet, or that dreamer of dreams: for the LORD your God proveth you, to know whether ye love the LORD your God with all your heart and with all your soul.

13:4 Ye shall walk after the LORD your God, and fear him, and keep his

commandments, and obey his voice, and ye shall serve him, and cleave unto him.

13:5 And that prophet, or that dreamer of dreams, shall be put to death; because he hath spoken to turn you away from the LORD your God, which brought you out of the land of Egypt, and redeemed you out of the house of bondage, to thrust thee out of the way which the LORD thy God commanded thee to walk in. So shalt thou put the evil away from the midst of thee. (Deuteronomy 13:1-5)

ترجمہ: ''اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تجھ کو کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے اور وہ نشان یا عجیب بات جس کی اس نے تجھ کو خبر دی وقوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آ ہم اور معبودوں کی جن سے تو واقف نہیں پیروی کر کے ان کی پوجا کریں۔ تو تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سننا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزمائیگا تاکہ جان لے کہ تم خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے محبت رکھتے ہو یا نہیں۔ تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرنا اور اس کا خوف ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا اور اس کی بات سننا۔ تم اسی کی بندگی کرنا اور اسی سے لپٹے رہنا۔ وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے (جس نے تم کو ملک مصر سے نکالا اور تجھ کو غلامی کے گھر سے رہائی بخشی

)بغاوت کرنے کی ترغیب دی تاکہ تجھ کو اس کی راہ سے جس پر خداوند تیرے نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یوں تو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کر دینا۔''

(کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خدا کی توہین کے جھوٹے الزام میں ستفنس کا قتل

بائبل میں ہے:

''ان دنوں میں جب شاگرد بہت ہوتے جاتے تھے تو یونانی مائل یہودی عبرانیوں کی شکایت کرنے لگے اس لئے کہ روزانہ خبر گیری میں ان کی بیواؤں کے بارے میں غفلت ہوتی تھی اور ان بارہ نے شاگردوں کی جماعت کو اپنے پاس بلا کر کہا مناسب نہیں کہ ہم خدا کے کلام کو چھوڑ کر کھانے پینے کا انتظام کریں پس اے بھائیو! اپنے میں سے سات نیک نام شخصوں کو چن لو جو روح اور دانائی سے بھرے ہوئے ہوں کہ ہم ان کو اس کام پر مقرر کریں لیکن ہم تو دعا میں اور کلام کی خدمت میں مشغول رہیں گے۔ یہ بات ساری جماعت کو پسند آئی پس انہوں نے ستفنس نام ایک شخص کو جو ایمان اور روح القدس سے بھرا ہوا تھا اور فلپس اور پرخرس اور نیکانور اور تیمون اور پرمناس کو اور نیکلاؤس کو جو نو مرید یہودی انطاکی تھا چن لیا اور انہیں رسولوں کے آگے کھڑا کیا انہوں نے دعا کر کے ان پر ہاتھ رکھے۔ اور خدا کا کلام پھیلتا رہا اور یروشلم میں شاگردوں کا شمار بہت ہی بڑھتا گیا اور کاہنوں کی بڑی گروہ اس دین کے تحت میں ہوگئی۔ اور ستفنس فضل اور قوت سے بھرا ہوا لوگوں میں بڑے بڑے عجیب

کام اور نشان ظاہر کیا کرتا تھا کہ اس عبادت خانے سے جو لبرتینوں کا کہلاتا ہے اور کرینیوں اور اسکندریوں اور ان میں سے جو کلکیہ اور آسیہ کے تھے بعض لوگ اٹھ کر ستفنس سے بحث کرنے لگے مگر وہ اس دانائی اور روح کا جس سے وہ کلام کرتا تھا مقابلہ نہ کر سکے اس پر انہوں نے بعض آدمیوں کو سکھا کر کہلوا دیا کہ ہم نے اس کو موسیٰ اور خدا کے برخلاف کفر کی باتیں کرتے سنا پھر وہ عوام اور بزرگوں اور فقیہوں کو ابھار کر اس پر چڑھ گئے اور پکڑ کر صدر عدالت میں لے گئے اور جھوٹے گواہ کھڑے کئے جنہوں نے کہا کہ یہ شخص اس پاک مقام اور شریعت کے برخلاف بولنے سے بعض نہیں آتا کیونکہ ہم نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہی یسوع ناصری اس مقام کو برباد کر دے گا اور ان رسموں کو بدل ڈالے گا جو موسیٰ نے ہمیں سونپی ہیں اور ان سب نے جو عدالت میں بیٹھے تھے اس پر غور سے نظر کی تو دیکھا اس کا چہرہ فرشتے کا سا ہے۔(اعمال: باب ۶: ۱تا۱۵)...... جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو جی میں جل گئے اور دانت پیسنے لگے مگر اس نے روح القدس سے معمور ہو کر آسمان کی طرف غور سے نظر کی اور خدا کا جلال اور یسوع کو خدا کے داہنی طرف کھڑا دیکھ کر کہا کہ دیکھو میں آسمان کو کھلا اور ابن آدم کو خدا کی داہنی طرف کھڑا دیکھتا ہوں۔مگر انہوں نے بڑے زور سے چلا کر اپنے کان بند کر لئے اور ایک دل ہو کر اس پر جھپٹے اور شہر سے باہر نکال کر اس کو سنگسار کرنے لگے۔۔۔۔پس یہ ستفنس کو سنگسار کرتے رہے اور وہ یہ کہہ کر دعا کرتا رہا کہ اے خداوند یسوع میری روح کو قبول کر۔پھر اس نے

گھٹنے ٹیک کر بڑی آواز سے پکارا کہ اے خداوند یہ گناہ ان کے ذمہ نہ لگا اور یہ کہہ کر سو گیا۔" (اعمال باب ۷: ۵۴ تا ۶۰)

اگر آپ ان آیات پر غور کریں تو چند باتیں معلوم ہوں گی:

۱۔ ستفنس نامی شخص پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے حضرت موسیٰ اور خدا کی توہین کی ہے اور اس وجہ سے اس کو قتل کر دیا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توہین رسالت اور توہین خدا کی سزا موت ہے۔

۲۔ بائبل میں یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ستفنس پر توہین رسالت اور توہین خدا کا جھوٹا الزام لگایا گیا اور اس الزام کی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا یعنی اس قانون کو اس شخص کے خلاف غلط استعمال کیا گیا اس کے باوجود آج تک توہین کی سزا کی آیات بائبل میں پڑھی جاتی ہیں اور نہ ہی کسی بھی مقام پر یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ یہ قانون ظالمانہ اور وحشیانہ ہے نیز اس کو غلط استعمال کیا جاتا ہے لہذا اس کو تبدیل کر دیا جائے یا بائبل میں سے ان آیات کو نکال دیا جائے۔یسوع مسیح کے خلاف بھی توہین کے قانون کو یہودیوں نے غلط استعمال کیا اس کی تفصیل کے لئے آپ (Matthew26:57-67) کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بائبل کے مطابق توہین اور ارتداد کی سزا موت ہے۔اگر سبت کے دن، ماں باپ، حضرت موسیٰ، روح القدس اور خدا کی توہین پر سزائے موت ہو سکتی ہے اور یہ سزا وحشیانہ اور ظالمانہ بھی نہیں تو پھر اسلام کے مطابق کسی بھی نبی کی توہین پر سزائے موت کو کیسے ظالمانہ اور کالا قانون کہا جا سکتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا ہے" اگر کوئی عیسائی یا یہودی دائرہ

اسلام میں داخل ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی مسلمان کافر ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اسی طرح توہین رسالت پر قتل کرنا یہ سب حقوق انسانی کے خلاف ہے۔"

ہر نظام زندگی اور قانون ساز اسمبلی کی جانب سے معاشرے میں امن و امان کی فضاء کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ایسے قوانین کا اجراء کیا جاتا ہے جن کے ذریعے مفسدین اور باغیوں کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی جاتی ہے بلکہ ساتھ ساتھ انہیں عبرتناک سزا بھی دی جاتی ہے تاکہ دوسرے مجرمین ان سے سبق حاصل کرتے ہوئے معاشرے کی فضاء کو مکدر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اب اگر باغی، چور، ڈاکو یہ اعتراض کریں "یہ ہمارے حقوق کو پامال کرنا اور ہماری آزادی پر قدغن لگانا ہے لہٰذا ایسے قوانین کو ختم کیا جائے" یا زانی مرد و عورت یہ کہیں "ہم اپنی مرضی سے زنا کرتے ہیں کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں" تو یقیناً کوئی ذی شعور انسان ان کے حق میں آواز نہیں اٹھائے گا۔ اسی طرح مرتد اور توہین رسالت کا مرتکب درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے، معاشرے میں بدامنی پھیلاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی باغیانہ روش اختیار کرنے پر ابھارتا ہے۔ پس وہ اسی لائق ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جانا یا توہین کا مرتکب ہونا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے نزدیک قتل، چوری، ڈکیتی، زنا اور دیگر جرائم سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اس کی وضاحت ہم قرآن مجید کی آیات مقدسات اور احادیث طیبہ کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ جب کوئی قوم یا حکومت اپنے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں اپنے پابند لوگوں کو موت کی سزا دے سکتی ہے اور فوج میں بھرتی ہونے والے شخص کو مقررہ مدت سے قبل نوکری چھوڑنے پر کڑی سزا دی جا سکتی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ کی بیان کردہ سزا کو قبول کرنے میں پس و پیش سے کام لیا جائے۔ دین اسلام قبول کرنے میں کسی

کو مجبور نہیں کیا جاتا لیکن جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے لئے ان احکامات کا پابند ہونا ضروری ہو جاتا ہے جو شریعت نے اس پر لازم کئے ہیں۔

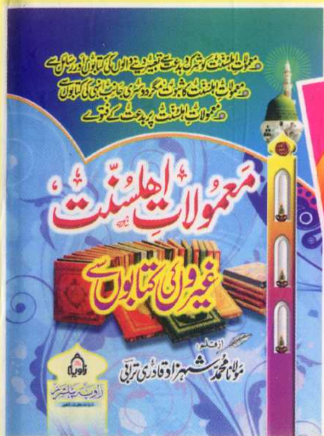
اس بابت یہ بات بھی ذہن پر نقش کر لی جائے کہ قرآن نے انسان کو "عبد" کہا ہے جو مغرب کے اس تصور آزادی کے بالکل منافی ہے جس میں انسان کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود کو خدا سمجھتے ہوئے لا الہ الا الانسان کا نعرہ لگاتا ہے اور خود کو خیر و شر کا تعین کرنے کا مستحق سمجھتا ہے۔ یہود اور دشمنان دین، جان بوجھ کر بظاہر اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جایا کرتے تھے تاکہ اہل ایمان اور اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر سکیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

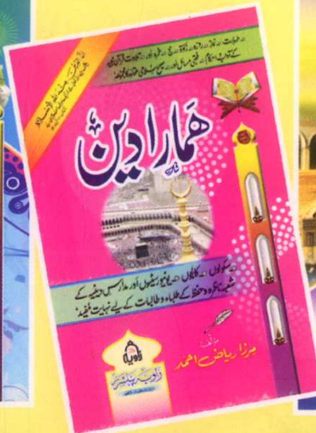
> "اور اہل کتاب کا ایک گروہ (لوگوں سے) کہتا ہے کہ تم اس کتاب (قرآن) پر جو مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے دن چڑھے (یعنی صبح) ایمان لایا کرو اور شام کو انکار کر دیا کرو تاکہ (تمہیں دیکھ کر) وہ بھی برگشتہ ہو جائیں۔" (ال عمران ۳:۷۲)

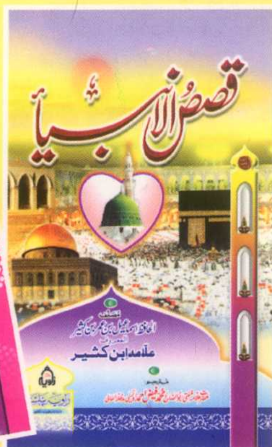
اس کی ایک بڑی مثال برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے قبل مسٹر گاندھی کے بیٹے عبداللہ گاندھی کی ملتی ہے۔ اس نے اسلام میں داخل ہونے کے کچھ عرصہ بعد پھر ہندومت قبول کر لیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصد تھا کہ اسے اسلام میں روحانی تسکین و نجات کے وہ اسباب نہیں مل سکے جو ہندو مذہب میں موجود ہیں۔ اسی طرح کی تدابیر کے ذریعے انھوں نے کروڑوں اچھوتوں کو اسلام قبول کرنے سے روکے رکھا۔ اسلام نے ارتداد کی سزا مقرر کر کے دشمنان اسلام کی ان سازشوں سے بچنے کا طریقہ واضح کر دیا ہے اگر اس سزا کو نافذ کر دیا جائے تو یقیناً کفار کے ایسے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔

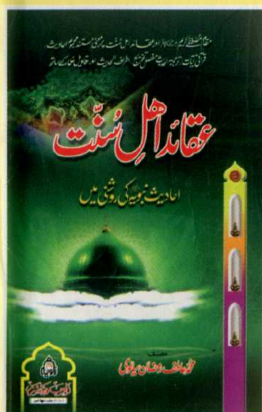
ذرا سوچئے!

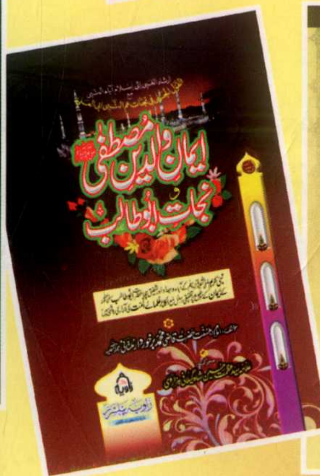
کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا
جو میرے غم میں گھلا گیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا
جو جمال روح حیات تھا، جو دلیل راہ نجات تھا
اسی رہبر کے نقوش پا کو مسافروں نے مٹا دیا
میں تیرے مزار کی جالیوں کی مدحتوں میں مگن رہا
تیرے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا
تیرے حسن خلق کی اک رمق میری زندگی میں نہ مل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کہ درو بام کو تو سجا دیا
تیرے ثور و بدر کے باب کے میں ورق الٹ کے گذر گیا
مجھے صرف تیری حکایتوں کی روایتوں نے مزا دیا
تیرا نقش پا تھا جو رہنما تو غبار راہ تھی کہکشاں
اسے کھو دیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا
کبھی اے عنایت کم نظر تیرے دل میں یہ بھی کسک ہوئی
جو تبسم رخ زیست تھا اسے تیرے غم نے رلا دیا

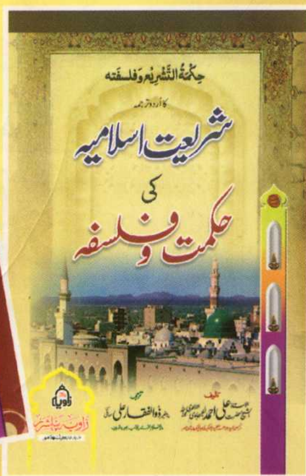

معمولات اہلسنت
غیروں کی کتابوں سے
مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

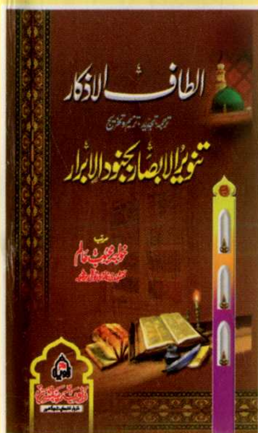

ہمارا دین
مرزا ریاض احمد


قصص الانبیاء
علامہ ابن کثیر


عقائد اہل سنت
احادیث نبویہ کی روشنی میں


ایمان والدین مصطفی ﷺ
نجات ابو طالب


حکمۃ التشریع وفلسفتہ
کا اردو ترجمہ
شریعت اسلامیہ
کی
حکمت و فلسفہ


الطاف الاذکار
تنویر الابصار بجنود الابرار
خواجہ محبوب عالم